تذکرہ و سوانح خواجہ خواجگان

حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

تألیف

مولانا عبدالقیوم حقانی

[illegible]

القاسم اکیڈمی — جامعہ ابوہریرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرہ وسوانح خواجۂ خواجگان حضرت مولانا

خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب ------- تذکرہ وسوانح خواجۂ خواجگان

حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

تالیف ------- مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ

کمپوزنگ ------- جان محمد جانؔ، مولانا فضل حمید چترالی

ضخامت ------ ۲۵۶ صفحات

تاریخ طباعت ------ شوال المکرم ۱۴۳۲ھ/ستمبر ۲۰۱۱ء

ناشر ------- القاسم اکیڈمی' جامعہ ابو ہریرہ

برانچ پوسٹ آفس' خالق آباد' نوشہرہ

ملنے کے پتے

☆ مؤتمر المصنفین، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

☆ صدیقی ٹرسٹ' صدیقی ہاؤس' المنظر اپارٹمنٹس' ۴۵۸ گارڈن ایسٹ' نز دلسبیلہ چوک کراچی

☆ مکتبہ رشیدیہ' سردار پلازہ جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

☆ کتب خانہ رشیدیہ ' مدینہ کلاتھ مارکیٹ ' راجہ بازار ' راولپنڈی

☆ مکتبہ سید احمد شہید ' ۱۰ الکریم مارکیٹ ' اردو بازار ' لاہور

☆ مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی

☆ مولانا خلیل الرحمٰن راشدی صاحب' جامعہ ابو ہریرہ' چنوں موم ضلع سیالکوٹ

اس کے علاوہ پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

تذکرہ وسوانح خواجۂ خواجگان

حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

تالیف

مولانا عبدالقیوم حقانی

سلسلہ نسب، تذکرہ والدین، ابتدائی تعلیم اور حلیہ مبارک ...... تذکرہ واحترام
اساتذہ، درس و تدریس، فراغت، ذوق مطالعہ...... تحفظ ختم نبوت اور جذبہ
عشق و محبت رسول ﷺ، ذوق عبادت، معمولاتِ رمضان اور اتباع سنت......
اخلاق حسنہ، توکل، اخلاص، عادات، واقعات، خندہ جبینی اور لطائف وظرائف ......
احسان و تصوف، ... تصوف اکابر کا اعتماد اور عوام الناس کی گرویدگی
مقام و معیار ولایت، کشف، کرامات ... ارشادات، افادات اور ملفوظات......
اوراد و وظائف اور مسنون دعائیں ... سفر آخرت......اور......نمازِ جنازہ......

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ خیبر پختونخوا پاکستان

☆ ☆ ☆

وہ چشمِ مست کی گردش ابھی تک یاد ہے کیفی
فضا مخمور تھی مستی زمیں سے آسماں تک تھی

(کیفی)

☆ ☆ ☆

فہرست عناوین

باب : (۴)

باب : (۵)

باب: (۶)

اخلاقِ حسنہ، توکل واخلاص، عادات واطوار

باب :(۷)

احسان وتصوف تزکیۂ قلوب، مقامِ تصوف

باب :(۱۰)

باب: (۱۱)

☆ ☆ ☆

جلے ہیں شمع کی صورت مگر یہ کیا کم ہے
بڑھی ہے روشنیٔ محفلِ وطن ہم سے

☆ ☆ ☆

ہم اہلِ عشق ہیں اے آسمان ہمیں نہ مٹا
وفا و مہر و محبت کا ہے چلن ہم سے

☆ ☆ ☆

انتساب

مولانا مفتی عطا محمد رحمہ اللہ...... ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے دورافتادہ گاؤں چودھوان کے باشندے، قدکوتاہ، نہ دراز، گمشدہ زمانوں کے راست باز، علماء کی ایک جیتی جاگتی تصویر، قرنِ اول کی سادگی کا نمونہ، طبیعت میں حلم، مزاج میں اخفاء وانکسار، زبان میں شیرینی، علم وعمل کا مرقع، حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے خلیفۂ مجاز، حضرت خواجہ خان محمدؒ کے معتمد دوست، علم کے رسیا، قرآن وسنت اور فقہ حنفی کے شیدا ومبلغ، کم سخن، کم آمیز، عیب بینی اور نکتہ چینی سے بیزار، مرنجان مرنج۔

جب بھی اپنے آبائی گاؤں چودھوان جانا ہوتا ان کی زیارت وملاقات سے مشرف ہوتا۔ وہ بزرگ بھی تھے، دوست بھی تھے، شفیق بھی تھے مہربان بھی تھے، ہم نوا اور ہم خیال بھی تھے، اپنے گاؤں چودھوان کی مرکزی جامع مسجد میں عیدین پر لوگوں کا اجتماع ہوتا، ہزاروں کا مجمع، مجھ جیسا گناہ گار خطیب ہوتا، میں بول رہا ہوتا اور مفتی صاحب اشکبار، ان کی نورانی داڑھی پر آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے بہہ رہے ہوتے اور کس کس ادا سے وہ دعائیں دیتے۔

حضرت خواجہ خان محمد کی سوانح لکھنے کا ارادہ کیا، متعلقہ کتب منگوائیں، حضرت کے جانشین اور صاحبزادے مولانا خلیل احمد کی مرتب کردہ "حضرت خواجہ صاحبؒ کی ڈائریاں" سامنے آئیں، کتاب کھولی، ڈائری کی ابتداء ہی ان الفاظ سے ہوتی ہے "۲۳ اپریل ۱۹۶۱ء بروز منگل آج خانقاہ شریف سے ڈیرہ اسماعیل خان مولانا عطا محمدؒ صاحب [illegible] لے گئے"۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کو حضرت مفتی صاحبؒ سے تعلقِ خاطر تھا، جب بھی چودہواں تشریف لاتے اپنی تمام تر عظمتوں کے باوجود حضرت مفتی صاحبؒ کے سامنے دوزانو بیٹھتے ان کو اپنا مہربان اور محسن سمجھتے، ان پر حد درجہ اعتماد کرتے۔ مفتی عبدالقدوس ترمذی راوی ہیں کہ خانقاہ سراجیہ میں جمعہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی اگر کوئی ساتھی درخواست کرتا حضرت! جمعہ کی نماز شروع ہونی چاہیے تو فرماتے "مفتی عطا محمدؒ چودہواں سے فتویٰ لے آؤ تو جمعہ شروع ہوگا ورنہ نہیں"

حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کی وفات کے بعد جب خانقاہ سراجیہ میں حضرتؒ کی جانشینی کا مسئلہ درپیش ہوا تو حضرت خواجہ صاحبؒ کا نام بطور جانشین حضرت مفتی عطا محمدؒ نے پیش کیا، خود بھی تجدیدِ بیعت کی اور لوگوں کو بھی ترغیب دی۔ اس لئے اپنی اس کاوش کا انتساب حضرت مفتی عطا محمدؒ کے نام کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ (آمین)

(ع ق ح)

تقدیم

الحمد للّٰہ و کفٰی والصّلٰوۃ والسلام علٰی اشرف الانبیاء، امابعد !

اللہ تعالیٰ نے جو فرائضِ نبوت رسول اللہ ﷺ کو تفویض فرمائے تھے، اُن میں سے دو کی کیفیت اس طرح بیان فرمائی ہے :

(۱) یُعَلِّمُہُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ ۔ (انہیں کتاب (قرآن مجید) اور حکمت (حدیث طیبہ) کی تعلیم سے سرفراز فرماتے ہیں)

(۲) وَ یُزَکِّیْھِمْ ۔ (اور ان کا تزکیۂ باطن بھی فرماتے ہیں)

حضورِ انور ﷺ نے اپنے جاں نثار، فدا کار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کتاب کے علوم و معارف سے کماحقہٗ آگاہ فرمایا، اور احسان وسلوک میں بھی انہیں کندن بنا دیا۔

پھر صحابۂ کرامؓ سے یہ فیوضات اُمت میں منتقل ہوئے، جس کا تاہنوز مقدس سلسلہ جاری وساری ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ کی قدسی صفات جماعت کو ''محنتِ شاقہ'' کی جاں گداز گھاٹیوں سے گزرنا نہیں پڑا، بلکہ آپ کی محض ''نظر کیمیا اثر'' سے وہ روحانی مدارج حاصل ہو گئے جو بعد میں پوری اُمت کے اولیاء واقطاب بھی حاصل نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے ''تعلیم کتاب'' کا تفویض کردہ فریضہ اُمت کے

''علماء'' نے اپنے ذمہ لے لیا اور اسے ''علیٰ منہاج نبوت'' کماحقہٗ نباہا، یا اس زمرۂ علماء میں ائمۂ مذاہب، محدثین، فقہاء، مفسرین اور دیگر علومِ نبوت کے حاملین شمار ہوتے ہیں۔

جبکہ ''اولیاء اللہ'' کی قدسی صفات جماعت میں اُمت کے اتقیاء، اصفیاء، زہداء، غوث، قطب اور ابدال جیسے نقباء ونجباء پائے جاتے ہیں۔

اگرچہ مذکورہ اوصاف کے حامل علماء بھی ''تزکیہ'' کی صفت سے متصف ہوتے ہیں، مگر ان کا یہ وصف اس قدر نمایاں نہیں ہوتا، جتنا کہ ''اولیاء اللہ'' کی یہ صفت آشکارا ہوتی ہے۔ گویا کہ ''علماءِ اُمت'' علومِ ظاہری میں مہارتِ کاملہ وتامہ کے مالک ہوتے ہیں، جبکہ ''اولیاء اللہ'' علومِ ظاہری وباطنی دونوں کے ''مجمع البحرین'' ہوتے ہیں اور ''شریعت وطریقت'' دونوں کے رمز شناس ہوتے ہیں۔

حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگان مولانا خان محمد قدس سرہ العزیز نہ صرف خود بلکہ ان کا ''خانوادہ''، ''اولیاء اللہ'' کی مقدس جماعت سے وابستہ ہیں، جو علومِ ظاہری وباطنی میں مثلِ آفتاب ومہتاب درخشندہ وتابندہ ہیں۔

نذرانۂ عقیدت :

حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگان مولانا خان محمد نور اللہ مرقدہٗ کی جامع کمالات ہستی ظاہری وباطنی خوبیوں کا پیکر، شریعت وطریقت کے شہسوار، عظیم مربی و شیخ اور علم وعرفان اور رُشد وہدایت کا آفتاب عالم تاب تھے۔

حضرتِ اقدس عبادت وریاضت میں ہمہ وقتی اشتغال تھا، لیکن ماہِ صیام میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں خصوصی اہتمام اور قابلِ رشک کردار ہوتا تھا۔ شب خیزی دائمی عمل تھا، لیکن رمضان المبارک کی پُرکیف لیالی میں ذکر واذکار، نوافل اور تلاوتِ قرآن کی روح پرور بہاریں جوبن پر ہوتی تھیں۔

احسان وسلوک اور تلقین وارشاد کا حلقہ بیحد وسیع تھا، وہ صحرانشیں مردِ درویش

جود وسخا، فیاضی اور مہمان نوازی میں ''حاتم طائی'' سے بھی سبقت لے گیا، ان کے دستر خوان پر خواص وعام کا ہمہ وقتی ہجوم رہتا تھا۔

خانقاہ سراجیہ کے روحِ رواں

''خانقاہِ سراجیہ ایک ایسی خانقاہ ہے جہاں کی فضا ہر قسم کی دنیوی دلکشی اور برائی سے پاک صاف ہے، یہ دینی مرکز، یہ رُشد وہدایت کا مقام، یہ ویرانہ دل کو آباد کرنے کی جگہ، یہ تزکیۂ نفس کے لئے مثالی خانقاہ ہے۔

یوں محسوس ہوتا تھا کہ خانقاہ کا ذرّہ ذرّہ صبح وشام حمد وثنا کرتا رہتا ہے۔ یوں تو کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ موجودات کا ہر ذرہ اپنے خالقِ حقیقی کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے اور اس کے قادر مطلق ہونے کا اعلان کرتا رہتا ہے۔

مگر خانقاہِ سراجیہ میں یہ احساس متشکل ہو کر سامنے آتا ہے، جب علائقِ دنیا کی گرد دامنِ دل سے جھڑ جاتی ہے، تو ذہن روحانیت کے اثرات قبول کرنے، انہیں اپنے اندر جذب کرنے اور پاکیزہ ماحول سے اکتسابِ فیض کرنے کا اہل ہو جاتا ہے۔ یہ روحانی فضا، یہ پاکیزہ ماحول از خود پیدا نہیں ہو جاتا، اس کیلئے ایک خدا رسیدہ بزرگ کے مقدس وجود کا ہونا ضروری ہے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب (نور اللہ مرقدہٗ) کی ذاتِ بابرکات نے اس فضا، اس ماحول کو پُرکشش بنا دیا ہے۔ سینکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے لوگ اس مرکزِ رُشد وہدایت، اس مصدرِ فیوض وبرکات کی کشش محسوس کرتے ہیں۔

یہ کشش اینٹ پتھر سے تعمیر شدہ عمارت کی کشش نہیں، یہ کشش دنیوی نوادرات اور عجائبات کی کشش نہیں، یہ تو ایک وجودِ گرامی، ایک فقیر خدا مست، ایک

درویش حق آگاہ، ایک مردِ کامل، ایک برگزیدہ ہستی کی کشش ہے جس کی صحبت میں تپتے ہوئے دلوں کو راحت اور مضطرب روحوں کو آسودگی میسر آتی ہے"۔

(تاریخ وتذکرہ ص:۷۹،۸۰)

"آپ نورِ باطن سے آراستہ، حلم و بردباری اور اخلاق وتقویٰ سے پیراستہ ہیں۔ علم وفضل اور اخلاص وعمل کے حسین امتزاج سے مزین ہیں، اور سادگی، قناعت، جمالِ روحانیت اور کمالِ جاذبیت کی بلند صفات کے مظہر ہیں۔ عالمِ سکوت میں اہلِ مجلس کو ہمت وتوجہ سے نوازیں تو وہ سر جھکائے بیٹھے بیٹھے بحرِ معرفت وحقیقت میں غوطہ زن ہوجاتے ہیں، اور پل بھر میں صدق وصفا اور تزکیہ وتصفیہ کے گوہر ہائے گراں بہا سے اپنا دامنِ مراد بھر لیتے ہیں۔ جب آپ اہلِ مجلس سے خطاب فرمائیں تو آپ کی نرم گفتاری، شیریں بیانی اور معارف نوازی کے اپنے پرائے سب ہی شیدا ووالہ ہوجاتے ہیں"۔ (سوانح وتذکرہ)

وَلَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَدُوْمُ بِوَاحِدٍ لَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْهِ مُخَلَّدًا

زبدۃ العارفین، قدوۃ الکاملین، رأس الاتقیاء، پیکرِ تقدس وتقویٰ، کوہِ استقامت وجلالت، شیخ المشائخ حضرتِ اقدس مولانا خواجہ ابوالخلیل خان محمد صاحب برّد اللہ مضجعہٗ ۲۲؍ جمادی الاوّل ۱۴۳۱ھ/ ۵؍ مئی ۲۰۱۰ء بروزِ خمیس پوری صدی کے فیوض وبرکات کی تمام وسعتوں کو اپنے دامنِ تابدار میں سمیٹ کر خلدِ بریں میں رونق افروز ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

"اَلْعَيْنُ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ، وَ مَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى بِهٖ رَبُّنَا"۔

"آنکھوں سے آنسو کے سیل رواں ہیں، اور دل پارہ پارہ ہے اور ہم صرف وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا ربّ راضی ہو"۔

اہلِ نظر تصویرِ حیرت ہیں کہ متاعِ دین و دانش لُٹ گئی۔ علماء و مدرسینِ علوم نبوت کی بساط اُلٹ گئی۔ دانشوروں کو غم ہے کہ فضیلت و سیادت کی مسند خالی ہوگئی۔ شمع ختم نبوت کے پروانے اُداس ہیں کہ اُن کا ہادی چل بسا، اہلِ حق سراسیمہ ہیں کہ اُن کی ڈھال چھن گئی، سالکینِ راہِ روانِ صفا کو صدمہ ہے کہ اُن کا مشفق و مربی اُٹھ گیا اور عالمِ اسلام مغموم و محزون کہ ملت ایک دیدہ ور اور پاسبان سے محروم ہوگئی ہے ....

وَ مَا كَانَ قَيْسٌ هَلَكُهٗ هَلَكَ وَاحِدٍ وَ لٰكِنَّهٗ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

وہ شمع کی طرح خود پگھلتے رہے، مگر خلقِ خدا پر ضوفشانی کرتے رہے، خود جلتے رہے، مگر دوسروں کو جلا بخشتے رہے، خود بے چین و بے قرار رہ کر دوسروں کے لئے راحت و سکون عطا کرتے رہے، اِن کے آئینۂ رُخ زیبا میں یادِ خدا کی تصویر جھلکتی نظر آتی تھی۔ ذکر اللہ اُن کے دیدۂ دل کو سرور اور آنکھوں کو نور عطا کرتا تھا۔

مگر اس فرمانِ خداوندی کو وہ بھی وردِ زباں اور حرزِ جان بنائے بغیر نہ رہ سکے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ...... كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت

مگر وہ دنیا سے جاتے ہیں تو اس شان سے جاتے ہیں کہ چہار سُو صفِ الم بچھ جاتی ہے، اُن کے فراق میں زمین و آسمان نوحہ کناں ہیں۔ انسانیت کا پرچم سرنگوں ہوجاتا ہے۔ زمانہ کروٹ بدل لیتا ہے اور قصرِ ملت میں زلزلہ بپا ہوجاتا ہے۔

حضرت خواجہ خواجگان قدس سرہُ العزیز کی ذاتِ والا صفات تو شاداں و فرحاں و خنداں اس دنیا سے تشریف لے گئے، اور ہماری صرف آنکھیں ہی نہیں بلکہ قلب و جگر بھی گریہ کناں ہیں۔ سارا عالم سوگوار ہے اور دنیا کے گوشے گوشے سے حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے لئے خراجِ عقیدت و ارادت پیش کیا جارہا ہے۔ کسی

عارف باللہ نے اس کیفیت کی ترجمانی اپنے حسین الفاظ میں یوں فرمائی ہے ......

یاد داری کہ وقت زادنِ تو
همہ خنداں بوند تو گریاں
آن چناں زی کہ بعد مُردنِ تو
همہ گریاں بوند تو خنداں

بہرحال حضرتِ اقدس قدس سرہ العزیز کے تقدس علمی اور روحانی رفعتِ شان کے پیش نظر ہر طبقہ کے لوگ مغموم ومحزون ہیں۔ قلم وزبان، تحریر، تقریر ہر طرح سے ان کی تعریف وتوصیف میں ہمہ جہت مختلف محاسن کے افراد شامل ہیں، لیکن سب سے بڑھ کر حیرت واستعجاب کی بات یہ ہے کہ ان قابلِ قدر اظہار جذبات کا ولولہ اُن خاصانِ بندگانِ خدا کی طرف سے زیادہ ہورہا ہے، جو خود شریعت وطریقت کے نیّر تاباں اور آفتاب ومہتاب ہیں۔

دو شیخ طریقت کا عظیم جنازہ

بحمد اللہ! راقم اثم کو مشائخِ عظام اور علماءِ کرام کے متعدد نمازِ جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ قطب الزمان سیدی ومولائی ومرشدی شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ امام الہدیٰ جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور قدس سرہ العزیز، حضرتِ اقدس شیخ الحدیث مولانا عبد الحق نور اللہ مرقدہٗ اکوڑہ خٹک، مجاہد اسلام حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہٗ العزیز شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان بردّ اللہ مضجعہٗ اور حافظ الحدیث والقران حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ وغیرھم۔

لیکن جو روحانی کیفیات، اہل اللہ کی کثرت اور عوام الناس کے بے پناہ اجتماع دو نابغہ روزگار شخصیات کی نمازِ جنازہ میں دیکھنے میں آئیں اس کی مثال نہیں ملتی۔

سیدی و مرشدی شیخ التفسیر حضرتِ اقدس لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال پُر ملال ۱۹۹۲ء میں ہوا تھا۔ ان کے وصال کی اندوہناک خبر نشر کرنے میں میڈیا کا کردار انتہائی افسوسناک تھا۔ ٹی وی تو اس وقت تک حدِ بلوغ کو بھی نہیں پہنچا تھا۔ ریڈیو پاکستان نے بھی کردار ادا نہیں کیا۔ روزنامہ جنگ کی ایک کالمی سرخی ''مولانا احمد علی انتقال کر گئے'' اور چند سطری خبر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے رقص کر رہی ہے۔ علماءِ کرام اور عوام و خواص اور دیندار طبقہ مالی مشکلات کا شکار تھا۔ پبلک ٹرانسپورٹ کے علاوہ سفر کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا اور سب روزہ دار بھی تھے۔ اس کے باوجود حضرتِ اقدس کی نمازِ جنازہ میں فقید المثال اجتماع لاہور ہی نہیں بلکہ پاکستان کی تاریخ بے مثل و بے مثال تھا۔

شیرانوالہ سے یونیورسٹی گراؤنڈ تک کئی میل کی مسافت حضرت کے محبین نے پاپیادہ طے کی اپنے کندھوں پر جنازہ اُٹھا کر انتہائی عقیدت و احترام سے حراماں حراماں جنازہ گاہ پہنچایا، چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے تھے کہ جنازے کو کندھا دینے کی سعادت ہر آدمی حاصل کر سکے، لیکن شدید ہجوم کے باعث کتنے ہی بانس ٹوٹ گئے تھے۔ جنازہ کی کیفیت ماسٹر لال دین کی زبانی ملاحظہ ہوں :

''اللہ! اللہ! انسانی نفوس کے اس تلاطم کی سوگواری میں موکلین ارض وسما کی شرکت معلوم ہوتی تھی۔ میانی صاحب کے مبارک قبرستان تک جنازے کی فضاؤں میں لَا یَرَوْنَ فِیْھَا شَمْسًا وَّلَا زَمْھَرِیْرًا لوگ وہاں نہ دھوپ دیکھتے ہیں اور نہ ہی سردی کی شدت محسوس کرتے ہیں) کا مقدس سماں نظر آتا تھا، چند منچلوں نے سرد آہیں بھریں اور اسی طرح بادل نے عقیدت کے آنسو بہائے مگر جنازہ کے اہتمام میں

قدرت کے یہ خدام ممد ومعاون ثابت ہوئے۔

بازار انسانوں کے سروں سے سیلِ رواں بنے ہوئے تھے اور چھتوں اور منڈیروں پر بے شمار مرد وزن اپنے اُم القریٰ کے ہادی کے آخری دیدار کے لئے جمع ہوگئے تھے۔ یونیورسٹی کی پہنائیاں اس وقت تنگ معلوم ہوتی تھیں، جب اسلامیانِ پاکستان نے اپنے روحانی باپ کے وجودِ مسعود کو وہاں جاکر رکھا اور صفیں سیدھی ہوئیں"۔ (انوارِ ولایت ص:۱۷۷)

آج جبکہ فلکِ ولایت کے بدرِ منیر، سلطان الاولیاء، خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد قدس سرہ العزیز کا سانحۂ ارتحال پیش آیا ہے، تو عقل کو خیرہ کرنے والے برق رفتار ذرائع نشر و اشاعت معرضِ وجود میں آچکے ہیں۔ موبائل سروس اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ خبریں شہروں، دیہاتوں، صحراؤں، بیابانوں اور کہساروں میں پل بھر میں گونج جاتی ہیں۔

بنابریں اس سانحۂ جاں گداز سے ہر شخص مطلع ہوگیا۔ پھر جنازہ میں شرکت کے لئے ملک کے طول وعرض سے آنے والے اکثر حضرات اپنی گاڑیوں پر تشریف لائے، اور گرد ونواح کے لوگوں نے موٹر سائیکل کے ذریعہ بھی سفر کیا، جس کی وجہ سے خانقاہِ سراجیہ کے چاروں طرف گاڑیوں کی لمبی لائنیں حدِ نظر تک لگی ہوئی تھیں اور یہی کیفیت موٹر سائیکلوں کی تھی۔

میانوالی اور گرد وپیش کے پٹرول پمپ اور سی این جی اسٹیشن خالی ہوگئے۔ شیخ طریقت وشریعت خواجہ خواجگان کی رہائش گاہ سے متصل جنازہ گاہ اپنی وسعتوں کے باوجود تنگیٔ داماں کی شکایت کررہی تھی، لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔

یہ فیصلہ کرنا تو بے حد دشوار ہے کہ شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کے جنازہ کے شرکاء کی تعداد شمار سے فزوں تر تھی، یا خواجہ خواجگان کا جنازہ افرادی اعتبار سے لاتعداد تھا، وسائل وذرائع کے فقدان کے پیش نظر تو جم غفیر حضرت لاہوریؒ کے جنازہ میں بے مثل و بے مثال تھا، جبکہ موجودہ سفری سہولیات کو مدنظر رکھا جائے تو حضرت خواجہ خواجگان کے شرکاءِ جنازہ عددی اعتبار سے بہت زیادہ تھے۔

حضرتِ اقدس خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ ''سکوت'' آپ کی عادتِ ثانیہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ جلوت ہو یا خلوت، کسی عظیم الشان کانفرنس کی کرسی صدارت پر رونق افروز ہوں یا علماء ومشائخ کی کسی ملکی میٹنگ میں تشریف فرما ہوں، ذکرِ قلبی میں مشغول، زبان پر سکوت کی تالہ بندی ہمیشہ کا معمول تھا۔ استغراق کے عالم میں اپنے محبوب حقیقی کی یاد میں مگن ہیں اور زبان پر مہرِ خاموشی ہے .... ع لبوں پہ مہرِ خاموشی، دلوں میں یاد کرتے ہیں

گویا آپ رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کی تابندہ تصویر تھے :

فَلْيَقُلْ خَيْرًا ...... اَوْ لِيَصْمُتْ نیز ارشادِ گرامی ہے : مَنْ صَمَتْ نَجَاءَ

یہی حضرتِ اقدس کی دائمی صفت تھی جو دوسرے ہمعصر مشائخ سے ممتاز کرنے والی تھی۔

یہ ہے اجمال اور مختصر متن، پیش نظر کتاب تذکرہ وسوانح حضرت خواجہ خان محمد کا، جسے مصنف علاّم مولانا عبدالقیوم حقانی نے مرتب کرکے اُمت کے حضور پیش کررہے ہیں، حقانی صاحب کا انداز، طرزِ تصنیف اور انتخاب ہر لحاظ سے دلچسپ، نافع، انوکھا بلکہ البیلا ہے۔ کتاب شروع کرو تب اٹھو گے جب کتاب ختم ہوجائے گی بلکہ دوبارہ پڑھنے کو جی چاہے گا۔

سیرت وسوانح اور تذکرہ وتاریخ کے حوالے سے مولانا حقانی ایک نئے انداز کے موجد ہیں‘ نہ خاندانی طویل پس منظر‘ نہ رشتہ داری اور برادریوں کے تذکرے‘ نہ اولاد واجداد کے ابواب‘ نہ آباء وانساب کا افتخار اور نہ طویل طویل القابات کے لاحقے اور سابقے ......

اصل ہدف سیرت وکردار کے روشن اور مؤثر واقعات‘ مشاہدات‘ حکایات اور حالات کا اظہار ہے کہ پڑھنے والے پڑھتے جائیں اور دل میں عملِ صالح کے جذبات کی انگیخت ہوتی جائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت خواجۂ خواجگان کے تذکرہ میں وہ اپنے اسلوب میں کامیاب رہے۔

میری دلی دُعا ہے کہ باری تعالیٰ مولانا حقانی کی سی جدید علمی اور تاریخی کاوش کو ان کی دیگر علمی کتابوں کی طرح مقبولِ خاص وعام بنائے اور اُمت کو زیادہ سے زیادہ نفع ہو۔

اللہ ربّ العزت حضرتِ اقدس کو اپنی جوارِ رحمت میں بلند مراتب مرحمت فرمائے، علامہ حقانی کو ان کا تذکرہ وسوانح لکھنے اور ان کے خلف الرشید حضرت مولانا خلیل احمد مدفیوضہم کو ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ (آمین)

محمد عبدالمعبود عفااللہ عنہ

۱۶؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

پیش لفظ

الحمد لحضرۃ الجلالۃ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ۔

بادشاہوں کے پاس حکومت ہوتی ہے، دولت کے انبار ہوتے ہیں، اقتدار کا نشہ ہوتا ہے، نوکر چاکر ہوتے ہیں، فوج اور پولیس ہوتی ہے۔ اس کے باوجود ان کی حکومت لوگوں کے دلوں پر نہیں گردنوں پر نظر آتی ہے۔ بسا اوقات ان کی حکومت لوگوں کی گردنوں سے آگے نہیں بڑھنے پاتی، ان کے سطوت و جبروت کے سامنے بظاہر لوگوں کی گردنیں جھکی ہوئی نظر آتی ہیں مگر بہت کم ایسے خوش قسمت سلاطین ہوتے ہیں جن کی حکومت گردنوں کی حدود سے آگے بڑھ کر دل کی مملکت تک پھیل جائے اور لوگ خلوصِ نیت سے ان کی حکومت کو تسلیم کرلیں۔

اس کے مقابلے میں علماء، اولیاء، صلحاء اور درویشانِ خدا مست قسم کے لوگ، جن کو ایک وقت کے کھانے کا سامان بھی کبھی میسر ہوتا ہے اور کبھی نہیں، وہ اپنے حال میں مست رہتے ہیں۔ نہ نوکر نہ چاکر، نہ مال نہ منال، مگر دنیا کے بڑے بڑے اربابِ اقتدار، صاحبانِ ثروت اور عام مسلمان ان کے سامنے جانے سے گھبراتے ہیں اور ان کی زبانِ مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ اپنے حق میں نوشتہ تقدیر ٹھہراتے ہیں۔

لوگ از خود ان تاج دارانِ بے تاج اور سلاطین بے سلطنت کے سامنے پورے خشوع و خضوع کے ساتھ جھکتے ہیں، ان کے ہر حکم کو سر آنکھوں پر قبول کرتے ہیں اور ان کی ایک جنبشِ ابرو پر اپنی جان و مال کا متاع گراں بہا نچھاور کر دیتے ہیں۔

روحانی تاجداروں کے سربلند طبقے کے ایک فردِ فرید حضرت خواجہ خان محمدؒ بھی تھے۔ جن اہلِ علم کو حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کو قریب سے دیکھنے اور ان کے مزاج کو سمجھنے کا اتفاق ہوا ہے انہوں نے اپنی آنکھوں سے ان کی دلپذیر و دلنواز شخصیت میں ان کے اپنے مخصوص رنگ کے ساتھ اس عجیب و غریب جامعیت اور اسلام اور امتِ مسلمہ کے مختلف شعبوں اور ان میں لگے ہوئے باتوفیق اکابر و اصاغر کے بارے میں اس حیرت انگیز اور بے مثال بے تاج شاہی اور بے مثال اعتدال کی کارفرمائی دیکھی ہے، جو اب خدا جانے کب اور کہاں دیکھنے کو ملے گی۔ وہ ایک طرف علومِ شریعت کے امین، سنت کے ناشر، مسائلِ تصوف کے بلند پایہ شارح، دینی مدارس اور دینی جماعتوں کے سب سے بڑے پشت پناہ اور شیخ الشیوخ تھے۔ ہر علمی اور دینی کام کی اور اس کے انجام دینے والے کی جس طرح وہ ہمت افزائی اور تائید فرماتے تھے وہ انہی کا حصہ تھا، وہ دین کے فروغ اور خلقِ خدا کی عمومی اصلاح کے لئے ہر وقت بے چین و مضطرب رہتے، اس سلسلہ میں ہر اس کام کی قدر کرتے اور اس کے لئے دعا گو رہتے، جس کا رُخ اور مزاج کم از کم ان کی دانست میں صحیح ہوتا۔

خواجہ صاحبؒ سے پہلی ملاقات ڈیرہ اسماعیل خان کے مدرسہ نعمانیہ صالحیہ میں ہوئی۔ میری اسکول کی طالب علمی کا زمانہ تھا، غالباً ۱۹۷۰ء کی بات ہے، قائدِ ملت مولانا مولانا مفتی محمودؒ ضیغمِ اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ڈیرہ اسماعیل خان

کے حق نواز پارک میں جلسۂ عام سے خطاب کرنا تھا، میں دسویں جماعت کا طالب علم تھا، حضرت قائدِ ملت مولانا مفتی محمودؒ کی تقریر سننے کے لئے اپنے آبائی گاؤں چودھوان سے ڈیرہ اسماعیل خان پہنچا۔ عصر کی نماز دارالعلوم نعمانیہ صالحیہ میں پڑھی، عصر کی نماز کے بعد مسجد کے صحن میں قائدِ ملت مولانا مفتی محمودؒ نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا، ان کی سیاسی اور قومی وملی امور سے متعلق گفتگو میری سمجھ سے بالاتر تھی، صحافیوں کے سوالات اور قائدِ ملت کے جوابات بھی ہوئے مگر میری نظر ایک شخصیت پر ٹکی رہی جو حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ بائیں جانب رکھی گئی کرسی صدارت پر جلوہ افروز تھی، لمبی داڑھی، سیاہ پگڑی، رنگ میں ملاحت، نگاہیں شرم وحیا سے جھکی ہوئی اور باوقار اندازِ نشست، پوچھ پاچھ سے معلوم ہوا کہ یہ کندیاں شریف کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ ہیں۔

چودھوان کے حضرت مولانا مفتی عطاء محمدؒ میرے استاد تھے، سراجی میں نے ان سے پڑھی، خانقاہ کندیاں شریف میں ان کا قیام رہا، درس وتدریس اور افتاء کی خدمت کرتے رہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کا اپنے پیشرو کی جانشینی کے لئے نام بھی حضرت مفتی صاحبؒ نے پیش کیا تھا اور تائید کنندگان میں بھی وہ پیش پیش تھے۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کو ان پر بے حد اعتماد تھا، فقہی مسائل میں ان سے رجوع کرتے تھے، تحفۂ سعدیہ اور دیگر متعدد کتب پر ان کے حواشی بھی ہیں، ان کی مجالس میں خانقاہِ کندیاں شریف اور حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کا خصوصیت واہتمام سے ذکر ہوا کرتا تھا اور قدرت نے میرے قلب کی معصوم سرزمین میں اہل اللہ اور اولیاء اللہ کے سرخیل حضرت خواجہ صاحبؒ سے محبت کی تخم ریزی کا یوں اہتمام

کردیا تھا۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں تقرری کے آٹھ دس سال بعد جامعہ اشرفیہ حسن ابدال میں سالانہ جلسۂ دستار بندی میں مجھے بطورِ مہمان خصوصی کے مدعو کیا گیا، جب میں وقتِ موعود پر پہنچا تو انتظامیہ نے میری علیحدہ ایک کمرے میں نشست رکھی کہ ہجوم اور ازدحامِ خلق سے علیحدہ رہوں، چائے وغیرہ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ سامنے نظر اٹھی، دیکھا ایک بوڑھے بزرگ، سر پر پگڑی، صورت وہیئت ایک دیہاتی زمیندار کی، وضع قطع متواضعانہ، میری ابھی نظر ان سے نہیں ہٹی تھی کہ ایک صاحب دوڑتے ہوئے میرے پاس آکر کہنے لگے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ آپ سے ملنے تشریف لا رہے ہیں میں پانی پانی ہوگیا، دوڑ کر حضرتؒ سے ملا، مصافحہ کیا، حضرتؒ میرے کمرے میں تشریف فرما ہوئے، میں نے اپنا گاؤ تکیہ حضرت کو بڑھا دیا، چند لمحے خاموشی رہی، قدرے طویل سکوت توڑ کر حضرت رحمہ اللہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''حضرت مولانا مفتی عطاء محمد صاحبؒ کا کیا حال ہے؟''

ان کی خیر وعافیت، صحت، مشاغل وغیرہ دریافت کرتے رہے، پھر ارشاد فرمایا:

''تمہاری کتاب ''دفاعِ امام ابوحنیفہؒ'' اپنے موضوع پر جامع اور مکمل کتاب ہے، احقر نے بالاستیعاب مطالعہ کی ہے، میں نے آتے ہی تمہارا دریافت کیا، معلوم ہوا کہ آپ تشریف لا چکے ہیں، میں نے کہا پہلے ملاقات کرلیتے ہیں پھر دیگر مشاغل۔ ایک تو اس لئے کہ ''دفاعِ امام ابوحنیفہؒ'' سے بہت فائدہ پہنچا۔ دوسرا اس لئے

بھی کہ تم مولانا مفتی عطاء محمد صاحبؒ کے شہر کے ہو، اور وہ میرے محسن ہیں، تو ان دونوں نسبتوں کے حوالے سے میرا حق بنتا تھا کہ میں تمہارے پاس آ کر تم سے مل لوں''۔

عشاء کے بعد حضرت کی سرپرستی تھی اور میرا بیان تھا، میرا آغازِ کار تھا، جوانی تھی اور کچھ نادانی بھی، اپنی تقریر میں بہت سی ایسی باتیں کہہ گیا جو حضرت کی موجودگی میں نہ کرنے کی تھیں، بیان سے فراغت کے بعد حضرت کی شفقت، مشفقانہ گفتگو، عنایت اور بھرپور توجہ حاصل رہی، میں سمجھا حضرت کے وسعتِ ظرف نے میری نادانیوں کو کھلے دل سے برداشت کرلیا۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ اپنی ذاتی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں :

''۲۵/مارچ ۱۹۸۹ء : ہم لوگ حسن ابدال کے لئے روانہ ہوئے، پہلے مولوی شمس الدین مرحوم کے مزار پر حاضری دی، پھر مدرسہ آئے، مغرب کی نماز پڑھی پھر کھانا کھانے گئے، واپسی پر (عبدالقیوم) حقانی صاحب اکوڑہ خٹک والوں سے ملاقات ہوئی۔ عشاء کی نماز پڑھی، پھر جلسہ شروع ہوا، تلاوت اور نعت خوانی کے بعد پہلی تقریر حقانی صاحب کی ہوئی پھر دستار بندی ہوئی۔ دُعا کے بعد ۱۱ بجے جلسہ ختم ہوا''۔ (خواجہ خان محمد کی ڈائریاں ص: ۲۵۸)

پنڈ دادن خان کے بزرگ عالمِ دین، مدرس و مصنف، خطیبِ اسلام کے ہاں ایک جلسہ میں حاضری کے موقع پر حضرت خواجہ صاحبؒ سے ملاقات ہوئی :

'' حضرت مولانا قاری قیام الدین مدظلہ کے ہاں ان کے

مدرسے کا سالانہ جلسہ دستار بندی تھا، حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب بھی تشریف فرما تھے، خواجہ صاحب بھی مدعو تھے، حضرت خواجہ صاحبؒ کی سرپرستی اور صدارت تھی، جلسہ و بیان سے فراغت کے بعد علیحدہ خلوت میں حضرت خواجہ صاحبؒ سے دوبارہ ملاقات ہوئی، بار بار نظرِ شفقت فرماتے رہے، مشاغل کا پوچھا، میرے بیان پر خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا اور تشجیعی کلمات سے نوازتے رہے۔ بات بہت مختصر، جملہ بہت چھوٹا، مگر جو ارشاد فرمایا دریا بہ کوزہ تھا"۔

پانچ چھ سال قبل تعلیم القرآن ویسہ، ضلع اٹک میں سالانہ ختم بخاری کی تقریب بھی تھی اور بیرون شہر نئے ادارے کا سنگ بنیاد رکھنا تھا، جب مجھے خطاب کی دعوت دی جانے لگی تو حضرت خواجہ صاحبؒ اسٹیج پر آکر کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوئے، میرا بیان مکمل ہوا تو حضرت کے رفقائے سفر خدام نے فرمایا کہ حضرت نے فرمایا :

"جب حقانی کے بیان کا وقت ہو تو مجھے اسٹیج پر لے جانا، حضرت تمہارے بیان کے لئے خصوصیت سے منتظر تھے۔ بس میرے لئے اس قدر توجہ اور حضرت کی قلبی عنایت دنیا میں استناد اور آخرت میں نجات کا وسیلہ ہے"۔

دو تین سال قبل برادر مکرم حضرت مولانا حسین احمد مدظلہ کی دعوت پر بھکر اور دریا خان کے دینی مدارس کے اجتماعات میں شرکت کا پروگرام بنا، میری درخواست پر مولانا حسین احمد نے پروگراموں کی ترتیب میں خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف میں

حاضری اور حضرت خواجہ صاحبؒ سے ملاقات کے پروگرام کو بھی شامل کرلیا، چنانچہ ان کے والد صاحبؒ، خود مولانا حسین احمد اوران کے بھائی بھی ہمارے ساتھ حضرت خواجہ صاحبؒ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، گاڑی کی ڈرائیونگ عزیزم گل رحمٰن کر رہے تھے، خانقاہ میں قدم رکھتے ہی بڑا سکون حاصل ہوا، گاڑی سے اترے تو سیدھے حضرات کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ واپسی پر حضرت کے خادمِ خاص نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر عام لنگر کے بجائے خاص دارالاضیاف میں ٹھہرایا اور خصوصی ضیافت کا انتظام کیا۔ حضرت سے ملاقات کے لئے ان کے دولت کدہ پر حاضری ہوئی، احباب نے ابھی تک میرا تعارف نہیں کرایا تھا، مگر حضرت کے سرہانے ''جمالِ یوسف'' پڑی تھی، ارشاد فرمایا :

''بیٹے! ''جمالِ یوسف'' کا مطالعہ کرو، مولانا عبدالقیوم حقانی نے لکھی ہے، علماء ومدرسین کے لئے نفع کی چیز ہے''۔

احقر نے عرض کیا حضرت! عبدالقیوم حقانی تو آپ کے قدموں میں بیٹھا ہے، بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ مسندِ ارشاد کے شہ نشین تھے اوراپنے اسلاف کی خصوصیات وکمالات کے وارث وامین تھے، تزکیہ وارشاد کا جوکام اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا وہ بلاشبہ اس آخری دور میں ان ہی کا حصہ تھا وہ حقیقی معنوں میں فقیر منش انسان تھے۔ ہمیشہ نام کے ساتھ فقیر لکھتے اور لکھواتے تھے۔

ایک شاعر کے اشعار کا مفہوم کچھ یوں ہے: میں نے شاہوں کے دستر خوانوں سے کام ودہن کی لذتیں حاصل کیں۔ امراء کی صحبت میں بیش قیمت موتی چنے اور تہذیب کے نقش ونگار سے جی بہلایا، علماء سے نوادراتِ علم کو اخذ کیا، ادیبوں کے

دامن سے پھول اکٹھے کیےاور شاعروں کے جیب ودامن سے جواہر پارے......مگرنگر نگر ڈھونڈنے اور محفل محفل گھومنے کے بعد سکون کی نعمت صحبت فقر میں ملی ......

نہ تخت وتاج میں نہ لشکر وسپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

مطلب بار بار دماغ میں اترتا رہا لیکن حضرت خواجہ صاحبؒ کی صحبت میں پہلی دفعہ یہ راز کھلا کہ مردِ قلندر کی بارگاہ کیا ہوتی ہے؟ بس اب میں گناہ گار درمیان سے ہٹ رہا ہوں، ورق پلٹیے اور ہمارے حضرت خواجہ صاحبؒ کے سیرت وکردار کے رُخِ زیبا کا دیدار کیجئے، اللہ گواہ ہے مقصود شخصیت کی مدح سرائی نہیں بلکہ فکروعمل کی انگیخت اور جذبۂ عمل کو زندہ کرنا ہے کہ ہمیشہ یہی ہمارا مشن رہا ہے تذکرہ وسوانح کے حوالے سے جتنی سوغاتیں بھی ہم نے قارئین کی خدمت میں پیش کی ہیں سب کا ہدف یہی تھا، ان شاء اللہ یہی رہے گا۔ ہماری پکار، ہمارا پیغام اور ہمارے وعظ کا خلاصہ بھی یہی ہے..........

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

عبدالقیوم حقانی

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ/۲۶/مارچ ۲۰۱۱ء

باب : ا

سلسلۂ نسب، تذکرۂ والدین ابتدائی تعلیم اور حُلیہ مبارک

قرآن مجید نے تمام انسانوں کو ایک ہی ماں باپ یعنی سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کی اولاد قرار دیا ہے اور ان کے شعوب وقبائل میں تقسیم ہونے کو محض ایک فطری ذریعۂ تعارف وشناخت قرار دیتے ہوئے تقویٰ کو معیارِ فضیلت کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ رنگ ونسل اور ذات پاک کا تصور اسلام کے مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ اقبالؔ نے بڑی دردمندی سے فرمایا تھا .... ؂

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

کفر وشرک کے بیماروں نے انسان اور انسانیت کے درمیان تفریق اور تفوق کے لئے طرح طرح کے بت تراش لئے ہیں اور ان بتوں کی پرستش نے انسانی معاشرے کو ہمہ نوع انتشار وافتراق سے دوچار کر دیا ہے۔ لاہوری قلندر فرماتے ہیں............ ؂

نسل قومیت کلیسا سلطنت تہذیب و رنگ
خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات

اسلام کا مزاج آفاقی ہے اللہ کرے مسلم معاشرہ ذات پات کے جھنجٹ سے آزاد ہو کر اس منزل کو اپنا ہدف اور مشن بنائے جو علامہ اقبال کی خواہش، آرزو اور دلی تمنا تھی ....

پَرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلمان کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کاروان تو ہے

سلسلۂ نسب :

ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ نسباً صدیقی تھے آپ کا سلسلۂ نسب خواجہ عثمان دامانی اور حضرت خواجہ مظہر جانِ جاناں رحمہ اللہ کے واسطے سے ہوتا ہوا (۱۳۷) واسطوں کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے جا ملتا ہے۔

صدیقی فطرت، صدیقی نسبت :

اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کی فطرت میں ترحم اور نرمی ودیعت کر رکھی ہے اور بعض کی فطرت میں شدت اور سختی۔ اس کا بہترین نمونہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں دونوں کے اس مزاجی فرق کا بار بار ظہور ہوا، ہر موقع پر صدیق اکبرؓ کی طرف سے "اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ" کی شان ظاہر ہوئی، لیکن جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض قبائل نے جو اسلام قبول کر چکے تھے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو صدیق اکبرؓ نے اس کو دین میں فتنہ اور رخنہ سمجھا، فرمایا :

''میری زندگی میں دین میں کمی بیشی ہو اور میں زندہ رہوں یہ ناممکن بات ہے''۔

اوران کے خلاف ایسا متشددانہ فیصلہ فرمایا کہ شروع میں حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اس سے اتفاق نہ کیا تو صدیق اکبرؓ کو ان پر ایسا غصہ آیا فرمایا :

''یہ کیا ہے تم کفر کی حالت میں تو بڑے بہادر تھے اور اسلام میں آکر بزدل ہو گئے''۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ نسباً بھی صدیقی تھے اور مزاجاً بھی۔ جس چیز کو انہوں نے دین میں فتنہ سمجھا اس کے بارے میں ان کے اندر وہی شدت پیدا ہوئی جو ان کے جدِ امجد حضرت صدیق اکبرؓ میں پیدا ہوئی تھی۔

بہر حال حضرت خواجہ صاحبؒ کے بزرگوں کا تعلق راجپوتوں کی قوم تلوکر سے تھا۔ یہ لوگ زمیندار اور علاقے کے مَلِک شمار ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے دادا کا نام ملک مرزا خان تھا اس لئے آپ کا قبیلہ مرزا خیل کے نام سے بھی مشہور تھا۔

حضرت خواجہ صاحب کا سلسلۂ نسب یہ ہے، خان محمد بن ملک خواجہ محمد عمر بن ملک مرزا خان بن ملک غلام محمد بن ملک فتح محمد۔

والدین :

حضرت خواجہ صاحب کے والد گرامی کا نام خواجہ عمر تھا یہ خانقاہِ سراجیہ کے بانی حضرت اقدس ابوالسعد احمد خان کے چچازاد بھائی تھے، بہت نیک اور خداترس انسان تھے، موصوف حضرت خواجہ سراج الدینؒ موسیٰ زئی شریف کے مرید تھے۔ خواجہ سراج الدین آپ کو ''نکا'' مرید کے نام سے پکارتے تھے، نِکا سرائیکی زبان میں چھوٹے

کو کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ کی والدہ محترمہ بھی بہت نیک اور صالحہ خاتون تھیں

پچاس سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

ولادت :

حضرت خواجہ خان محمدؒ ۱۹۲۰ء میں خواجہ محمد عمرؒ کے ہاں بستی ڈنگ (میاں والی) میں پیدا ہوئے۔ ضلع میاں والی میں کندیاں شریف کے قریب دریائے سندھ کے کنارے پر ''بکھرہ'' نامی ایک قصبہ تھا جو دریا بُرد ہوا تو اس قصبہ کے لوگوں نے مختلف بستیاں آباد کر لیں، ان بستیوں میں ایک بستی ڈنگ کے نام سے مشہور ہوئی اور یہی بستی حضرت کا مولد و مسکن بنی۔

فقیر کی وجہ تسمیہ :

حضرت خواجہ خان محمدؒ اپنے نام کے ساتھ فقیر لکھا کرتے تھے۔ رانا عبدالجبار خان نے ایک بار حضرت خواجہ صاحب سے پوچھا :

بابا جی! ''آپ اپنے اسم مبارک کے ساتھ فقیر کیوں لکھتے ہیں؟''

فرمایا :

''ہمارے حضرات سے ایسے ہی چلا آ رہا ہے لفظ فقیر سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا میں ہے :

''فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ'' (القصص: ۲۴)

ترجمہ : بولا اے رب! تو جو چیز اتارے میری طرف اچھی، میں اس کا محتاج و فقیر ہوں۔ (لولاک نمبر ص ۲۷۹)

مولانا ابوالسعد احمد خانؒ کے دامن تربیت میں :

حضرت خواجہ صاحبؒ کو ابتداء عمر میں کھولہ شریف ضلع میاں والی کے مڈل سکول میں داخل کرایا گیا، آپ نے چھٹی کلاس تک یہاں تعلیم حاصل کی ابھی آپ سکول میں زیر تعلیم تھے کہ آپ کو حضرت ابوالسعد احمد خانؒ خلیفۂ مجاز حضرت خواجہ سراج الدینؒ نے اپنے دامن رُشد و ہدایت میں لے لیا۔ جناب نذیر رانجھا صاحب لکھتے ہیں :

"مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ نے ایک مرتبہ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ محمد عمر صاحبؒ سے فرمایا کہ آپ کے پاس تین چیزیں ہیں کہ میرے پاس اس قسم کی ایک بھی نہیں۔ آپ ان میں سے ایک مجھے دے دیں (اس وقت حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے ہر دو برادرانِ گرامی شیر محمد صاحبؒ اور فتح محمد صاحبؒ حیات تھے اور آپ تینوں میں منجھلے تھے اور محترم ملک محمد افضل صاحبؒ ابھی تولد نہ ہوئے تھے۔ اتفاق کی بات کہ ان دِنوں لنگر کی شِیر دار (دودھ دینے والی) بھینس خشک ہو چکی تھی اور حضرت خواجہ محمد عمر صاحبؒ کے پاس تین بھینسیں تھیں چنانچہ انہوں نے خیال کیا کہ حضرت اقدس قدس سرہ اپنے لنگر کے درویشوں کے لئے ایک بھینس طلب فرما رہے ہیں، لہٰذا فرمایا : آپ میری تینوں شیر دار بھینسیں لے لیں"۔

اس پر حضرت قدس سرہ مسکرائے اور فرمایا :

''خواجہ عمر! ہمیں کسی بھینس کی احتیاج نہیں، اپنا ایک بیٹا ہمیں دے دو''۔

حضرت خواجہ محمد عمر صاحبؒ نے جواب دیا کہ آپ جونسا لڑکا پسند فرمائیں وہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس قدس سرہ کے ارشاد کے مطابق حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کوسکول کی تعلیم سے ہٹا کر آپ کی خدمت میں خانقاہ شریف بھیج دیا گیا''۔ (شیخ المشائخ نمبر: ص ۶۱)

ابتدائی تعلیم :

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ نے قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتابیں خانقاہ میں پڑھیں۔ آپ بچپن ہی سے انتہائی سنجیدہ، بردبار، متین، خاموش طبع اور صلح جو طبیعت کے حامل تھے، مزاج خادمانہ تھا۔

پروفیسر علامہ میاں منظور احمد صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ کچھ عرصہ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے رہے، فرماتے ہیں کہ دارالعلوم (دیوبند) کے تمام اساتذہ کرام حضرت خواجہ صاحب کا زمانۂ طالب علمی میں بھی احترام فرماتے تھے اور دارالعلوم میں تو ہر خورد و کلاں (چھوٹے بڑے) کی زبان پر یہی تھا کہ یہ پنجاب کی بہت بڑی گدی کے سجادہ نشین ہوں گے۔ یہاں یہ کہاوت برموقع معلوم ہوتی ہے کہ زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔

خدمت کا اہتمام :

چنانچہ بزمانہ قیام دارالعلوم ہمیں کھانے میں بڑی سہولت رہی، جب کبھی

ادھر ادھر جانا ہوتا تو حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ ہمارے لئے لنگر خانہ سے کھانا لے کر سنبھال رکھتے اور روٹیاں گرم رکھنے کے لئے لحاف میں چھپا دیتے پھر ہمارے آنے کا انتظار کرتے، جب ہم پہنچتے تو آپ دستر خوان بچھا کر کھانا لگا دیتے۔ (لولاک: ص ۳۰۱)

آج ہم اپنے بزرگوں اور قائدین کی کامیابی پر نظر ڈالتے ہیں اور یہ خواہش کرتے ہیں کہ ہمیں بھی ان کی طرح قدر و منزلت حاصل ہو لیکن ان بزرگوں کے بچپن کے حالات اور محنت و مجاہدہ کی طرف ہماری نگاہ نہیں جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ آج جن علماء، خطباء، مصنفین اور مدرسین کی شہرت ہے، عزت ہے اور معاشرے میں ایک مقام ہے تو پس منظر میں ان کی محنت، جد و جہد، کوشش اور مساعی ہے ...... ؎

بے کوشش و بے جہد ثمر کس کو ملا ہے
بے غوطہ زنی گنج گہر کس کو ملا ہے
بے خاک کے چھانے ہوئے زر کس کو ملا ہے
بے جورکشی تاج ظفر کس کو ملا ہے
جو رتبہ بالا کے سزاوار ہوئے ہیں
وہ پہلے مصیبت کے طلبگار ہوئے ہیں

حضرت خواجہ خان محمد، حضرت مولانا ابو السعد احمد خان کی خدمت میں کافی مدت رہے حضرت احمد خان کے تمام خانگی امور کی انجام دہی آپ کے سپرد تھی۔ اس زمانے میں خانقاہ سراجیہ کے تعمیری کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے اور خانقاہ کے درویشوں اور زائرین کی خدمت اور پاسِ خاطر میں بھی مصروف رہتے۔

حلیہ مبارک :

طویل القامت، کشادہ جبیں، خاموش طبیعت، پیکر شفقت و محبت، سر پر پگڑی جس میں چھوٹا سا شملہ، ناک ستواں، زبان پر ذکر اللہ، داڑھی سفید اور اجلی، چہرہ کی عظمت پر عبادت کی دستاویز، صاف باطن اور روشن ضمیر انہیں دیکھ کر احساس ہوتا کہ اہل اللہ کیا ہوتے ہیں وہ فی الحقیقت ایک ایسا پیکر تھے جن سے اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ۔گمشدہ زمانوں کے راست باز علماء کی ایک جیتی جاگتی تصویر، طبیعت میں حلم، مزاج میں انکسار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں ڈوب کر اپنے آپ کو کھو دینے والا ایک درخشندہ و روشن چہرہ، طبیعت میں فقیری، دنیا کا تو ذکر ہی کیا اپنی ذات سے بے نیاز، ان سے ملاقات کر کے جوش یاد آ جاتے جنہوں نے کہا تھا ......

بڑا جی خوش ہوا کل جوش سے اے ہم نشیں مل کر
ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں

لباس :

آپ کا لباس کُرتا چادر اور عمامے پر مشتمل ہوتا تھا، کبھی کبھی شلوار بھی پہنتے تھے ۔میانوالی کے معروف کُرتے سے آپ کا کُرتا قدرے مختلف ہوتا تھا کہ آپ کے بازو پر بٹن والے کف نہیں ہوتے تھے بلکہ گول کف ہوتے تھے ۔میانوالی کے خواتین جو سفید چادر پہنتے ہیں، اس کا انداز کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے لمبے پلو ہوتے ہیں اور چادر ٹخنوں سے کافی نیچے ہوتی ہے جبکہ ہمارے حضرت کی چادر عموماً نیلگوں رنگ کی ہوتی، اس طرح پہنی جاتی کہ اس کا نیچے والا کنارہ تقریباً گول دکھائی دیتا اور

ٹخنوں سے دو تین انچ اونچا ہوتا، بعض اوقات موٹی پنڈلی بھی نظر آتی، چادر کے پلّو مختصر ہوتے جو باندھتے ہی لپٹے جاتے اور نظر نہ آتے۔ آپ کا عمامہ سفید رنگ کا ململ کا ہوتا، جس کو کلف لگا کر باندھتے، لیکن باندھنے کا طریقہ میانوالی کے علاقہ کے طریقے سے قدرے مختلف ہوتا۔ علاقائی انداز سے نماز میں عمامہ کے بل پر سجدہ ہوتا ہے مگر حضرت ٹوپی کے اوپر عمامہ اس طرح دائیں سے بائیں پہنتے کہ پیشانی پر ۸ کا نشان بنتا تا کہ سجدہ کرتے وقت عمامے کے بل پر سجدہ نہ آئے۔

یہاں مجھے ایک نصیحت یاد آئی جو ایک عمر رسیدہ نمازی نے کی، ان صاحب نے فرمایا کہ:

> ''جب عمامہ باندھو تو پیشانی کے اوپر والے ایک دو بال ننگے ہونے چاہئیں جو در حقیقت عمامہ کے بل پر سجدہ کرنے کی کراہت سے بچنے کا بہترین طریقہ ہے''۔

حضرت آدھے بازو والی بنیان بھی زیبِ تن فرماتے، کبھی کبھی سر پر کپڑے کی ٹوپی بھی پہنتے جو سفید رنگ کی ہوتی، اس ٹوپی کی سلائی طاق ٹانکوں سے تیار ہوتی ہے، اگر یہ سبز رنگ کی ہو تو گنبدِ خضراء سے بہت مناسبت ہو۔ حضرت اپنے ہاتھ میں ایک مختصر سا کپڑا رکھتے تھے جو عموماً انڈیا یا بنگلہ دیش سے ساتھی لاتے تھے، یہ کپڑا نفیس سوت کا خانے دار ہوتا ہے اور دو چھوٹے رومال یعنی پون گز دو ڈیڑھ گز کے سائز کا ہوتا ہے۔ اس کو عام طور پر مدراسی کہا جاتا ہے۔ (لولاک نمبر: ص۴۹۱)

حضرت خواجہ صاحبؒ ایک ایسا دینی وجود تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے شمار روحانی کمالات سے نوازا تھا۔ آپ ان اولیاء اللہ میں سے تھے جنہوں نے دنیا کے

گوشے گوشے، گلی گلی، اور قریہ قریہ میں عشقِ رسولؐ اور عقیدہ ختم نبوتؐ کے علَم کو بلند کیا اور لاکھوں بندگانِ خدا کو خُدا سے جوڑا۔

اقبال کا مشہور شعر ہے .... ؎

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
وہ سپاہ کی تیغ رانی یہ نگاہ کی تیغ بازی

☆ ☆ ☆

باب : ۲

تذکرہ واحترامِ اساتذہ

حضرت خواجہ خان محمدؒ نے درج ذیل اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا :

1 ...... حضرت مولانا پیر سید عبداللطیف احمد پور سیالوی رحمہ اللہ

2 ...... حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ

3 ...... مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کیمل پوری رحمہ اللہ

4 ...... مولانا قاسم ہزاروی رحمہ اللہ

5 ...... مولانا حافظ عبدالرحمٰن امروہی رحمہ اللہ

6 ...... مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ

7 ...... حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

8 ...... مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ

9 ...... مولانا ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ

10 ...... مولانا محمد ادریس سکروڈھوی رحمہ اللہ

11 ...... مولانا عبدالعزیز کیمل پوری رحمہ اللہ

۱......حضرت مولانا پیر سید عبداللطیف احمد پور سیالوی رحمہ اللہ:

مولانا عبداللطیف احمد پور ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے پہلے خلیفہ تھے۔نسبی تعلق سید مخدوم جہانیاں اوچ شریف سے تھا۔آپ نے عربی، فارسی کی ابتدائی تعلیم پنجاب کے مختلف مدارس میں حاصل کی اور تکمیل حضرت انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی خدمت میں رہ کر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں کی۔سلوک کے مراحل طریقہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کی صحبت میں طے کیے اور پھر مجاز ہوئے۔دیگر سلاسل کی نسبتوں سے فیض یاب ہوکر تمام سلاسل میں اجازت مطلقہ سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ نے قرآن مجید اور چند ابتدائی کتابیں آپ سے پڑھیں۔

(بیس مردانِ حق: ص ۶۳۲)

۲......حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ:

مولانا عبداللہ لدھیانوی حضرت خواجہ خان محمدؒ کے شیخ بھی تھے اور استاذ بھی، محسن بھی تھے اور مربی بھی۔حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے پیرومرشد مولانا عبداللہؒ سے فارسی نظم ونثر اور صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں۔آپ نے اپنے مربی ومحسن حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ کے وصال کے بعد پندرہ برس تک اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر باطنی علوم وفیوض کی تعلیم پائی، آپ کو یکے بعد دیگرے دو بلند مرتبہ شیوخ سے فیض یاب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی، جس کی بدولت آپ کو اس راہ میں کمال نصیب ہوا۔

جناب نذیر احمد رانجھا صاحب لکھتے ہیں :

''ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد عبداللہ قدس سرہٗ نے حضرت قاضی شمس الدین سے فرمایا: ''حضرت شیخ الہندؒ جب مالٹا میں نظر بند تھے تو معارف قرآن کریم پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا، چند صفحات لکھنے کے بعد اسے ترک کر دیا، استفسار پر فرمایا کہ میں نے کتاب کی بجائے ایک آدمی (حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) پر محنت شروع کر دی ہے تا کہ خلقِ خدا کی ہدایت کے لئے ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار ہو جائے''۔

حضرت اقدس (مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ) نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ میں بھی ایک آدمی تیار کر رہا ہوں، بعد ازاں قرائن سے پتہ چلا کہ وہ آدمی مخدوم زمان حضرت مولانا ابوالخلیل خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ ہیں، جو آپ کے خلیفہ و جانشین قرار پائے۔ (لولاک نمبر: ص ۶۵۶)

مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے والد کا نام میاں نور محمدؒ تھا آپ موضع سلیم پور ضلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی، ۱۹۲۴ء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، درس نظامی کے وسطات سے دورۂ حدیث تک تمام علوم وفنون کی کتابیں دالعلوم دیوبند میں پڑھیں۔ ۱۹۲۷ء میں دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے۔ مولانا ابوالسعد احمد خانؒ بانی خانقاہ سراجیہ سے بیعت ہوئے اور بس خانقاہ کے ہو رہے۔ پوری زندگی آستانہ شیخ کی خدمت کے لئے وقف کر دی اور یہیں دفن ہوئے۔

مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے اپنی زندگی میں حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ

کو اپنا جانشین مقرر کردیا تھا۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ نے آپ سے بیعت کا تعلق قائم کیا اور سولہ سال حضرت لدھیانویؒ کی خدمت میں گزارے۔ حضرت پیرومرشد کے ادب کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی انہوں نے یاد کیا تو حضرت خواجہ صاحبؒ کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا۔ حضرت لدھیانویؒ نے مجددی نصاب سلوک کی ساری تعلیم دی تین مرتبہ امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ کے مکتوبات کو سبقاً سبقاً پڑھایا حضرت شاہ دہلویؒ کے مکتوبات، مکتوباتِ معصومیہ، اور شاہ ابو سعید کی ہدایت الطالبین بھی پڑھائی۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ نے مولانا لدھیانویؒ کے سامنے اپنے آپ کو مٹا دیا۔ ہر وقت خدمت میں مصروف رہتے، خانقاہ سراجیہ کے تینوں کمرے مہمان خانہ، تسبیح خانہ اور کتب خانہ کی تعمیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خانقاہ کے لنگر کی ضروریات کی فراہمی، مہمانوں اور زائرین کی خاطر مدارات، گھوڑوں اور مویشیوں کی دیکھ بھال اس پر مستزاد تھی۔ فارغ اوقات میں مدرسہ سعدیہ میں طالبانِ علوم نبوت کو اسباق بھی پڑھاتے۔ حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ خان محمدؒ ان کے جانشین قرار پائے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ اپنے پیرومرشد اور استاذ حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کا احترام تو ساری زندگی کرتے ہی رہے، ان کی وفات کے بعد بھی احترام کا یہ سلسلہ ان کی اولاد کے ساتھ بھی جاری وساری رکھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا نجیب احمد صاحب رقم طراز ہیں :

> ''باباجی نے اپنے شیخ کی بیٹی اور بیٹے کا جس طرح ادب واحترام کیا ہے ناممکن ہے کہ کوئی شیخ اس دور میں کر سکے۔ اپنے مرشد زادہ لالہ حافظ محمد عابد مرحوم ومغفور کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔

سفر میں لالہ حافظ محمد عابد کو ساتھ رکھتے، لالہ حافظ محمد عابد خادم کے طور پر ہمیشہ آپ کی خدمت کے لئے تیار رہتے لیکن باباجی نے ہمیشہ یہ بات پیش نظر رکھی کہ میرے مرشد زادہ ہیں۔ باباجی نے لالہ حافظ محمد عابد کی ہر بات کو حکم کے طور پر قبول کیا۔ لالہ حافظ محمد عابد خانقاہ شریف آتے تو آپ کو دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو جاتے۔ لالہ حافظ محمد عابد جو بھی حضرت کو کہتے حضرت نے کبھی انکار نہ کیا۔ حج پر لالہ حافظ محمد عابد کو ساتھ لے کر جاتے اور اس میں کبھی ناغہ نہ کیا۔ (لولاک نمبر، ص ۱۵۵)

حضرت خواجہ خان محمدؒ جب دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ تعلیم کے لئے تشریف لے گئے تو اس وقت دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ طالبانِ علوم نبوت کی تشنگی مٹانے کے لئے مرکزی درسگاہ تھی آپ نے درجہ وسطیٰ تک کتب وہیں پڑھیں ان ہی سالوں میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی بھی یہیں زیرِ تعلیم تھے۔ بھیرہ کے حضرات خانقاہ سراجیہ سے بیعت وارادت کا تعلق رکھتے تھے اس لئے حضرت خواجہ صاحبؒ کو اس نسبت کی وجہ سے شفقتوں سے مالا مال کیا۔ آپ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی نظر رکھی، دارالعلوم کی انتظامیہ نے آپ کی انتظامی صلاحیتوں کو بھانپ کر دورانِ تعلیم ہی حضرت خواجہ صاحبؒ کو دارالعلوم کے مطبخ کا انچارج بنا دیا۔

دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں آپ نے مولانا عبدالحق کیمل پوریؒ اور مولانا قاسم ہزارویؒ سے قدوری، کنزالدقائق، نحو میر اور شرح مائۃ عامل پڑھیں۔

۳......حضرت مولانا عبدالحقؒ:

آپ موضع پیرزئی کیمل پور (اٹک) میں ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام مولانا شیر محمد تھا۔ مولانا عبدالحقؒ ایک جید عالم دین تھے۔ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور علمائے سلف کا بہترین نمونہ تھے آپ نے امروہہ (ہندوستان) کے مقتدر علماء سے سندِ حدیث حاصل کی تھی۔ تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں ۱۹۵۳ء میں گیارہ مہینے جیل کاٹی۔ آپ کی وفات ۴رنومبر ۱۹۸۵ء کو سوموار کے دن ہوئی۔

(دامن اباسین: ص ۳۲۳)

۴......مولانا قاسم ہزارویؒ:

آپ ۱۸۹۹ء کو جناب مولانا عزیز اللہ کے گھر بالاکوٹ ہزارہ میں پیدا ہوئے، قومیت کے لحاظ سے راجپوت تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی پھر علاقہ کے علماء سے استفادہ کیا بعد ازاں مولانا محمد اسحاق مانسہروی کے مدرسہ میں مولانا عبدالمجید صاحب سے پڑھتے رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان کا قصد کیا۔ ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا، موقوف علیہ کی تکمیل کے بعد ۱۳۴۴ھ میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا وحید حسنؒ اور حضرت مولانا عبدالغفور مہاجر مدنیؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد مزید ایک سال وہاں رہ کر علم تفسیر کی تحصیل کی۔ پھر اس مدرسہ میں بطور معاون مفتی ایک سال تک کام کرتے رہے۔ ۱۹۲۶ء کو وطن واپس لوٹے تو دارالعلوم محمدیہ محلّہ پیراں بھیرہ ضلع سرگودھا میں بطور مدرس کئی سال تک تدریس کی۔

۱۹۳۷ء تا ۱۹۳۹ء مولانا ظہور احمد بگویؒ کے مدرسہ دار العلوم اسلامیہ عزیزیہ بھیرہ میں بطور صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے کہ ۴ دن کی مختصر علالت کے بعد آپ کا نومبر ۱۹۳۹ء کو انتقال ہوا۔ (مشاہیر علماء: ج ۳ ص ۱۲۴)

۵......مولانا حافظ عبدالرحمٰن امروہیؒ :

آپ کا سال ولادت تقریباً ۱۲۷۷ھ ہے۔ بمبئی میں پیدا ہوئے، مکہ مکرمہ میں قرآن شریف حفظ کیا، ابتدائی تعلیم بھی مکہ مکرمہ میں پائی، مولانا احمد حسن امروہی سے شرف تلمذ پایا۔ آخر میں دیوبند آکر تفسیر وحدیث کے کچھ اسباق حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے پڑھے۔ حضرت نانوتویؒ کے آخری شاگروں میں سے تھے، مدرسہ شاہی مراد آباد، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور جامعہ اسلامیہ امروہہ میں ساٹھ (۶۰) سال تک علوم دینیہ کی تدریس کرتے رہے۔ آخر میں جامعہ اسلامیہ امروہہ کے شیخ الحدیث والتفسیر ہو گئے تھے۔ تفسیر بیضاوی پر آپ کا ایک حاشیہ ہے۔ مطول اور مختصر المعانی پر بھی حواشی لکھے۔ شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے اجازتِ بیعت حاصل تھی۔ ۹۰ سال کی عمر میں ۲۲ ر جمادی الثانیہ ۱۳۶۷ھ کو واصل بحق ہوئے۔ (تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل: ص ۳۰۲)

حضرت خواجہ خان محمدؒ نے مولانا عبدالرحمٰن امروہیؒ اور مولانا بدر عالم میرٹھیؒ سے مشکوٰۃ شریف، مقاماتِ حریری پڑھیں۔ ذیل میں مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کا تعارف نذرِ قائین ہے :

۶ ......مولانا بدر عالم میرٹھیؒ :

آپ ۱۹۰۱ء کو "بدایون" ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام حاجی

تہور علی تھا۔آپ حضرت مولانا خلیل احمد سہانپوریؒ کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔ مظاہر العلوم سہارنپور سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔فراغت کے بعد مظاہر العلوم میں تدریس پر مامور ہوئے اور دو سال درس دینے کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور دوبارہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر دوسری سند حاصل کی۔مظاہر العلوم سہارنپور، دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے بعد آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے جہاں سترہ سال تک تدریس حدیث میں مشغول رہے۔''ترجمان السنۃ'' آپ کا ایک عظیم تصنیفی اور علمی شاہکار ہے۔تقسیم ہندوستان کے بعد کراچی آگئے پھر جامعہ اسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں تدریس حدیث کرتے رہے۔ایک عرصہ تک اس جامعہ کے ناظم اعلیٰ رہے۔پھر یہاں سے مدینہ منورہ ہجرت کی اور دیارِ رسول کو اپنا مسکن بنایا۔۵/رجب ۱۳۸۵ھ/۲۹/اکتوبر ۱۹۶۵ء کو جمعہ کی شب انتقال فرمایا۔(ملخص از مشاہیر علماء دیوبند:ص ۱۱۲)

۷......محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ:

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔والد کا نام حضرت مولانا سید محمد زکریاؒ تھا۔ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی، ماموں اور علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۴۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔فراغت کے بعد علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی معیت میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریس کا آغاز کیا۔حضرت شاہ صاحبؒ کے انتقال کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث رہے۔

بعد ازاں جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی نیو ٹاؤن (علامہ بنوری ٹاؤن) کراچی میں بنیاد رکھی۔آج آپ کا لگایا ہوا یہ گلشن پھل رہا ہے اور طالبانِ علوم نبوت کا مرجع ومرکز ہے۔مولانا محمد یوسف بنوریؒ بڑے جید عالم دین تھے۔۱۷ ار اکتوبر ۱۹۷۷ء کو انتقال فرمایا۔محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک نے نماز جنازہ پڑھائی۔آپ کو بنوری ٹاؤن کی جامع مسجد کے ایک جانب سپردِ خاک کر دیا گیا۔(احقر نے موصوف کے سوانح ''جمال یوسف'' کے نام سے لکھی جس کے اب تک تین ایڈیشن نکل چکے ہیں)

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے متعلق حضرت خواجہ خان محمدؒ فرماتے ہیں:

''استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ فقیر کے مشفق استاد تھے اور شفقت ومحبت سے اپنا خادم اور ساتھی بھی تصور فرماتے تھے، وہ ہنس مکھ نورانی چہرہ اور میٹھی میٹھی رس بھری باتیں جو کانوں میں شیرینی گھول رہی تھیں اور دل ودماغ کو تر وتازگی بخشتی تھیں، جب یاد آتی ہیں تو ان کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھنے سے دُکھ ہوتا ہے، لیکن جب سب نے اسی راستے پر چلنا ہے تو پھر اس شعر میں کوئی جدت اور ندرت باقی نہیں رہ جاتی کہ:

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
زجام دہر مئے ''کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ''

بہر حال دعا ہے کہ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

فقیر کو شوال ۱۳۶۰ھ سے شعبان ۱۳۶۱ھ تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں حضرت مولانا مرحوم سے سبعہ معلقہ، مقاماتِ حریری اور ادبی متوسطات پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا۔

۱۳۷۵ھ/۱۹۶۵ء میں حضرت سیدی ومرشدی مولانا محمد عبداللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ جانشین حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی کے وصال کے بعد خانقاہ سراجیہ کی خدمت کا بوجھ جب فقیر کے کندھوں پر آپڑا تو اس کے بعد ایک دفعہ خانقاہ شریف کے غائبانہ تعارف کی وجہ سے حضرت مولانا صاحب مرحوم خانقاہ سراجیہ رونق افروز ہوئے سوئے قسمت سے فقیر ہری پور ہزارہ کے سفر پر تھا، خانقاہ شریف سے واپسی پر حضرت مولانا بھی اپنے محترم داماد مولانا محمد طاسین صاحب کو ملنے ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے تو وہاں ہری پور کے متصل موضع درویش میں قاضی شمس الدین صاحب کے مکان پر فقیر کو ملنے تشریف لائے اور بڑی محبت اور دلچسپی سے خانقاہ شریف کے پرسکون ماحول اور عظیم کتب خانے کا ذکر فرمایا اور پھر فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ علمی کام کے لئے آدمی خانقاہ شریف آجائے، کیونکہ ہر طرح کا سکون اور یکسوئی جس طرح وہاں میسر ہے کراچی جیسے مصروف شہر میں اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا، پھر جبکہ اتنا عظیم اور جامع کتب خانہ بھی ہر وقت دسترس میں ہو"۔

("بینات" اشاعت خاص حضرت بنوری نمبر: ص ۵۲۳،۵۲۴)

حضرت بنوریؒ کی زیارت وملاقات :

علم ومعرفت میں ترقی کی منازل طے کرنے کیلئے ادب واحترام ایک لازمی امر ہے، حضرت خواجہ صاحب کواللہ تعالیٰ نے ادب واحترام کا بھی اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا، آپ مجسمۂ ادب تھے۔ چنانچہ نذیر رانجھا صاحب لکھتے ہیں :

''۱۹۷۴ء کی ختم نبوت کی تحریک کے دوران جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد میں ختم المرسلین ﷺ کے پروانوں کا جلسہ تھا، حضرت بنوری کراچی سے تشریف لائے، مفتی زین العابدین صاحب کی رہائش گاہ پر قیام پذیر تھے۔ حضرت مخدوم زمان خواجہ خواجگان خان محمدؒ اپنے استاذِ مکرم کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت بنوری نے کھڑے ہوکر ان کا استقبال کیا، آپ حضرت بنوری کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھ گئے، امام الحدیث حضرت بنوری نے آپ سے فرمایا: آپ ایسا نہ کریں، لیکن حضرت خواجہ دوزانو ہی بیٹھے رہے۔ گفتگو کے بعد مجلس برخاست ہوئی، حضرت علامہ سید بنوری مجلس سے جانے کے لئے اٹھے، آپ نے حضرت بنوری کا جوتا اٹھایا اور ان کے سامنے رکھا، دونوں حضرات ایک دوسرے کوالوداع کہنے کے لئے باہر تشریف لائے، بوقتِ رخصت حضرت بنوری نے آپ سے دعا کی درخواست کی''۔ (تاریخ وتذکرہ: ص۴۴۱)

استاذ زادے کا احترام :

حضرت خواجہ صاحب کے صاحبزادے جناب مولانا نجیب احمد صاحب فرماتے

ہیں :

''محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے بیٹے صاحبزادہ محمد بنوری جب بھی تشریف لاتے باباجی ان کے احترام میں کھڑے ہوجاتے، ان کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھے رہتے۔ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ سے جب ملاقات ہوتی، ان کے احترام میں فوراً کھڑے ہوجاتے۔ جب تک وہ نہیں بیٹھتے تھے، باباجی بھی کھڑے رہتے تھے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی اولاد کا بہت ہی زیادہ احترام کرتے تھے، حالانکہ ان کی اولاد حضرت مولانا انظر شاہ صاحب آپ سے بیعت تھے۔ خلافت کے معاملہ میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے، لیکن جب دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جلسے پر دیوبند گئے اور حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کے گھر گئے تو انظر شاہ صاحب کی والدہ نے عرض کی کہ انظر شاہ کو خلاف دے دیں تو انکار نہ کیا اور بغیر سلوک طے کرائے، خلافت دے دی، اتنا ادب واحترام یہ صرف اور صرف اپنے شیوخ کی صحبت کا نتیجہ تھا''۔

(لولاک نمبر: ص ۷۵)

نسبتِ خدمت کا احترام :

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد راوی ہیں کہ لاہور کے جناب محمد صادق صاحب تھے جنہیں ہم چچا صادق کہتے تھے وہ حضرت خواجہ صاحب کے مخلص خادم تھے۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب نے حج کے لئے سفر کیا، اس سفر میں حضرت خواجہ صاحب

کے ساتھ صاحبزادہ عزیز احمد صاحبزادہ حافظ محمد عابد، سردار فضل محمود خان، کویت سے کوثر صاحب اور دوسرے حضرات شامل تھے، کویت سے روڈ کے ذریعے حجازِ مقدس کا سفر ہوا، مدینہ طیبہ پہنچے تو آگے چچا محمد صادق گلی میں دیوانہ وار گویا جھومتے نظر آئے تعجب ہوا کہ ان کو تو خانقاہ سراجیہ چھوڑ آئے تھے، یہ مدینہ طیبہ کیسے آگئے؟ ہم گاڑی سے اترے تو وہ ملے۔ حضرت خواجہ صاحب نے پوچھا، میاں صادق! تم یہاں کیسے آئے؟ توانہوں نے کہا کہ آپ کے خانقاہ شریف سے سفرحج کے لیے چلے جانے کے بعد میں نے ٹرین سے سفر کیا، کراچی آیا، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری جو آپ کے استاد ہیں ان سے ملا اور ان کی خدمت میں عرض کیا میں حضرت خواجہ خان محمد کا مرید ہوں وہ حج پر چلے گئے ہیں مجھے چھوڑ گئے ہیں، میری طبیعت سخت بے چین ہے، اس بے چینی میں کراچی کا سفر کیا۔ آپ (حضرت یوسف بنوری) مجھے حج پر بھجوائیں۔ حضرت بنوری نے میرا پاسپورٹ بنوایا، فون کر کے کراچی کے سعودی سفارت خانے سے ویزا منگوا دیا اور اپنی جیب خاص سے میرے لئے ٹکٹ خریدا اور کراچی ایئر پورٹ پر خود چھوڑ گئے اس واقعہ سے اندازہ لگایئے کہ حضرت شیخ بنوری حضرت خواجہ صاحب کے خدام پر اتنے شفیق تھے تو خود حضرت خواجہ صاحب کیلئے آپ کے دل میں کتنی قدر، عزت ومحبت اور احترام ہوگا۔ (لولاک نمبر: ص ۷۳)

۸......مولانا اعزاز علیؒ:

فقہ وادب آپ کا خاص فن تھا۔ آپ جب ابتداء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو عربی کی ابتدائی کتابیں علم الصیغہ اور نورالایضاح وغیرہ آپ کو تدریس کے لئے دی گئیں مگر آپ کے درس نے بالآخر وہ مقبولیت حاصل کی کہ شیخ

الادب والفقہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ عمر کے آخری دور میں کئی سال ترمذی جلد ثانی اور تفسیر کی بلند پایہ کتابیں بھی پڑھائیں۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی عدم موجودگی میں متعدد مرتبہ آپ کو بخاری شریف پڑھانے کا موقع ملا۔ غرض علم فقہ، علم حدیث، علم ادب اور علم تفسیر وغیرہ ہر فن کی کتابوں پر ان کو عبور حاصل تھا، بے نفسی اور تواضع میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ ایک بے نظیر استاد، ایک متبحر عالمِ دین اور ایک جامع شخصیت تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ کی علمی خدمات کا دور ۴۴ برس تک ممتد رہا۔

۹......مولانا ابراہیم بلیاویؒ:

حضرت علامہ بلیاویؒ ہر علم وفن ... علم کلام وعقائد میں یگانہ روزگار شخصیت تھے۔ ساٹھ (۶۰) سال تک تدریس سے وابستہ رہے۔ تدریس میں انداز ایسا تھا کہ طلباء ان کے درس میں بڑے شوق، ولولے، جذبے اور انہماک سے شریک ہوتے تھے۔ کیونکہ آپ دورانِ درس لطائف وظرائف، دقیقہ سنجی اور اختصار سے مسائل کو یوں چٹکیوں میں حل کرتے کہ طلباء پر مسئلہ کے تمام پہلو روشن ہو جاتے اور طلباء محظوظ ہوئے بغیر نہ رہتے۔ حضرت نانوتویؒ کے علوم ومعارف پر گہری نظر رکھتے تھے۔ حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے تلمذ کی نسبت اور بیعت کا شرف بھی حاصل تھا۔

۱۰......مولانا محمد ادریس سکروڈھویؒ:

مولانا سعید احمد اکبرآبادی لکھتے ہیں:

''افسوس ہے کہ پچھلے دنوں مولانا محمد ادریس سکروڈھوی کا مظفرنگر

میں انتقال ہوگیا مرحوم دارالعلوم دیوبند کے قدیم اساتذہ میں سے
تھے یوں پڑھانے کوتو سب کچھ پڑھا سکتے تھے لیکن ہیئت ان
کا خاص فن تھا ہنسی ہنسی میں اس فن کے اہم نکات بیان کرجاتے تھے
بہ ظاہر بڑے بھولے بھالے اور سیدھے سادے لیکن درحقیقت
نہایت ذی فہم اور بڑی سوجھ بوجھ کے انسان تھے، درس کے شغل
کے ساتھ تھوڑا بہت کوئی نہ کوئی تجارتی کام بھی کرتے تھے''۔

(برہان دہلی نومبر ۱۹۵۷ء)

مشاہیر علمائے دیوبند میں مولانا ادریس صاحب کا تعارف وتذکرہ درج ذیل الفاظ میں موجود ہے، مولانا ادریس سکروڈھ نامی بستی کے باشندہ تھے، دیوبند پڑھنے کیلئے آئے تو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن نے حضرت مولانا انورشاہ کشمیریؒ کی خدمت میں پہنچا دیا پھر انہوں نے ایسی جم کر خدمت کی کہ چالیس سال کے طویل عرصہ میں کبھی جدا نہ ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند میں بھی مدرس رہے اور ڈابھیل میں بھی۔ عمرہ کا آخری حصہ دہلی کے مدرسہ ''حسین بخش'' میں مدرسی کرتے ہوئے بیتا، یہیں دہلی میں گھنٹہ گھر کے قریب ایک مسجد میں امامت کرتے، مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو ان کے داماد مظفر نگر لے آئے وہیں کی خاک میں آسودہ خواب ہوئے۔ (مشاہیر علمائے دیوبند: ص ۴۹۳)

۱۱......مولانا عبدالعزیز کیمل پوریؒ:

مولانا عبدالعزیز دامان علاقہ چھچھ کے تھے۔ حصول تعلیم کیلئے مظاہر العلوم سہارنپور گئے۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے رہے۔ گجرات میں مولانا غلام رسول

اور مولانا ولی اللہ سے پڑھتے رہے، دورۂ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں پڑھا۔ فراغت کے بعد ڈابھیل میں مدرس ہو گئے تھے، تین چار سال کے بعد مولانا بدر عالم کی معیت میں مدرسہ عیدگاہ بہاول نگر چلے گئے یہاں پڑھاتے رہے اسی دوران مولانا بدر عالم مدینہ شریف چلے گئے۔ مولانا عبدالعزیز نے عیدگاہ بہاول نگر میں چند سال تک تدریس کی پھر فوت ہو گئے۔ (مشاہیر علماء: ص ۲۴۳، ج ۲)

قاری رحیم بخشؒ سے تلمذ کی نسبت :

حضرت صوفی احمد یار صاحب مدظلہٗ بتاتے ہیں کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتاری عمل میں آئی، پانچ ماہ بیس یوم لاہور جیل میں گزارے، ایام اسارت میں آپ حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پاک کی مشق کرتے رہے: قاری عبدالرحمٰن ضیاء صاحب راوی ہیں کہ:

> ''ایک مرتبہ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے فرزند مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب رحیمی (رحمہ اللہ) خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ شریفہ میں ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے۔ جب قاری صاحب کے بارے میں عرض کیا گیا تو آپ کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہاں ہیں؟ قاری صاحب کو گلے لگایا اور اپنی مسند پر ساتھ بٹھایا، قاری صاحب کو جاتے ہوئے حضرت خواجہ صاحبؒ نے ایک مصلّٰی اور ایک عطر کی شیشی عنایت فرمائی، کچھ عرصہ بعد قاری صاحب نے بتایا: ''میں جب مارکیٹ میں خالی شیشی دکھا کر عطر خریدنے گیا تو پتہ چلا کہ یہ عطر ہمارے ملک کی مارکیٹ میں دستیاب ہی نہیں ہے، ہاں

البتہ یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ اس خالی شیشی کی قیمت پاکستانی ہزار روپیہ ہے‘‘۔(لولاک نمبر،ص۳۱۰)

حضرت مدنیؒ سے نسبت :

حضرت خواجہ صاحبؒ نے جب دورہ حدیث شریف کی تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اس وقت حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ دیوبند میں صحیح بخاری پڑھاتے تھے۔حضرت خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے جس سال ہم نے دیوبند میں داخلہ لیا تو پہلے دن حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے سبق کا آغاز فرمایا لیکن اسی رات ان کی گرفتاری عمل میں آگئی اس بنا پر حضرت مدنیؒ سے صرف ایک دن شرفِ تلمذ حاصل ہوسکا۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ اور دیگر بزرگانِ ملت کی سیرت وسوانح کا مطالعہ کرنے سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ طالب علم کی کامیابی دو چیزوں پر منحصر ہے۔ اول محنت اور جدوجہد۔دنیا کا دستور ہے کہ ہمیشہ محنت کش لوگ کامیاب وکامران ہوتے ہیں،محنت ایک ایسی خوبی اور صفت ہے جس کو محنت کا شوق اور جذبہ نصیب ہوگیا۔اس کے ہاتھ میں کامیابی کی کنجی آگئی۔تاریخِ انسانی میں ایسی ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہ غبی اور کند ذہن افراد اپنی محنت اور کوشش کے بل بوتے پر ترقی کے اس روشن مینار پر پہنچے کہ رشکِ ملائکہ بن گئے اور زمین پر زبانیں ان کے تذکرے سے لطف اندوز ہوئیں۔

کامیابی کے لئے دوسری چیز اساتذہ کی دعائیں ہیں۔یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ استاد کی دعا شاگرد کے حق میں سریع القبول ہوتی ہے اور اساتذہ کی دعاؤں کے

بغیر طالب علم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا اور اساتذہ کی دعائیں بغیر ادب واحترام کے ہاتھ نہیں آتیں۔ ادب واحترام اور خدمت اساتذہ طالب علم کو بلندیوں پر پرواز کراتی ہے۔خادم مزاج طالب علم درخشندہ ستارہ اور روشن چراغ بن کرامت کی رشد وہدایت کا سامان بنتا ہے اور اس کے علم وعمل سے ہدایت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ اپنے اساتذہ کی خدمت اور اپنے شیخ ومربی مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کی دعاؤں کی برکت سے اس مقام پر پہنچے جہاں تک پہنچنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔حضرت خواجہ صاحبؒ نے کامیابی کے زینے یوں طے کیے کہ قیامت کی صبح تک ان کا نام روشن اور تابندہ رہے گا۔

☆ ☆ ☆

باب : ۳

درس وتدریس، فروغِ علم اور ذوقِ مطالعہ

مصعب بن زبیرؓ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا: اے میرے لختِ جگر ! علم حاصل کرو اگر تمہارے پاس مال ہو تو یہ علم تمہارے لئے باعثِ زینت اور شانِ افتخار ہے اور اگر تمہارے پاس مال ودولت نہ ہوئی تب بھی یہ علم تمہارے لئے کسی متاع بے بہا سے کم نہیں۔ قرآن وسنت نے جابجا حصولِ علم کی ترغیب وتشویق دے کر یہ امر واضح کر دیا ہے کہ ایک عالم وعارف کبھی بھی کسی جاہل ونادان کے برابر نہیں ہوسکتا، یہ شرفِ علم ہی ہے جس کی طرف محمد عربی ﷺ نے اپنی نسبت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا...... ''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔

آج کے اس پُرفتن دور میں بھی جو حضرات درس وتدریس سے منسلک اور وابستہ ہیں ان کی شان، مقام اور اہمیت مسلّم ہے۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ جب دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغ حاصل کر کے خانقاہ سراجیہ پہنچے تو خانقاہ شریف کے مدرسہ سعدیہ میں آپ نے کچھ عرصہ تک تدریسی خدمات انجام دیں، یہاں آپ نے گلستان، بوستان، منیۃ المصلی، قدوری، اصول الشاشی اور کئی دوسری کتابیں پڑھائیں۔

زمانہ تدریس کا ایک دلچسپ واقعہ :

حضرت مولانا عبدالرشید ارشد اپنی شہرۂ آفاق کتاب بیس مردان حق کے صفحہ ۶۳۸ پر تحریر فرماتے ہیں :

''حضرت خواجہ خان محمد کو لنگر شریف کی مصروفیات سے فرصت میسر نہ تھی پھر بھی چند دینی کتب پڑھایا کرتے تھے۔ایک روز حافظ ظفر احمد نے جو مظفر گڑھ کے رہنے والے تھے حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ سے عرض کیا کہ میں بعض کتب حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ سے پڑھنا چاہتا ہوں۔اس پر حضرت لدھیانوی نے فرمایا وہ عدیم الفرصت ہیں ان سے علم حاصل کرنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ کتاب لے کر ان کے پیچھے لگے رہو جہاں انہیں فرصت ملے سبق پڑھ لیا کرو۔ ہوا یوں کہ ایک دن حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ گھوڑے پر سوار ہو کر کندیاں سے خانقاہ شریف پہنچے سورج غروب ہو چکا تھا، آپ نے گھوڑے کو تھان پر باندھا اور نماز مغرب ایک کونے میں ادا کی، نماز مغرب سے فارغ ہوئے تو دیکھا حافظ محمد ظفر صاحب کتاب لیے بیٹھے ہیں۔حضرت خواجہ صاحبؒ نے پوچھا کیا کام ہے؟ حافظ صاحب نے جواب دیا سبق پڑھنا چاہتا ہوں۔آپ نے فرمایا سبق پڑھنے کا یہ کونسا وقت ہے پھر انہیں چند اسباق پڑھائے تو وہ مطمئن ہو گئے۔'' (بیس مردانِ حق: ص ۶۳۹)

تدریس مشکوٰۃ :

حضرت مولانا مفتی عظمت اللہ بنوی راوی ہیں :

جب بندہ موقوف علیہ کو پہنچا تو مشکوٰۃ المصابیح اپنے ساتھ لے کر خانقاہ سراجیہ حاضری ہوئی، حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحبؒ ان دنوں صحت مند تھے روزانہ

فجر کی نماز کے بعد اشراق تک خانقاہ کی جامع مسجد میں مراقبے میں مشغول رہتے۔ اشراق کے بعد تھوڑی دیر کیلئے گھر تشریف لے جاتے اور پھر مسجد کے برآمدے میں حاجی عبدالرشید ارشد کو تصوف کی کچھ کتابیں پڑھاتے، مجھے یاد ہے کہ کتاب کی عبارت خود حضرت حاجی عبدالرشید پڑھتے، جہاں کہیں معمولی غلطی آجاتی فوراً حضرت خواجہ صاحبؒ درست کراتے۔

ہم بھی قریب بیٹھ جاتے، جب پہلی مرتبہ بیٹھنے کا موقع ملا تو میں نے حضرت خواجہ صاحب سے مشکوٰۃ المصابیح پڑھنے کی درخواست کی، حضرت خواجہ صاحب نے تبسم فرما کر مسجد کے ساتھ والے کمرے کی طرف اشارہ کیا، یہ کمرہ حضرت خواجہ صاحب کی حیات تک ان کے لئے خاص کیا گیا تھا۔ ویسے تو اللہ جل جلالہٗ نے حضرت خواجہ صاحب کو جامع الصفات بنایا تھا، مگر چند صفات ان میں نمایاں تھیں: خاموشی، توجہ الی اللہ، ہر کسی کی بات سننا، تواضع وانکساری، طلباء کرام کے ساتھ خصوصی محبت اور شفقت۔

میری گزارش حضرت خواجہ صاحب نے قبول فرما کر کمرے میں مشکوٰۃ المصابیح شروع کرادی، کتاب الایمان کے اختتام تک حضرت خواجہ صاحب عبارت خود ہی پڑھتے تھے، مجھے فرماتے کہ: ”آپ میرے پیچھے پیچھے پڑھ لیا کریں۔ کچھ احادیث پر حضرت تقریر بھی فرماتے، جس کو مشکوٰۃ المصابیح پر پنسل سے حاشیہ پر رقم کر چکا ہوں، حسب ارشاد یہ معمول کتاب الایمان کے اختتام تک چلتا رہا، علمی اعتبار سے حضرت خواجہ صاحب کو راسخ فی العلم پایا، جب مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کی چھٹیاں ختم ہوگئیں تو بندہ نے مدرسہ جانے کی اجازت طلب کی، اس دوران سرگودھا کے چند

طالب علم آئے تھے، حضرت خواجہ صاحب سے اپنے داخلے کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو حضرت نے بنوری ٹاؤن کراچی اور خیر المدارس میں پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔

دورانِ تعلیم حضرت خواجہ صاحبؒ

طالب علموں کو بیعت نہیں فرماتے تھے :

ان طالب علموں نے حضرت سے بیعت ہونا چاہا، مگر حضرت خواجہ صاحبؒ نے ان کو شفقت اور محبت کے ساتھ منع فرمایا کہ دل لگا کر پڑھو، فراغت کے بعد تمہیں اجازت ہے۔

ایک طالب علم نے کہا کہ باباجی! میرے پاس پیسے نہیں، حضرت خواجہ صاحبؒ نے کاپی اٹھائی، اس میں سے غالباً تین سو روپے نکال کر ان کو دیئے، ہمیں بھی جرأت ہوئی کہ باباجی سے برکت کے لئے ... تسبیح وغیرہ لے لینا چاہیے، میں نے بھی عرض کیا، حضرت خواجہ صاحب نے کاپی میں سے ایک لفافہ نکال کر مجھے عنایت فرمادیا، جس میں تقریباً پانچ صد روپے تھے، اس سے حضرت خواجہ صاحب کا طالب علموں کے ساتھ محبت واکرام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اتنی بلند شخصیت کا حامل، علم وعرفان کی بلندیوں کو عبور کیے ہوئے پھر بھی طالب علموں سے ایسے پیش آتے کہ گویا طالب علم استاد ہے اور حضرت خواجہ صاحب ان کے شاگرد ہیں۔ جن لوگوں نے حضرت خواجہ صاحب کو قریب سے دیکھا ہے وہ بخوبی واقف ہیں، شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے ....

نہیں موتِ عالم یہ ہے موتِ عالَم
کہ پُرنم، میں چشمِ جہاں دیکھتا ہوں

شریعت طریقت ریاضت میں یکتا
فضائل بروں از بیان دیکھتا ہوں

علم میں ماہر، تصوف میں کامل
میں ثانی ترا اب کہاں دیکھتا ہوں

خلا ہو گیا جو تیرے بعد پیدا
میں تجھ سا کسی کو کہاں دیکھتا ہوں

چنانچہ جب حضرت خواجہ صاحب نے اجازت دیدی اور میں مدرسہ چلا گیا۔

مطالعہ و درس میں کمال کی دعا :

کچھ مدت کے بعد پڑھائی سے میرا دل اُچاٹ ہو گیا، میں نے حضرت خواجہ صاحب کو مدرسہ سے ایک خط ارسال کیا، جس میں اپنے بارے میں تفصیل لکھی، مختصر یہ کہ میں نے لکھا تھا کہ مطالعہ کرنا میرے لئے مشکل ہو رہا ہے، استاد کے سامنے سبق (یعنی استاذ کی تقریر) بالکل سمجھ نہیں آرہی، اور کچھ مزید باتیں خط میں، میں نے لکھی تھیں۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ حضرت خواجہ صاحب کا جواب آیا وہ دن میرے لئے انتہائی خوشی و فرحت کا دن تھا یوں محسوس ہوا گویا میدانِ محشر میں اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملا۔

حضرت خواجہ صاحب کا جواب تحریراً بہت جامع اور مختصر ہوتا تھا، حضرت خواجہ صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ مطالعہ دل چاہے نہ چاہے، کرو۔ مزید لکھا تھا کہ استغفار کثرت سے پڑھو اور یہ دعا دائیں ہاتھ پر دم کر کے ہاتھ کو دل پر رکھو، دعا یہ ہے :

"اللهم نوّر قلبي بعلمك واستعمل بدني بطاعتك"۔

چنانچہ جب میں نے یہ سلسلہ شروع کیا تو اللہ جل جلالہ نے میرا مسئلہ حل کر دیا۔ اب بھی جب تدریس کیلئے بیٹھتا ہوں تو یہ دعا پڑھ کر دل کو اطمینان اور کتاب

پڑھانا آسان ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری کا درس :

جب درجہ موقوف علیہ سے کامیاب نمبروں کے ساتھ فراغت ہوئی، رجب المرجب کے اخیر میں چھٹیاں ملیں، گھر پہنچا تو حضرت خواجہ صاحب کی خواب میں زیارت ہوئی، صبح والد ماجد کو بتایا، چونکہ والد صاحب کی حضرت خواجہ صاحب سے قلبی عقیدت تھی، والد صاحب نے کہا کہ چھٹیاں حضرت خواجہ صاحب کے پاس گزارو۔ میں اگلے دن صحیح البخاری بازار سے خرید کر جلد اول حضرت خواجہ صاحب کے پاس لے کر حاضر ہوا۔

چونکہ ان کا رعب لوگوں پر بہت حاوی تھا، خانقاہِ سراجیہ میں صرف نواز خان لکی مروت پشتو زبان والے بہت جرأت کے ساتھ حضرت قبلہ سے درخواست کرتے تھے، حضرت خواجہ صاحبؒ بھی ان سے دلچسپی سے بولتے تھے، میں نے نواز خان صاحب کو بتایا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ سے کتاب شروع کرانے کی درخواست کریں چونکہ علاقے کی قربت اور زبان کی قربت کی وجہ سے انہوں نے مجھے آگے کر دیا، حاضرین مجلس کو کہا کہ ان کو آگے بیٹھنے کی جگہ دو، اور خود حکیم صاحبؒ جو حضرت خواجہ صاحبؒ کے خادم خاص رہے ہیں ان کو فرمایا کہ صحیح البخاری کتب خانے سے لے آؤ۔ چنانچہ جس کتاب میں حضرت خواجہ صاحبؒ نے اسباق پڑھے تھے، وہ لے کر آئے، حضرت خواجہ صاحبؒ نے بلا تکلف کتاب کے اوراق پلٹے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کو کتاب سے کافی مناسبت حاصل ہے۔ حضرت خواجہ

صاحبؒ نے باب بدء الوحی کی پہلی حدیث شروع کی، خود ہی عبارت پڑھنی شروع کی، مجھے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے پڑھتے رہنا اس پر تمام حاضرین عبارت پڑھتے رہے۔ حدیث پر مختصر بحث کی، بعد ازاں نواز خان صاحب نے اجازت طلب کی، چند اشعار حضرت خواجہ صاحب کے بارے میں پڑھنا شروع کیے اور زار و قطار روتے رہے، وہ اشعار جن کے چند مصرعے مجھے یاد ہیں کہ: ”اے پیرِ دستگیر ہاتھ میرا بگیر“ کہا کہ حضرت! حضرتِ اعلیٰ کی موجودگی میں، میں نے آنجناب کی بہت بے ادبی کی، مجھے معاف کر دیں اور کہا کہ اعلیٰ حضرت اور آپ کے ساتھ ایک عرصہ گزرا مگر ابھی تک کچھ حاصل نہ ہوا بس حضرت ابھی خاص توجہ فرمادیں۔ حضرت خواجہ صاحب برابر مسکرا رہے تھے۔

مدنی تو ایک ہی تھے :

میں نے حضرت خواجہ صاحب سے عرض کیا کہ سلسلۂ سند (صحیح بخاری) آنجناب نے کس سے پڑھی ہے فرمایا کہ جس دن ہم نے دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحبؒ سے شروع کی تھی اس سے اگلے دن مولانا مدنی صاحبؒ کو انگریز حکومت نے گرفتار کیا، تو حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی صاحبؒ سے ہم نے بخاری شریف پڑھی۔ یہ کہتے ہی حضرت خواجہ صاحب بے اختیار رو پڑے کہ دارالعلوم دیوبند تو دیکھنے کا ہے کہ بندہ دیکھتا ہی رہے اور فرمایا کہ لوگ اپنے ناموں کے ساتھ ”مدنی“ لکھتے ہیں ”مدنی“ تو ایک ہی تھے، ”مدنی“ تو ایک ہی تھے، یہ جملہ کئی دفعہ دہرایا، اس سے حضرت خواجہ صاحبؒ کا دلی تعلق جو دارالعلوم دیوبند اور

حضرت مدنیؒ سے تھا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اراکین مجلس کے لئے یہ بڑا اچھا منظر تھا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کلام فرمار ہے ہیں وہ منظر جب یاد آجاتا ہے تو خون کے آنسو بہتے ہیں۔

مجلس کے ادعیہ مسنونہ کا ورد :

جب سبق ختم ہوا تو نواز خان صاحب کی درخواست پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے دعا شروع فرمادی جس میں سے چند کلمات مجھے یاد ہیں :

"اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا......الخ۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا نَافِعًا، رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا"۔ (لولاک نمبر: ص ۵۵۸)

کتبِ تصوف کی تدریس :

حضرت خواجہ صاحب درس نظامی کی کتابیں تو مصروفیات کی وجہ سے نہ پڑھا سکے لیکن تصوف کی کتابیں پڑھاتے رہے ماہنامہ لولاک ذی القعدہ ۱۴۲۳ھ سے ایک رپورٹ ملاحظہ ہو :

"رمضان المبارک میں صبح سحری کا وقت ختم ہوتے ہی اذان کے تھوڑی دیر بعد حضرت خواجہ صاحبؒ گھر سے فجر کی سنتیں ادا کر کے مسجد تشریف فرما ہوتے۔ آپ کی تشریف آوری پر جماعت کھڑی ہو جاتی، جماعت سے فارغ ہوتے ہی ختم خواجگان پڑھا جاتا، اس کے بعد شمائل ترمذی کا درس ہوتا۔ حاضرین اس میں شریک ہوتے

شمائل نبوی ﷺ کے بیان کے وقت حضرت خواجہ صاحبؒ سمیت پوری مجلس آنحضرت ﷺ کے عشق میں درجہ محویت کے عروج پر ہوتی، پوری جماعت پر وجد کی ایک خاص کیفیت طاری ہوتی۔ شمائل ترمذی کے درس کے بعد مراقبہ شروع ہوتا جو اشراق کے وقت تک جاری رہتا، اشراق سے فراغت کے بعد حضرت خواجہ صاحب اپنے حجرہ میں تشریف لاتے، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک قیام کرتے، نو واردین کا استقبال اور جانے والے رخصت حاصل کرتے، اس دوران میں وظائف واسباقِ تصوف لینے والے رفقاء استفادہ کرتے، اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب قبلہ گھر تشریف لے جاکر تلاوت میں مشغول ہوجاتے، تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تلاوت کا عمل جاری رکھتے اور پھر آرام فرماتے، ظہر کی اذان سے قبل نماز کی تیاری میں مشغول ہوجاتے، ظہر کی سنتیں گھر ادا کرکے ظہر کی نماز کیلئے مسجد میں تشریف لاتے، آپ کی تشریف آوری پر جماعت کھڑی ہوجاتی پورا رمضان المبارک سری نمازوں کی امامت آپ خود کرتے سنتوں کی ادائیگی کے بعد ختم خواجگان ہوتا بعدہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ، مکتوبات شاہ غلام علی دہلویؒ اور شاہ ابوالسعید احمد دہلوی کی زاد الطالبین اور مکاتیب کا درس ہوتا۔ شمائل ترمذی اور ظہر کے بعد درس کی ترتیب یہ ہوتی کہ چار پانچ کتابیں لائی جاتیں۔ ایک کتاب حضرت خواجہ صاحب خود کھول لیتے دوسری کتاب پر

پڑھنے والے صاحب تلاوت شروع کر دیتے، جہاں پڑھنے والے سے غلطی ہوتی حضرت خواجہ صاحب تصحیح فرما دیتے یا کہیں کہیں وضاحت کے لئے چند جملے ارشاد فرما دیتے جو انگوٹھی میں نگینے کی طرح ہوتے تھے، ایک دو ساتھی بھی ساتھ ہی کتابیں کھول کر گویا درس میں طالب علم کے طور پر شریک ہوتے، باقی سامعین صرف سماع کرتے تھے۔ ظہر کے بعد تصوف کی کتابوں کی خواندگی کا شرف ہمیشہ کی طرح امسال بھی حضرت خواجہ صاحب کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ نے حاصل کیا۔ شمائل کے سنانے کا شرف مولانا حافظ ریحان صاحب اسلام آبادی کو حاصل رہا۔ دعا کے بعد حضرت خواجہ صاحب پھر حجرہ میں تشریف لاتے، ملاقاتی شرفِ زیارت حاصل کرتے، اس دوران میں زیادہ تر تصوف کے اسباق لینے والے حضرات اپنی کیفیات بتلاتے۔ حضرت خواجہ صاحب اس میں اصلاح فرما دیتے جس کے لئے مناسب خیال کرتے اسے اگلا سبق دے دیتے۔ عصر سے کچھ دیر قبل گھر تشریف لے جاتے، معمولی استراحت کے بعد وضو کر کے اذان کے بعد عصر کی سنتیں گھر ادا فرماتے، آپ مسجد تشریف لاتے تو آپ کی امامت میں عصر ادا ہوتی اس کے بعد پھر ختم خواجگان ہوتا، اس کے بعد مکتوبات حضرت مجدد کا درس ہوتا، مکتوبات سنانے کا شرف حضرت حاجی عبدالرشید صاحب کو حاصل

رہا"۔(ماہنامہ لولاک ذوالقعدہ: ۱۴۲۳ھ)

ذوقِ مطالعہ :

حضرت خواجہ صاحبؒ مطالعہ کے دھنی تھے۔مطالعہ کی اہمیت اوراس کی ضرورت سے کوئی باشعور انسان ہرگز انکارنہیں کرسکتا،تاریخ میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ جو شخص بھی علم اور تحقیق سے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوکر دنیا پر اپنا لوہا منوا چکا اس کی کامیابی اور ترقی کی بنیادی وجہ یہی کثرت مطالعہ ہے۔حضرت خواجہ صاحبؒ جب مطالعہ کرتے تو یہی وقت مریدوں کے تزکیہ کا ہوتا،حضرت مطالعے میں مصروف رہتے،ملک بھر سے ہفت روزہ رسالے اور ماہنامے آپ کے پاس پہنچتے تھے۔آپ مطالعہ بھی فرماتے اور مریدوں کی طرف توجہ بھی۔

انہماکِ مطالعہ :

مولانا عبدالرحیم جو خانقاہ سراجیہ میں مدرس ہیں وہ آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں :

"آپؒ مجلس میں کسی نہ کسی کتاب کا مطالعہ بھی فرماتے تھے اور اتنے انہماک سے مطالعہ فرماتے کہ مکمل کتاب کے ہوکر رہ جاتے تھے،ماسوا کی کوئی خبر نہ ہوتی تھی،بعض اوقات تو لگاتار گھنٹوں مطالعہ فرماتے،خادم کو وقت کے بارے میں بتانا پڑتا تھا،کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ حاضرینِ مجلس کو کتاب یا رسالے سے کوئی واقعہ خود سنانا شروع فرمادیتے تھے اور پھر پڑھتے پڑھتے خود بھی روپڑتے اور

حاضرین مجلس کو رلاتے تھے، آنسو موتیوں کی طرح گرتے تھے کبھی حضرت والا مجلس میں کسی بات پر مسکرا بھی دیتے تھے، اکثر آپ خاموش رہتے تھے اور متوجہ الی اللہ رہتے تھے“......

تصور میں تجھے لا کر ہمہ تن گوش رہتا ہوں
مثلِ شمع جلتا ہوں مگر خاموش رہتا ہوں

حوالہ کی تلاش میں مشقت :

حضرت مولانا شیخ رشید الحق عابد نقشبندی رقمطراز ہیں :

”بندہ جب بھی مجلس میں ہوتا تو تصوف کے کسی موضوع پر ضرور پوچھ گچھ کرتا رہتا اور حضرت بھی شفقت فرماتے ہوئے واجبی سا جواب ضرور مرحمت فرماتے۔ اتفاق سے بندہ نے تصوف کی کوئی بات پوچھی تو حضرت بات سنتے ہی فوراً خلاف معمول اٹھ کر باہر تشریف لے گئے، ساری مجلس میری طرف دیکھنے لگی۔ بندہ خود اپنی جگہ پریشان کہ خدانخواستہ کوئی گستاخی مجھ سے ہوئی ہے کیا؟ لیکن مجلس کے ایک حاضر باش، مزاج شناس نے میری طرف اشارہ کیا کہ آپ بھی حضرت کے پیچھے چلے جائیں۔ بندہ لرزتی ٹانگوں سے حضرت کے پیچھے چل پڑا۔ چنانچہ حضرت کشاں کشاں خانقاہ کی لائبریری میں تشریف لے گئے اور کتب خانہ کے شعبۂ تصوف کے سامنے قیام فرما ہوئے۔ بندہ پیچھے کھڑا رہا، حضرت نے کچھ دیر کی

تلاش کے بعد تصوف کی مشہور کتاب ''لوائح جامی'' نکالی، فہرست دیکھی اور پھر کتاب بندہ کے ہاتھ میں تھما دی، فرمایا: کہ اس کا فلاں جگہ سے مطالعہ کرلو۔ چنانچہ واپس ہم دونوں حجرہ شریفہ پہنچے۔ دو پہر کی فرصت میں بندہ نے کتاب کا مطالعہ کیا اور ظہر کی مجلس میں عرض کیا کہ: میں نے کتاب کا مطالعہ کرلیا لیکن اس میں چند باتیں غلط ہیں! حضرت نے فرمایا کہ: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

بندہ نے وہ مقام کھول کر آگے کر دیا، حضرت دیکھ کر مسکرائے، فرمایا کہ :

''ہاں کتابت کی غلطی سے مضمون غلط ہوگیا ہے''۔

پھر رات کی مجلس میں جس میں ساتھی نسبتاً کم ہوتے تھے بندہ نے وحدۃ الوجود کی بحث شروع کی، حضرت نے کافی معلومات افزا جوابات عنایت فرمائے۔ ایک جواب پر بندہ نے اشکال ظاہر کیا اس کا جواب باحوالہ دکھانے کیلئے حضرت نے فرمایا کہ: اپنے پیچھے موجود الماری سے فلاں کتاب دے دو، حضرت نے وہ حوالہ تلاش کرنے کی کافی کوشش فرمائی لیکن پندرہ منٹ کی جستجو کے باوجود حوالہ نہ مل سکا۔ آخر بندہ نے عرض کیا کہ: چلو پھر کسی موقع پر تلاش کر لیں گے۔ لیکن حضرت نے میری بات سنی اَن سنی کردی اور حوالہ کی تلاش جاری رکھی۔ جبکہ بندہ کو پہلے سے علم تھا کہ حضرت خواجہ صاحب شیخ المشائخ شاہ غلام علی مجددی کا قول مجھے دکھانا چاہتے

ہیں، چنانچہ جب تلاش کو پون گھنٹے کے قریب وقت ہو گیا اور تمام ساتھی میری طرف بار بار دیکھنے لگے کہ: حضرتؒ کو تم نے ویسے مشقت میں ڈال رکھا ہے، بندہ نے دوبارہ عرض کیا کہ حضور! صبح تلاش کر لیں گے لیکن حضرت بدستور ورق گردانی فرماتے رہے۔ بالآخر مجبوراً بندہ کو آخری پتہ پھینکنا پڑا کہ: میرے خیال میں حضور مجھے شاہ غلام علی کا ارشاد دکھانا چاہتے ہیں وہ پہلے سے میرے علم میں ہے، حضرت نے مسکرا کر کتاب بند فرمادی فرمایا کہ: میں وہی دکھانا چاہتا تھا۔ حضرت نے مجھ نالائق کے وسعتِ مطالعہ کی تعریف بھی فرمائی، نیز شکر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ (لولاک نمبر: ص ۱۷۰)

☆ ☆ ☆

باب : ۴

تحفظِ ختمِ نبوت
اور جذبۂ عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ربّ ذوالجلال نے جب گلشن ہستی کو آباد کیا تو اس میں ہنگامۂ زندگی برپا کرنے کے لئے اپنی سب سے احسن تخلیق انسان کو اس میں بسایا اور اس کے ساتھ ساتھ انسانوں کی تعلیم وتربیت اور رشد وہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ نبوت کا یہ روشن سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اس بزمِ جہاں میں سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کوئی نبی نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی نہیں۔ دین اسلام میں اس عقیدہ کو عقیدہ ختم نبوت کہا جاتا ہے۔ دین اسلام کی عظیم اور رفیع الشان عمارت اس عقیدہ کی بنیاد پر کھڑی ہے، دین اسلام کا مرکز ومحور یہی عقیدہ ختم نبوت ہے۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ نبوت میں اس عقیدہ میں نقب لگانے کی جو کوششیں شروع ہوئیں وہ آج بھی جاری وساری ہیں۔ آج عقیدۂ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والوں میں انگریز کے خودساختہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت پیش پیش ہے۔

قادیانیت کیا ہے؟ قادیانیت محمد عربی ﷺ سے بغاوت کا نام ہے، قادیانیت محمد عربی ﷺ کے خلاف بغاوت وعناد کا ایک دھکتا ہوا آتش فشان ہے، قادیانیت شافع محشر ﷺ کی ختم نبوت پر ڈاکہ زنی اور قذاقی کا نام ہے، قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے، قادیانیت مسیلمہ کذاب کے غلیظ اور پلید مشن کا نجس اور منحوس نام ہے، قادیانیت کذب وافتراء ہے جعل سازی ہے۔

ہمارے مخدوم حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ پوری زندگی قادیانیت کے خلاف لڑتے رہے اور دنیا والوں کو بتاتے رہے اے ایمان والو! قادیانیت ایک عفریت ہے جو اسلام اور محبت مصطفیٰ ﷺ کو نگلنا چاہتا ہے، اگر جناب محمد عربی ﷺ سے تمہارا عشق ومحبت کا رشتہ ہے تو ختم نبوت کے ان چوروں، رہزنوں اور ڈاکوؤں کے شر کو ختم کرنے کے لئے اپنے سارے وسائل اور ساری صلاحیتیں صرف کردو اس حوالے سے حضرت خواجہ صاحبؒ کی طویل اور ان تھک داستان کی چند جھلکیاں نذر قارئین ہیں:

مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر کا انتخاب:

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب رقم طراز ہیں:

''خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی وفات کے بعد حضرت جالندھریؒ، ان کے بعد مولانا لال حسین اخترؒ اور ان کے بعد مولانا محمد حیاتؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے۔ ۹/اپریل ۱۹۷۴ء میں مجلس کے سہ سالہ (امیر کے لئے) انتخاب ہونا تھا، ختم نبوت کے تمام اکابر کی رائے یہ تھی کہ امارت کے لئے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کو آمادہ کیا جائے کہ وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت قبول کرلیں''۔

خواجہ خان محمدؒ کی آمد یقینی بنائی جائے :

ان حالات میں روز بروز مجلسِ عمومی کے اجلاس کی تاریخیں قریب سے قریب تر ہو رہی تھیں ۔ اجلاس میں شرکت کے لئے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ آمادہ تو ہو گئے لیکن آپ نے حکم فرمایا کہ اجلاس میں بطورِ خاص حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کو میرے حوالہ سے دعوت دے کر ان کی آمد کو یقینی بنایا جائے ۔ اب یاد نہیں کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے پاس کون گئے؟ کیا ہوا؟ بہر حال حضرت خواجہ صاحب نے اپنے استاد حضرت شیخ بنوریؒ کے حکم پر اجلاس میں شریک ہونے کا وعدہ فرما لیا، جس کی حضرت بنوریؒ کو اطلاع کر دی گئی ۔ آپ نے بھی انشراحِ صدر کے ساتھ اجلاس میں شرکت کا یقینی وعدہ فرما لیا ۔

اس موقع پر راقم اپنا تأثر اس طرح بیان کر سکتا ہے کہ غالباً حضرت بنوریؒ اپنی مصروفیات اور مجلس کی امارت کی اہمیت دونوں میں تطبیق اس طرح فرمانا چاہتے ہوں گے کہ ایسی معتمد اور جامع شخصیت جو مجلس کی امارت کے بوجھ کو اٹھا سکے، وہ ان کو امیر بنا کر اور خود اپنی رہنمائی و تعاون کے ساتھ پیچھے رہ کر ان دونوں کاموں کی تقسیم کار کرنا چاہتے ہیں، تا کہ جامعہ اور مجلس کے کام، دونوں کما حقہ، چلتے رہیں، اس لئے آپ کی نظرِ انتخاب حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ پر پڑی ۔ چنانچہ آپ سے بطورِ خاص اجلاس میں ملتان تشریف لانے کا پختہ وعدہ لیا گیا ۔ قرائن بتاتے ہیں کہ اس کے لئے انہوں نے مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمودؒ کو بھی اعتماد میں لیا ہوگا ۔ یہ دونوں بزرگ اس زمانے میں ہر اہم کام میں ایک دوسرے کے مشورے کو ضروری سمجھتے تھے ۔ لیکن جب مجلسِ عمومی کا اجلاس ہوا تو صورتحال یکسر تبدیل ہو گئی ۔

اور ٹرین چھوٹ گئی :

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے جس ٹرین کو کندیاں سے پکڑنا تھا، اس سے رہ گئے جو صبح ملتان پہنچتی ہے، دوسری ٹرین جو صبح کندیاں سے چلتی ہے، اس نے ملتان اجلاس کے اختتام پر پہنچنا تھا، اس لئے آپ کندیاں سے واپس خانقاہ آگئے اور اجلاس کے وقت پر نہ پہنچ سکنے کے باعث سفر ملتوی کردیا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ بھکر والوں کو بھی آپ نے فرمادیا تھا کہ وہ رات کی ٹرین سے ملتان کا سفر کریں۔

حضرت خواجہ صاحبؒ خود تو رہ گئے، مولانا محمد عبداللہؒ بروقت پہنچ گئے، حضرت شیخ بنوریؒ بھی صبح کے جہاز پر کراچی سے ملتان تشریف فرما ہوگئے، اجلاس شروع ہونے کا وقت ہوگیا، اب حضرت خواجہ صاحبؒ موجود نہیں تو مولانا عبداللہؒ نے کہا کہ پروگرام تو پختہ تھا ممکن ہے کہ ٹرین چھوٹ گئی ہو تو اب دوسری ٹرین سے دوپہر تک تشریف لائیں گے۔ حضرت بنوریؒ نے فرمادیا کہ صبح دس بجے کے بجائے اجلاس مؤخر کردیا جائے۔ اس زمانے میں ڈائریکٹ ڈائلنگ کا نظم نہ تھا، ہوتا بھی تو خانقاہ سراجیہ میں فون کی سہولت موجود نہ تھی۔ اس زمانہ میں چشمہ کالونی کے ایک ارادت مند کے ذریعے رابطہ ہوتا تھا کال بک کرائی جاتی تو بھی گھنٹوں باری کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اس تگ ودو میں ظہر کے بعد اجلاس شروع ہوا جب دوسری ٹرین آگئی اس پر حضرت خواجہ صاحب تشریف نہ لائے۔ جب حضرت خواجہ صاحب بھی تشریف نہیں لاسکے، حضرت شیخ بنوری آپ سے مشورہ بھی نہیں کرسکے۔ ادھر اجلاس حضرت بنوری کی صدارت میں شروع ہوا، تلاوت کے بعد سابقہ اجلاس عمومی کی کاروائی پڑھی گئی، اس کی توثیق ہوتے ہی حضرت بنوری کا نام پیش ہوا تمام حاضرین نے یک

زبان ہو کر نہ صرف تائید کی بلکہ ہاتھ بھی بلند کر دیئے۔

آپ امارت قبول فرمائیں :

حضرت بنوریؒ کچھ فرمانا چاہتے تھے کہ حضرت امیر شریعتؒ کے ساتھی، مفتی کفایت اللہ کے شاگرد، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رکن اور سرائیکی زبان کے نامور خطیب مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ نے کہا کہ :

''حضرت! (حضرت بنوری) ختم نبوت کا کام آپ کے استاد حضرت انور شاہ کشمیریؒ نے حضرت امیر شریعتؒ کے ذمہ لگایا تھا ہم سب نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حضرت امیر شریعتؒ کے ساتھ امکانی حد تک جو بن پڑا، قادیانیت کو لگام دی۔ حضرت امیر شریعتؒ اوران کے رفقاء حضرت قاضی صاحبؒ، حضرت جالندھریؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ یکے بعد دیگرے ہمیں یتیم کر گئے، ان کی جدائی سے خمیدہ کمر، شکستہ دل اس ٹیم کی آپ امارت قبول فرمائیں''۔

گریہ اور آہ و بکا کا منظر :

اس پر پورے اجتماع میں آہوں اور سسکیوں کا ایسا ماحول بنا کہ شامِ غریباں پر ان کے خطیب کیا بناتے ہوں گے! خود حضرت بنوریؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ اور دیگر حضرات نے بھی رو رو کر اپنی داڑھیوں کو آنسوؤں سے تر کر لیا۔ اس پر مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ نے پھر بات کا آغاز کیا :

''حضرت! (حضرت بنوری) آپ امارت قبول کریں تو جس طرح حضرت امیر شریعتؒ کی اطاعت کر کے قادیانیوں کو نتھ ڈالی، اس طرح تیار ہیں بلکہ بڑھ کر اطاعت کا وہ نمونہ پیش کریں گے کہ اولاد بھی اپنے والدین کی وہ اطاعت نہیں کر سکتی،

جو ہم آپ کی کریں گے اور اگر امارت پر آپ آمادہ نہیں تو مولانا محمد شریف جالندھریؒ سے چابیاں لے کر جذبات میں حضرت بنوری کی طرف بڑھا دیں کہ یہ چابیاں ہیں، اس دفتر کو بند کر دیں، ہم بھی گھروں کو جاتے ہیں، اس پر پھر وہی آہ و بکا کی کیفیت، حضرت بنوری نے صرف اتنا فرمایا۔ بہت اچھا، پورا اجلاس خیر مقدمی کلمات سے گونج اٹھا، حضرت بنوریؒ کچھ فرمانا چاہتے تھے کہ مولانا حسین علی وار برٹن کھڑے ہوئے اور نائب امارت کے لئے مولانا محمد شریف جالندھری کا نام پیش کر دیا۔ اب ایک طرف مولانا بنوریؒ امیر بننے کے لئے خوشی سے آمادہ نہیں دوسری طرف حضرت بنوریؒ کچھ فرمانا چاہتے ہیں کہ مولانا محمد شریف جالندھری کی نائب امارت کنفرم ہونے کو ہے۔

خواجہ خان محمدؒ نائب امیر ہوں گے :

حضرت بنوریؒ نے ہال کے اس منظر کو دیکھا اور مولانا حسین علیؒ سے فرمایا: مولوی صاحب! بیٹھ جایئے، حضرت بنوریؒ کے اس جملے پر پوری مجلسِ عمومی نے حضرتؒ کے احترام میں سر جھکا لیے، حضرت بنوریؒ نے فرمایا: دیکھئے کہ اگر میں امیر ہوں تو نائب امیر مولانا خواجہ خان محمدؒ ہوں گے اور بس اس پر کوئی بات سننے کے لئے آمادہ نہیں اور آپ میں سے کوئی کچھ نہ کہے۔ اب مجلسِ عمومی کے اکثر ارکان اور غالباً تمام مبلغین جو مولانا محمد شریف جالندھری کو آگے لانا چاہتے تھے بغلیں جھانکنے لگے، خلافِ توقع سارا منصوبہ ہی ناکام ہو گیا، ایک تو حضرت الامیر اور وہ بھی حضرت بنوریؒ ان کو حکم، دوسرا یہ کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے نام کے سامنے آتے ہی پورے اجتماع میں سے ایک شخص بھی اس سے انکار کا سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ لیکن حضرت بنوریؒ ایسے خدا رسیدہ، معاملہ فہم رہنما نے اگلے ہی جملے میں سب کے دل جوڑ دیئے فرمایا کہ:

''نائب امیر تو حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ ہی ہوں گے، ہاں آپ دوستوں کی اکثریت چاہتی ہے کہ مولانا محمد شریف جالندھریؒ اہم ہیں تو میں انہیں ناظم اعلیٰ نامزد کرتا ہوں''۔ اب تو پورا اجتماع ''سبحان اللہ! ماشاء اللہ! ٹھیک ہے، بالکل منظور ہے، منظور ہے کی صداؤں سے گونج اٹھا۔ لیجئے! حضرت شیخ بنوریؒ نے جو امیر بنتے ہی پہلا فیصلہ کیا'' اگر میں امیر تو نائب امیر بہرحال خواجہ خان محمد صاحبؒ ہوں گے، اور آپ کہتے ہیں تو ناظم اعلیٰ مولانا محمد شریف جالندھری ہوں گے'' اس پر ایسا اتفاق رائے ہوا کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے مقابلے میں دوسرا نام آنے کا نہ سوچا جاسکتا تھا اور نہ ہی پیش ہوسکتا تھا، نہ حضرت بنوریؒ نے کسی کی پیش جانے دی۔

(تذکرہ خواجہ خان، ص ۸۷)

امارت کی سعادت :

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بالاتفاق حضرت خواجہ خان محمد صاحب کو امیر مرکزیہ چن لیا گیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے اپنے مشن اور ہدف کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے ہم اگر حضرت خواجہ صاحب کی خدمات گنوانا شروع کردیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوجائے گی۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ آنے والی نسل کو عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کا احساس ہو اور اس حوالے سے کچھ کرگزرنے کا جذبہ بیدار ہو سو بطورِ نمونہ چند واقعات ملاحظہ ہوں :

تین بار ہتھکڑیاں ٹوٹ گئیں :

جناب محمد عادل وہاڑی رقم طراز ہیں :

میں نے حضرت مولانا ظفر احمد قاسم کی معیت میں حج کی سعادت حاصل کی، میدان عرفات میں حضرت شیخ مولانا محمد مکی حجازی کے خاص حلقے میں جب پہنچے تو خوشی کی انتہاء نہ رہی کہ وہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت خواجہ خان محمدؒ تشریف فرما تھے۔ مولانا ظفر احمد قاسم نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں ایک واقعہ پیش کیا وہ قارئین کی نذر کرتا ہوں :

۱۹۷۴ء میں ختم نبوت کی تحریک چل رہی تھی۔ عشاقِ رسول ﷺ دیوانہ وار تحفظ ختمِ نبوت کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دے رہے تھے، ملک کے مختلف شہروں کی طرح شاہینوں کے شہر سرگودھا میں بھی کرفیو لگا ہوا تھا۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے ایک مجاہد نے کرفیو کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک بڑے چوراہے کی بلند عمارت پر کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی، ۷ فٹ قد، چوڑی چھاتی، لال سرخ چہرہ، آناً فاناً ہزاروں لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اچانک اتنے بڑے مجمع پر فائر چلانا فوج کیلئے دشوار تھا، کیپٹن نے اس مجاہد خطیبِ ختم نبوت کی گرفتاری کا آرڈر جاری کر دیا۔ فوجی جوان عوام کے جمِ غفیر کو چیرتے ہوئے اس دو منزلہ عمارت تک پہنچے، اتنے میں ختم نبوت کا مجاہد اس عمارت کی پچھلی جانب سے کود پڑا اور قریبی ریلوے اسٹیشن سے ریل پر سوار ہو گیا۔ اگلا اسٹیشن ہنڈ لے والی تھی (جسے اب شاہین آباد کہتے ہیں) پولیس اور فوج اسٹیشن پر الرٹ کھڑی تھی، جونہی ٹرین پہنچی فوج کے جوان شہد کی مکھیوں کی طرح ٹرین پر لپکے اور ختم نبوت کے مجاہد کو ہتھکڑی لگا دی گئی۔ اس عظیم مجاہد نے گرجدار آواز میں نعرہ لگایا: ''ختم نبوت زندہ باد'' اور ہتھکڑی ٹوٹ گئی، دوسری بار ہتھکڑی لگائی گئی مرد قلندر نے نعرہ لگایا ''ختم نبوت زندہ باد'' ہتھکڑی ٹوٹ کر دور جا گری پھر جب تیسری بار

ہتھکڑی لگائی گئی تو مردِ آہن نے نعرہ بلند کیا ''ختم نبوت زندہ باد'' ہتھکڑی ٹوٹ گئی۔

ہتھکڑیاں لگانے والے قدموں میں گر پڑے تو تحریکِ ختم نبوت کے عظیم مجاہد مولانا سید نیاز احمد شاہ کیلانیؒ نے کندھے سے اپنا رومال اتار کر دیا اور کہا کہ: ''ختم نبوت کے پروانے کو اس رومال سے باندھ کر لے جاؤ'' گاڑی اللہ اکبر، اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ بھی وجد میں آگئے اور بلند آواز سے نعرۂ تکبیر کہا، آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، آج جب امت مسلمہ سے اس عظیم تاریخ ساز شخصیت کا سایہ اٹھ گیا ہے تو حضرت شیخؒ کے ساتھ گزرے وہ لمحات رہ رہ کر یاد آتے ہیں۔ (لولاک نمبر: ص ۴۰۴)

حضرت خواجہ صاحبؒ ختم نبوت کے کام کو اہمیت دیتے، ایک دفعہ فرمایا: ختم نبوت کا کام شفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کا ذریعہ ہے حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنی زندگی کی جو آخری اپیل کی تھی وہ بھی علمائے کرام کے نام تھی کہ مہینے میں کم از کم ایک جمعہ ختم نبوت کے لئے وقف کریں اور اس میں ختم نبوت کی اہمیت عوام الناس کو بتائیں۔

ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی اہمیت :

ایک مرتبہ شیخ طریقت حضرت میاں خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے سیدی حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا: ''حضور! میں بوڑھا ہوگیا ہوں، بوجہ ضعف اور بھی کئی عوارض شامل ہوگئے ہیں، اب سفر کرنے میں دقت پیش آتی ہے، میں ختم نبوت کانفرنس میں جاؤں یا نہ جاؤں؟ فرمایا: ''میاں صاحب! یہ بتاؤ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ممبر ہیں کہ نہیں؟ عرض کیا: حضور! ممبر تو ہوں! پھر دریافت فرمایا: آپ کا ختم نبوت پر ایمان ہے؟ عرض کیا جی ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے

ارشاد فرمایا: میاں صاحب! پھر جانا بھی ضروری ہے اس مضمون سے حضرت خواجہؒ کا حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی اور مسئلہ ختم نبوت سے قلبی لگاؤ عیاں ہے۔

(لولاک نمبر: ص ۱۵۸)

ختم نبوت کے کام میں حرج نہ ہو:

جب مولانا حق نواز مرحوم کی جھنگ میں شہادت ہوئی۔ فقیر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تھا، شورکوٹ جانا تھا۔ یہ خبر سنی تو بجائے شورکوٹ کے ملتان آگیا۔ اگلے روز جمعہ تھا، ملتان دفتر میں جمعہ پڑھایا تو کافر کافر کے نعرے لگوائے۔ ہفتہ کو حضرت خواجہ صاحبؒ کے ہمراہ دھریجہ نزد کوٹلہ رحم علی شاہ تحصیل پور ضلع مظفر گڑھ میں جلسہ تھا۔ فقیر نے تقریر کی واقعہ سے اتنا مغلوب الحال کہ کافر کافر کے نعرے لگوائے۔ فقیر کے بعد حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ کا بیان ہوا۔ بھرتی ڈال کر اونچا تھڑا بنا کر اس سے اسٹیج کا کام لیا گیا تھا۔ عصر کے قریب جب جلسہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی دعا پر ختم ہوا اسٹیج سے اترنے لگے تو فقیر نے پہلے اتر کر سہارا کے لیے حضرت قبلہ کے سامنے اپنا کندھا پیش کیا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ سہارا دینے سے اسٹیج سے اترے اور فقیر کا ہاتھ تھام لیا، چلتے ہوئے فرمایا: ''ساری دنیا کافر کافر کا نعرہ لگائے، آپ نے نہ لگوایا کریں''۔

فقیر مارے شرم کے عرق آلود ہو گیا عرض کیا: حضرت! وعدہ رہا، آئندہ ایسے نہ ہوگا۔ قارئین! انشاء اللہ العزیز اپنے حضرت خواجہ صاحبؒ سے کیے ہوئے عہد کو نبھاؤں گا، اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے روکنے کا مقصد یہ تھا کہ ختم نبوت کے عنوان پر کام کرنے والوں کو ان مباحث میں نہیں پڑنا چاہیے۔ تاکہ ختم نبوت کے کام میں حرج نہ ہو۔

یہ مجلس کے مفاد کے خلاف ہے :

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ تھے، ساری زندگی فقر وفاقہ میں گزری، جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں محترم راجہ ظفر الحق صاحب حج واوقاف اور مذہبی امور کے وزیر تھے۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ کا راجہ صاحب سے دوستانہ تھا۔ راجہ صاحب نے مولانا محمد شریف جالندھری کو پیشکش کی کہ سرکاری وفد میں آپ کو شامل کرتے ہیں۔ آپ حج کرلیں مولانا محمد شریف جالندھری نے حج نہیں کیا تھا، حضرت خواجہ صاحبؒ سے اجازت چاہی آپ نے فرمایا: مولانا! آپ پر حج فرض نہیں، فرض ہوا تو اللہ تعالیٰ حج کرا بھی دیں گے، آپ مجلس کے ناظم اعلیٰ ہیں سرکاری وفد میں حکومت سے اتنا فائدہ بھی نہ اٹھائیں یہ مجلس کے مفاد کے خلاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے راجہ صاحب کو انکار کر دیا۔ (لولاک نمبر: ص ۷۰)

باہمی اتحاد کی افادیت :

حضرت خواجہ صاحبؒ تصوف کے لئے توقف تھے، ختم نبوت کی تحریک میں دل وجان سے حصہ لیتے تھے لیکن سیاسی ذوق ولگن ہر عمل پر غالب تھا۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت کیلئے مجلسِ عمل بنائی گئی جس میں اہلِ حدیث، دیوبندی، بریلوی اور شیعہ تمام طبقوں کے سرکردہ علماء شامل تھے، تمام جماعتوں کے خلوص اور محنت سے تحریک کامیاب ہوگئی، بعد میں آہستہ آہستہ بریلوی، اہلِ حدیث اور شیعہ حضرات متحرک نہ رہے۔ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ ختم نبوت کا سارا کام تو دیوبندی کرتے ہیں آپ شیعوں کو اپنے ساتھ کیوں رکھتے ہیں؟ تو حضرت نے فرمایا: ''جب تک وہ ہمارے شریکِ تحریک ہوتے ہیں تو کسی دیوبندی، بریلوی یا اہلِ حدیث کے خلاف عقیدہ

کی بات نہیں کرتے۔آپس میں اختلاف کی آگ نہیں سلگتی، یہ کوئی کم فائدہ ہے؟اسی طرح کوئی مکتبہ فکر ایک دوسرے کے خلاف تقریر نہیں کرتا۔(لولاک نمبر:ص ۳۱۰)

مولانا اللہ وسایا لکھتے ہیں :

جب مولانا حق نواز جھنگوی مرحوم کی جھنگ میں شہادت ہوئی، فقیر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تھا، شورکوٹ جانا تھا، یہ خبر سنی تو بجائے شورکوٹ کے ملتان آگیا، اگلے روز جمعہ تھا، ملتان دفتر میں جمعہ پڑھایا تو کافر کافر کے نعرے لگوائے، ہفتہ کو حضرت خواجہ صاحبؒ کے ہمراہ دھریجہ کوٹلہ رحم علی شاہ تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ میں جلسہ تھا، فقیر نے تقریر کی تو واقعہ سے اتنا مغلوب الحال کردیا کافر کافر کے نعرے لگوائے، فقیر کے بعد حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی کا بیان ہوا۔بھرتی ڈال کر اونچا تھڑا بنا کر اس سے اسٹیج کا کام لیا گیا تھا، عصر کے قریب جب جلسہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی دعا پر ختم ہوا، اسٹیج سے اترنے لگے تو فقیر نے پہلے اتر کر سہارا کے لئے حضرت خواجہ صاحبؒ کے سامنے اپنا کندھا پیش کیا۔حضرت خواجہ صاحبؒ سہارا دینے سے اسٹیج سے اترے اور فقیر کا ہاتھ تھام لیا، چلتے ہوئے فرمایا: ساری دنیا کافر کافر کا نعرہ لگائے، آپ نہ لگوایا کریں، فقیر مارے شرم کے عرق آلود ہوگیا، عرض کیا: حضرت! وعدہ رہا آئندہ ایسے نہ ہوگا۔قارئین! انشاء اللہ العزیز اپنے حضرت خواجہ صاحبؒ سے کئے ہوئے عہد کو نبھاؤں گا اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں، حضرت خواجہ صاحبؒ کے روکنے کا مقصد یہ تھا کہ ختم نبوت کے عنوان پر کام کرنے والوں کو ان مباحث میں نہیں پڑنا چاہیے تاکہ ختم نبوت کے کام میں حرج نہ ہو۔(لولاک نمبر:ص ۵۷)

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے سر توڑ کوششیں عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ناممکن ہے جس دل اور دماغ میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رچی بسی ہوتی ہے وہی تحفظ ختم

نبوت کے کام کیلئے جانباز سپاہی بن سکتا ہے۔

رشتہ نہ ہو قائم جو محمدؐ سے وفا کا :

حضرت مولانا عبدالوحید قاسمی لکھتے ہیں :

''حضرت خواجہ خان محمدؒ سچے عاشقِ رسولؐ تھے جن ایام میں اسلام آباد کی جماعت کی طرف سے ڈاکٹر یونس شیخ ملعون گستاخِ رسول کا مقدمہ چل رہا تھا تو حضرت خواجہ صاحبؒ اسلام آباد تشریف لائے تو جماعت کی طرف سے خواجہ صاحبؒ کو اس کیس کے بارے میں تفصیلاً بتایا گیا اور دعا کی درخواست کی گئی تو خواجہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا: ارتداد موجود ہے، صدیقِ اکبرؓ موجود نہیں، حضرت خواجہ صاحبؒ نے دعا فرمائی اور الحمدللہ بہت جلدی اس کو سزائے موت ہوئی وہ اپنے انداز میں یوں گویا تھے ......

رشتہ نہ ہو قائم جو محمدؐ کی وفا کا
پھر جینا بھی برباد ، مرنا بھی اکارت
زندگی کچھ بھی نہیں تیری محبت کے بغیر
اور بے روح محبت ہے اطاعت کے بغیر

(لولاک نمبر: ص ۳۳۶)

دلوں کے آبگینے چھلک پڑے :

مشہور نعت خوان حافظ لدھیانوی بیان فرماتے ہیں: کسی بزرگ کے چہرے پر ایک نظر ڈالنے سے سکون حاصل ہوتا ہے یہ اس بزرگ کی کرامت اور بزرگی کی علامت ہوتی ہے، اس کی معرفتِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کی ذات والا صفات سے

نسبتِ خاص کا مظہر ہوتی ہے۔ مجھے حضرت خواجہ مولانا خان محمد صاحبؒ کی مجلس میں ایسی ہی کیفیات کا احساس ہوا۔

حضرت کے عشق رسول اللہ ﷺ کا مظاہرہ نعت کی فرمائش کی شکل میں ہوا اس گنہگار کے نام سے وہ غائبانہ متعارف تھے، میرا نعتیہ کلام اخبارات ورسائل میں پڑھ چکے تھے، نعت گوئی کے لئے ایک خاص فضا، ایک خاص ماحول اور اہلِ دل حضرات کی موجودگی ضروری ہے، بحمداللہ! اس مجلس پاک میں ہدیۂ نعت پیش کرنا حضوری کے مترادف تھا۔ دھیان کا رخ حرم نبوی ﷺ کی طرف رہا، روح بارگاہ رسالت ﷺ میں درود وسلام پیش کرتی ہوئی محسوس ہوئی، اگرچہ بارگاہِ نبوی ﷺ میں ابھی حاضری کا شرف نصیب نہ ہوا تھا مگر اہل اللہ کی مجلس میں نعت پڑھنے سے آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ محرومی نے اشکوں کی صورت اختیار کر لی، مجلس کا ہر شخص ادب واحترام کا پیکر بنا ہوا تھا، رقت اور سوز نے محفل کو گھیر لیا، نعت کے انوار نظر آئے، قلب ونظر، کرمِ خاص سے سیراب ہو گئے۔ حضرت کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں، مگر ان کے ضبط نے جذبات کو بکھرنے نہیں دیا۔ یہ ظرف کی بات ہے: ....

ذرا پی کر بہک جانا یہ کم ظرفوں کا شیوہ ہے
جو عالی ظرف ہیں جتنی پیئں وہ کب بہکتے ہیں

محفل پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ حضرت نے کچھ دیر خاموش رہ کر نعت سے لطف اندوز ہو کر انوارِ رحمت کو سمیٹ کر دوسری نعت کی فرمائش کی یہ لمحات غنیمت تھے، یہ مجلس بابرکت تھی، حضرت کی موجودگی میں بارگاہ سید کونین ﷺ میں ہدیۂ نیاز خوش بختی کی دلیل تھی، وہ دوسری نعت سنائی مجلس پر پھر وہی کیفیت طاری

ہوگئی، دلوں کے آبگینے چھلک اٹھے، چند ساعتوں میں خلوت جان میں اجالا ہوگیا یہ چندلمحات زندگی کی ساعتوں پر محیط ہوگئے میں اپنی قسمت پر نازاں تھا، دوسری صبح حضرت کوسفر کرنا تھا مگر حضرت تو دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے ہوئے تھے وہ تو قدمین شریفین میں حاضر تھے ان کا وجود تو مدینہ منورہ کی مقدس فضاؤں میں بس گیا تھا، نعت کی یہ بابرکت مجلس کافی دیر جاری رہی اس پہلی ہی ملاقات میں مرادوں کے گوہر لے کر لوٹا۔ (لولاک نمبر: ص۲۰۲)

اللہ کے مقبول بندے :

حضرت مولانا محمد علی صدیقی لکھتے ہیں :

میر پور خاص کے ایک ڈاکٹر امداداللہ احمدانی جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مشن سے والہانہ محبت بھی رکھتے تھے، ایک بار حج پر تشریف لے گئے اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دعا کی کہ: ’’اے اللہ! تیرا جو مقبول ترین بندہ ہے اس سے ملاقات کرا دے‘‘۔ ابھی دعا کر کے اس جگہ سے روانہ ہی ہوئے تھے کہ ایک دوست مولانا محمد حنیف لغاری صاحب جو مدینہ یونیورسٹی کے طالب علم تھے انہوں نے کہا کہ مواجہ شریف کے قریب حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب تشریف فرما ہیں چلیں ملاقات کرلیں۔ ڈاکٹر امداداللہ احمدانی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ یہ تو نقد دعا کا اثر ہے، اس مقام پر حضرت اقدس نہایت ادب سے بیٹھے تھے، ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ہم جب قبل عصر وہاں پہنچے تو حضرت خواجہ صاحبؒ دوزانو روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رُخ کئے تشریف فرما تھے یہاں تک کہ عصر ہوگئی اس کے بعد مغرب تک یہی کیفیت رہی، اس کے بعد عشا تک اور پھر عشاء کی نماز ادا کی اس کے بعد بھی

اسی کیفیت میں دوزانو روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوکر درود وسلام پیش فرما رہے تھے اور ہم آپ کے پیچھے بیٹھے اپنی قسمت پر ناز کر رہے تھے۔عشاء کے بعد ملاقات، مصافحہ اور تعارف ہوا''۔(لولاک نمبر:ص۵۱۹)

موئے مبارک کا احترام :

حضرت مولانا اللہ وسایا لکھتے ہیں :

''ایک بار خانقاہ شریف حاضری کے موقع پر مولانا محمد یعقوب ربانی فاروق آباد ضلع شیخوپورہ نے مجھے فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب کے پاس موئے مبارک ہے، آپ حضرت خواجہ صاحب سے عرض کریں تو شاید زیارت ہوجائے فقیر کو سرے سے معلوم نہ تھا کہ حضرت خواجہ صاحب کے ہاں موئے مبارک ہے نہ یہ معلوم کہ زیارت کے کیا آداب ہوتے ہیں؟ میں نے حضرت خواجہ صاحب سے درخواست کردی، آپ خاموش رہے جب مجلس برخواست ہوئی تو مجھے حکم فرمایا کہ ڈیرہ پر آجائیں میں نے مولانا یعقوب کو ساتھ لیا تھوڑی دیر بعد گھر سے ڈیرہ کے گیٹ پر بذات خود حضرت خواجہ صاحب تشریف لائے، ہم دونوں کو گھر لے گئے، پہلے سے پردہ کرایا ہوا تھا، اب ہمیں برآمدے میں کھڑا کر کے حضرت خواجہ صاحب اندر تشریف لے گئے، موئے مبارک جو چاندی کے شوکیس میں موم کے اندر لگایا ہوا تھا باہر برآمدے میں لائے بادل چھائے ہوئے، بالکل باریک ہونے کے باعث نظر آنے میں دقت ہوتی تھی، حضرت خواجہ صاحب نے عینک لگائی اس چاندی کے بکس کا پہلو بدلا بغور دیکھنے سے زیارت نصیب ہوگئی، حضرت خواجہ صاحب موئے مبارک کے پاس جتنا ہم زائرین کو لے جانا ممکن تھا لے کر گئے، موئے مبارک کو زائرین کے پاس نہیں لائے۔(لولاک نمبر:ص۵۵)

ختم نبوت کے رضا کار :

مولانا اللہ وسایا راوی ہیں کہ لندن کے ایک سفر سے واپسی پر مدینہ طیبہ حاضری ہوئی، مخدوم زادہ حضرت حافظ محمد عابد اور میں حضرت والا کی خدمت میں مصروف تھے کہ حافظ صاحب گویا ہوئے: ''مولانا اللہ وسایا کوئی بات ہی سنا دیں''۔

تو اس پر میں نے ایک واقعہ عرض کیا کہ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ گوجرانوالہ دفتر میں قیام فرما تھے اور تکیہ کا سہارا لیا ہوا تھا، اتنے میں مجلس کے مشہور ورکر چوہدری غلام نبی امرتسری حاضر ہوئے اور کہا: شاہ جی! شاہ جی! آپ کے کہنے پر جیل میں گیا، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنیں، حتیٰ کہ رولر پھیر کر بندہ کو قوتِ مردمی جیسی نعمت سے محروم کر دیا گیا، صبح سے خیال آ رہا تھا کہ آپ جنت میں مزے کریں گے پتہ نہیں ہمیں بھی یاد رکھیں گے یا نہیں؟ شاہ جی نے تکیہ کا سہارا چھوڑ دیا اور سنجیدہ ہو کر فرمانے لگے، غلام نبی! پھر کہو کیا کہا؟ تو غلام نبی نے وہ جملے دوبارہ دہرائے تو اس پر شاہ جی نے فرمایا: غلام نبی! اگر میرے اللہ نے مجھے جنت میں داخلہ عنایت فرما دیا تو میں دست بستہ عرض کروں گا یا اللہ! جب تک تیرے محبوب پاک ﷺ کی ختم نبوت کے رضا کار جنت میں نہیں جاتے تو میں ان کے بغیر بے کار ہوں۔

ہاں ! وعدہ یاد ہے :

مولانا فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ سنا کر میں خاموش ہو گیا تو حافظ صاحب نے فرمایا: مولوی صاحب! پوری بات کرو، میں سمجھ گیا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت والا! اس وقت شاہ جی کی مسند پر ہیں اور بندہ غلام نبی کی طرح، آپ قیامت میں ہمارا کوئی خیال فرمائیں گے کہ نہیں؟ اس پر حضرت والا نے ارشاد فرمایا: انشاء اللہ العزیز اگر اللہ

پاک نے مجھے جنت میں داخلہ عنایت فرمادیا تو میں بھی وہی کہوں گا جو جملے حضرت امیر شریعت نے ارشاد فرمائے۔ مولانا اللہ وسایا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خانقاہ شریف میں حاضری ہوئی اور حضرت اقدس خوشگوار موڈ میں تھے تو میں نے وعدہ یاد دلایا، تو حضرت والا نے فرمایا: ہاں وعدہ یاد ہے۔ (لولاک نمبر: ص ۴۰۶)

شہدائے ختم نبوت کے جنازے :

قاری سعید بن شہید ساہیوال بیان فرماتے ہیں :

حضرت خواجہ خان محمدؒ کی زیارت پہلی مرتبہ اس وقت ہوئی جب فرقۂ مرتدہ مرزائیہ کے ہاتھوں ۳۰؍محرم الحرام ۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۹۸۴ء بروز جمعۃ المبارک دو مسلمان قاری بشیر احمد طیب مدرس جامعہ رشیدیہ (میرے والد، اور حضرت مولانا حبیب اللہ رشیدی کے داماد کہ ان کی بھانجی، میری والدہ ان کے نکاح میں تھی) اور پولی ٹیکنیکل کالج ساہیوال کے انتہائی صالح نوجوان جناب اظہر رفیق شہید ہوئے۔ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۸۴ء ساہیوال شہر میں مکمل ہڑتال تھی، پورے شہر میں اجتماعی پروگرام ہو رہے تھے، شہدائے ختم نبوت کے جنازے کمیٹی گراؤنڈ ساہیوال میں حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ، حضرت مفتی زین العابدین صاحب، مولانا ضیاء القاسمی صاحبؒ، مولانا حق نواز جھنگویؒ صاحب، مولانا اشرف ہمدانی صاحبؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحبؒ، سید امیر حسین گیلانی صاحب، مولانا سلیمان طارق صاحب، مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب ودیگر اکابرِ احرار و عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اس وقت کی تمام جماعتوں کے قائدین ورہنماؤں کی قیادت میں لائے گئے۔

میری عمر قریباً ۱۳ سال سے کچھ کم ہوگی، میرے لئے اپنے والد کی شہادت عظیم

حادثہ تھا، مگر میں چاہتا تھا کہ میرے والد کا جنازہ ہمارے خاندان کے اکابرین میں سے یا مولانا محمد عبداللہ صاحب رائے پوری شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ، یا پھر مولانا ولی محمد ہڑپہ والے جو حضرت رائے پوریؒ کے خلفاء میں سے تھے، یا پھر مجاہدِ ملت مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب پڑھائیں گے، مگر میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عظیم ہستی کو ہمارے خاندان کے سب سے بڑے جنازے کیلئے لائے تو میں حیران تھا کہ یہ کتنی بڑی ہستی ہوگی پھر اس دن کے بعد اس عظیم ہستی سے جو محبت میرے دل میں پیدا ہوئی، وہ لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی، یہ تھے خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ۔

مثالی تعاون :

شہدائے ختم نبوت کے کیس کے سلسلے میں حضرت مولانا حبیب اللہ رشیدی، حضرت خواجہ صاحبؒ سے مشورہ کرتے اور عمل کرتے، اس کیس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت و مجلس احرار اسلام اور حضرت خواجہ صاحبؒ کا تعاون مثالی ہے، حضرت خواجہ صاحبؒ کی طرف سے ''الرشید'' میں اپیل بھی چھپی اور حضرت نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے شہدائے ختم نبوت ساہیوال کیس کے لئے (اس زمانے میں) چونتیس ہزار روپے فراہم کئے اور اس سارے کیس میں جامعہ رشیدیہ، مولانا حبیب اللہ و عبداللطیف خالد چیمہ کی سرپرستی فرمائی۔

شہدائے ختم نبوت کے حوالے سے جب لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ یہ لوگ تو کلمہ مٹانے گئے تھے یہ شہید کیسے؟ تو حضرت مولانا حبیب اللہ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کے مشورے سے مختلف حضرات سے فتویٰ مانگا کہ جو مسلمان مرزائیوں کے معابد میں مرزائیوں کے ہاتھوں شہید کردیئے جائیں کیا وہ شہید کہلائیں گے؟ تو اس پر

جید عالم دین حضرت مولانا عبدالرحیم رقم طراز ہیں :

وضو کا انداز :

حضرت والا جب وضو کرنے کے لئے اپنے کمرہ میں بنی ہوئی جائے وضو پر رکھی ہوئی چوکی پر تشریف رکھتے تو بڑے اطمینان کے ساتھ وضو کرنا شروع فرماتے، تو وضو کے ہر عضو پر حکم وضو کو بجالانے کے لئے فرائض، سنن، مستحبات وآداب کی خوب رعایت فرماتے تھے۔ مسواک ہر وضو میں تین مرتبہ کرتے، ایک مرتبہ کلی کرنے سے پہلے مسواک گیلا کر کے اور دوسری مرتبہ کلی کرنے کے بعد مسواک کرتے اور پھر کلی کرتے۔ اسی طرح تیسری مرتبہ مسواک کرتے اور پھر کلی کرتے تھے۔ داڑھی مبارک کا خوب خلال کرتے اور داڑھی مبارک کے بالوں کو ملتے رہتے۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے، آپ وضو میں تقریباً ڈیڑھ لوٹا پانی استعمال فرماتے تھے جب وضو سے فارغ ہو جاتے تو ٹوپی پر بندھی ہوئی دستار اپنے سر مبارک پر سجا لیتے تھے۔

مسجد کی طرف روانگی :

آپ دائیں بائیں دو آدمیوں کے سہارے پہ مسجد کی طرف چل پڑتے، سر جھکا ہوا، نظر قدموں پر، نورانی چہرہ، سر پر دستار سجائے ہوئے یوں لگتے جیسے چاند دو بدلیوں کے درمیان چمکتا آرہا ہے، خانقاہ شریف کے برآمدے کی سیڑھیوں سے جب نیچے اترنے لگتے تو ہر سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے "سبحان اللہ" فرماتے تھے اور جب مسجد کی سیڑھیوں سے مسجد کی طرف چڑھنا شروع فرماتے تو ہر سیڑھی پر قدم رکھتے وقت 'اللہ اکبر' فرماتے تھے۔ لیکن جب مسجد سے واپس تشریف لاتے تو اس عمل کا عکس کرتے تھے، یعنی مسجد کی

سیڑھیاں اترتے ہوئے "سبحان اللہ"، سبحان اللہ" کہتے جاتے اور برآمدے کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے: "اللہ اکبر، اللہ اکبر" فرماتے تھے۔

مسجد میں دُخول وخروج :

حضرت والا سنت کے مطابق بایاں پاؤں جوتے سے نکال کر جوتے کے اوپر رکھ دیتے تھے اور دایاں پاؤں جوتے سے نکال کر مسجد میں رکھتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے: "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" اور جب اپنے معمولات سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لاتے تو پہلے دایاں پاؤں باہر نکال کر جوتے پر رکھ دیتے اور پھر بایاں پاؤں نکال کر جوتے میں داخل کر دیتے، پھر بایاں پاؤں داخل کرتے تھے اور مسجد سے باہر نکلنے کی دعا پڑھتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ"۔

جلال کے آثار :

مواظبت علی السنۃ کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت والا کے ساتھ جھنگ جانا ہوا مخدوم ومکرم صاحبزادہ رشید احمد صاحب اس سفر میں ساتھ تھے۔ خدمت کی ذمہ داری بندہ کی تھی۔ صاحب دعوت نے ایک مقام پر حضرت کے آرام کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ حضرتؒ نے وضو فرمایا، جب مسجد کی طرف جانے کے لئے تیار ہوئے اس وقت آپ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے بندہ نے عجلت میں پہلے بایاں پاؤں کا جوتا آگے کیا۔ حضرت والا نے اپنے بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے جوتے کی ایڑھی والی جگہ دبا دی اب بندہ جوتے کو پاؤں میں ڈالنے کی کوشش میں ہے، جبکہ حضرت اقدس اس کو دبائے ہوئے ہیں اور پھر خاموش بھی ہیں، تھوڑی دیر بعد بندہ نے سر اٹھایا اور حضرت کے رُخِ انور کو دیکھا تو جلال کے آثار معلوم ہوئے اور قدرے تیز آنکھ سے

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، حضرت مفتی ولی حسن صاحب بنوری ٹاؤن وجامعہ اشرفیہ لاہور نے تفصیلی فتویٰ لکھا جو پڑھنے کے لائق ہے۔

چوک شہیدان ختم نبوت :

۲۶/اکتوبر ۱۹۸۵ء جامع مسجد عیدگاہ میں شہدائے ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے صدارت فرمائی، بعد از عصر جلوس کی شکل میں شہیدانِ ختم نبوت کی جائے شہادت پر مشن چوک کا بورڈ ہٹا کر اس وقت کی بلدیہ کے سربراہ کے ساتھ حضرت خواجہ صاحبؒ نے چوک شہیدانِ ختم نبوت کا بورڈ نصب فرمایا جو کہ آج بھی ساہیوال میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی یادگار کے طور پر نظر آرہا ہے۔ مرزائیوں نے بہت جدوجہد کی کہ یہ بورڈ یہاں سے ہٹایا جائے، مگر اس مردِ قلندر کی ہاتھ کی برکت ہے کہ وہ ابھی تک چوک میں شہیدانِ ختم نبوت اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی یاد دلا رہا ہے۔ (لولاک نمبر:ص۸۷۵)

قارئین کرام! ختم نبوت دین کا اساس ہے، ختمِ نبوت دین کی روح ہے، ختمِ نبوت دین کی آبرو ہے، تحفظِ ختم نبوت عہد حاضر کا سب سے بڑا جہاد ہے، یہی وقت کی آواز ہے، یہی اسلام کی صدا ہے، یہی عشقِ رسول ﷺ کی دلیل ہے، یہی شفاعت رسول ﷺ کا ذریعہ ہے۔

تو آیئے اسلام کی اس صدا پر، اس پکار پر لبیک لبیک کہتے ہوئے گلی گلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ، بستی بستی، گاؤں گاؤں اور شہر شہر تحفظِ ختم نبوت کی روشنی بکھیر دیں اور ہر سو یہ اعلان کر دیں:..........

لکھتا ہوں خونِ دل سے یہ الفاظ احمریں
بعد از رسول ہاشمیؐ کوئی نبی نہیں

باب : ۵

ذوقِ عبادت، معمولاتِ رمضان اور اتباعِ سنت

عبادت کا مفہوم صرف یہ نہیں کہ ہم پانچ وقت نماز پڑھ لیں، یا رمضان المبارک کے روزے رکھ لیں یا زکوٰۃ ادا کریں یا حج کرلیں بلکہ مسلمان کی عبادت تو ہر سانس میں ہے وہ جو سانس لے، جو عمل کرے جو حرکت کرے، اس کے اندر اپنے رب کی رضا مقصود ہو جو کام بھی رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے وہ کام ایسا ہو کہ اس کا طریقہ شریعت محمدی ﷺ سے ثابت ہو۔ انسان کا اپنا رزقِ حلال کھانا بھی عبادت ہے، پانی پینا بھی عبادت ہے اپنے اہل وعیال کے حقوق پورا کرنا یہ سب عبادت ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ اپنی زندگی میں جتنے مرحلوں سے گزرے وہ سب عبادت کے مرحلے تھے۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی عبادت وریاضت کے چند مناظر چشم تصور سے دیکھئے۔ چشم دید گواہیاں پڑھیئے اور جذبہ عبادت کو بیدار کیجئے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ [illegible] کے حاضر باش اور خانقاہ سراجیہ کے مدرس

دیکھا تو مجھے پسینہ شروع ہو گیا اور فوراً مسئلہ بھی سمجھ آ گیا، اس جوتے کو چھوڑ کر دائیں پاؤں کے جوتے کو پاؤں میں ڈالا، حضرت والا نے پہلے اسے پہنا اور پھر بائیں پاؤں میں جوتا پہنا۔

حاضرینِ مسجد پر سلام :

حضرت والا جب مسجد میں تشریف لاتے تو تمام حاضرینِ مسجد صفوں میں کھڑے ہو جاتے تو آپ مسجد میں داخل ہونے کے بعد ''السّلام علیکم'' فرماتے آپ کا سلام کرنا مختلف طریق پر دیکھنے میں آیا ہے، کبھی تو ایک مرتبہ سلام کرتے، کبھی دو مرتبہ، کبھی تین مرتبہ بھی سلام فرماتے تھے۔

اقامتِ صلوٰۃ :

آپ کی آمد پر اقامت کہی جاتی تھی، جب صحت بحال تھی تو ظہر وعصر کی امامت خود فرماتے تھے، اور جب ضعف بڑھ گیا تو پھر سب نمازوں میں حضرت الاستاذ حضرت قاری مفتاح الاسلام صاحب امامت کرتے تھے جو کہ تاحال منصبِ امامت پر فائز ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو استقامت عنایت فرمائیں۔

ربّ کے ساتھ محوِ راز و نیاز :

آپ نماز کو سنن، مستحبات وآداب کی رعایت رکھ کر ادا فرماتے تھے، ہر ہر رکن کو بڑے اطمینان کے ساتھ بجالاتے تھے، حالتِ قیام میں بالکل سکون ہوتا تھا جیسے ایک مضبوط ستون اپنے مقام پر کھڑا ہے اور حضرت جی سر جھکائے سیدھے کھڑے ہو کر اپنے رب کے ساتھ محوِ راز و نیاز ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا انیس الرحمٰن صاحب نے نمازِ عشا پڑھائی، پہلی رکعت میں سورۂ الم نشرح اور دوسری میں وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ تلاوت کی سلام کے بعد حضرت شیخؒ نے فرمایا: پہلی رکعت میں چھوٹی سورت پڑھی ہے اور دوسری میں بڑی۔ اندازہ لگائیں کہ مستحب پر کس قدر مواظبت تھی۔ ہمیشہ آپ نے نماز باجماعت ادا فرمائی ہے، چاہے حضر کا زمانہ ہو یا سفر کا، صحت کا زمانہ ہے یا مرض کا، جوانی کا زمانہ ہے یا بڑھاپے کا، حتی کہ آخری نماز، نمازِ عصر بھی باجماعت ادا فرمائی اور مغرب سے پہلے اپنے معبودِ حقیقی کے پاس جا پہنچے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ختمِ خواجگان وختمِ مجددیہ ومعصومیہ:

نماز سے فراغت کے بعد حضرت الشیخ ختم خواجگان خود کراتے تھے، چار ختم ہوتے تھے، ایک صبح کی نماز کے بعد اور دو ظہر کی نماز کے بعد اور ایک عصر کی نماز کے بعد ہوتا تھا۔ آپ صبح والے ختم ہائے مجددیہ ومعصومیہ میں صرف بعد میں دعا منگواتے تھے۔ ان مبارک ختموں کا معمول اور دعاؤں کا سلسلہ اب تک جاری وساری ہے، اللہ تعالیٰ تا قیامِ قیامت جاری وساری رکھے آمین!

مراقبہ:

ختم خواجگان کے بعد آپ مراقبہ کرواتے تھے اور مراقبے کا سلسلہ حضر وسفر میں جاری رہتا تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ مراقبہ چلتا، وقتِ اشراق پر مراقبہ ختم فرماتے اور دعا فرما کر اپنے خانۂ مبارک کی طرف تشریف لے جاتے۔

(لولاک نمبر: ص ۴۷۹)

امامت خود فرمایا کرتے :

جناب حافظ لدھیانوی لکھتے ہیں :

حضرت اقدس خشوع وخضوع کے پیکر تھے، تقویٰ وللٰہیت کا مجسمہ تھے، آپ کے عمل میں اخلاص کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی، آپ کی نماز کا تو کیا کہنا، انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت اقدس اپنی خانقاہ کی مسجد میں خود نماز پڑھایا کرتے تھے، ایک طویل عرصہ تک آپ نے خود امامت فرمائی ہے مجھے بھی حضرت کی اقتداء میں سفر کے دوران نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، آپ کی نماز میں جہاں خشوع وخضوع کی کیفیت ہوتی تھی وہاں آپ مقتدیوں کی رعایت بھی فرمایا کرتے تھے، خصوصاً سفر میں آپ مختصر نماز پڑھاتے تھے۔

نماز کی کیفیت :

''زندگی میں کئی بزرگوں کی اقتداء میں نمازیں ادا کی تھیں، بعض اوقات روحانی کیف بھی حاصل ہوا، مگر حضرت کے نماز پڑھانے کے انداز نے ان کی شخصیت نمایاں کردی۔ نماز کی رکعتوں کی ادائیگی نے ان کے تقویٰ نے، ان کی بزرگی کے پہلو نمایاں کردیئے۔ اس خشوع وخضوع کے ساتھ حضرت کو نماز ادا کرتے دیکھ کر خدائے واحد وقدوس کی عظمت اور جلال کے نقوش دل پر مرتسم ہوگئے۔ یہ خضوع وخشوع اور حضورِ قلب ''وَالَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ'' (المومنون:۲) کی تفسیر نظر آیا۔ اللہ تعالیٰ نے جن خوش قسمت انسانوں کو اپنی معرفت سے نوازا ہے ان کے قلوب میں کسی درجہ خشیت پیدا کردی ہے۔ انتہائی سکون کے ساتھ رکوع وسجود ہو رہے تھے، معلوم ہوتا

تھا کہ مقامِ احسان پر ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارک کی شہادت مل رہی تھی، جناب خاتم النبیین ﷺ کے ارشاد گرامی کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ نماز ایسے پڑھو جیسے کہ تم خدا تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ مقام میسر نہ آئے تو یوں خیال کرو کہ خالق کائنات تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ: ص۴۳۱)

نماز باجماعت کا اہتمام:

حضرت خواجہ خان محمد صاحب فرماتے تھے کہ حضرتِ اعلیٰ ابوالسعد احمد خان بعض اوقات فجر کی اذان ہوتے ہی مسجد میں تشریف لاتے اور اندھیرے اندھیرے میں صبح کی نماز ادا کی جاتی۔ اسی اتباع میں حضرت خواجہ صاحب خود بھی کبھی کبھی صبح کی نماز کے لئے اذان کے تھوڑی دیر بعد پہنچ جاتے اور نماز باجماعت ادا فرماتے۔ آپ نمازوں میں خود بھی پابندی فرماتے تھے اور کوئی اور امام صاحب ہوتے تو ان کو بھی تاکید فرماتے کہ فرض نمازوں میں طوالِ مفصل، اوساطِ مفصل اور قصار مفصل کی ترتیب کے لحاظ سے پوری سورت تلاوت کرتے۔ کسی کو ادھوری سورت پڑھنے کی اجازت نہ دیتے۔ رکوع اور سجود میں تسبیحات تین سے زیادہ مرتبہ پڑھنے کی اجازت نہ دیتے۔ طوال مفصل میں سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں، جن کا پڑھنا مقتدی پر شاق نہیں ہوتا اور امام آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ فجر کی نماز میں ان سورتوں کے پڑھنے اور سننے کی علیحدہ لذت ہے۔ مگر ظہر کی نماز میں ان سورتوں کے پڑھنے سے قیام قدرے طویل معلوم ہوتا ہے جس کی علیحدہ شان ہے۔ اسی طرح عصر اور عشاء کی نمازوں میں اوساطِ مفصل یعنی سورۃ الطارق سے لے کر البینۃ تک اور مغرب کی نماز میں باقی سورتیں تلاوت فرماتے۔ آپ جماعت کے ساتھ نماز کی پابندی فرماتے ہی تھے

لیکن بیماری اور ضعف و پیرانہ سالی میں بھی اس کا خاص اہتمام فرماتے، حتی کہ مرض الوفات میں جب ملتان کے سیال میڈیکل سنٹر میں آپ نماز پڑھتے تو اس میں بھی جماعت کا اہتمام فرماتے۔ (لولاک نمبر: ص ۴۱۶)

بھائی ہمیں اپنے دعاؤں میں یاد رکھنا :

برادر غلام یٰسین لاہور کے رہائشی ہیں، برطانیہ کے شہر ڈنڈی میں ہوتے ہیں، حضرت خواجہ صاحب سے گہری عقیدت رکھتے تھے، برطانیہ، پاکستان، سعودی عرب کے سفروں میں حضرت خواجہ صاحب کی انہوں نے بہت خدمت کی۔ان کا کہنا ہے کہ حضرت مولانا محمد مکی صاحب کے ہاں مکہ مکرمہ میں حضرت خواجہ صاحب کا قیام تھا وہاں کتاب دیکھی اس میں آنحضرت ﷺ کے ان واقعات کا ذکر تھا جن میں آپ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ ہمارے لئے دعا کرنا۔ مثلاً مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ، عمرہ یا حج کے لئے حضرت عمرؓ تشریف لے جانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: بھائی! ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے کتاب سے ایسے واقعات والا حصہ پڑھا۔اگلے روز میں نے عمرہ پر جانے کے لئے اجازت طلب کی تو حضرت خواجہ صاحب نے مجھے (یٰسین صاحب) اپنے (حضرت قبلہ) کے بارے میں فرمایا کہ بھائی! ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ حضرت خواجہ صاحب قبلہ سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے کے اتنے مشاق ہیں۔ایک دن وہ واقعات پڑھے تو اگلے دن اس سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل بھی فرمالیا۔

سنت کا اتباع :

جناب غلام یٰسین صاحب فرماتے ہیں کہ سفر حج میں رات کے وقت حضرت

خواجہ صاحبؒ اچانک بیدار ہوئے، اپنے پلنگ پر بیٹھے ہوئے تھے۔آپ واش روم جانا چاہتے تھے۔آہٹ سن کر میں اٹھا اور جوتیاں حضرت خواجہ صاحب کے آگے رکھ کر پہنانے لگا، نیند کے غلبہ، رات کے اندھیرے اور جلدی کے باعث مجھے یاد نہ رہا، بجائے دائیں پاؤں میں پہلے چپل پہنانے کے میں نے پہلے بائیں پاؤں میں چپل پہنانے شروع کر دی۔آپ نے فوراً بایاں پاؤں واپس کھینچ کر پہلے دایاں آگے کر دیا اس دن سمجھ میں آیا کہ کس طرح سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونا آپ کی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی کہ اس حالت میں بھی خلاف سنت نہ ہونے دیا۔ (لولاک نمبر: ص ۸۷)

حضرت خواجہ صاحبؒ کے صاحبزادے جناب نجیب احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :

> ''حضرت جی کا ہر عمل، سونا، کھانا، چلنا اور نماز پڑھنا عین سنت نبوی ﷺ کے مطابق تھا، مدتوں خدمت میں رہنے والا خادم بھی یہ نہیں بتلا سکتا کہ کوئی ادنیٰ سا فعل بھی آپ سے خلاف سنت سرزد ہوا ہو۔ دن ہو یا رات، خلوت ہو یا جلوت، ہر حالت میں حضرت جی کو اتباعِ سنت کا خیال تھا، سفر میں بھی مسواک آپ کے ساتھ ہوتی، کوئی وضو آپ کا مسواک کے بغیر نہ ہوتا''۔

عبادات میں اہم چیز :

عبادات میں سب سے اہم چیز نماز ہے، قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، آدمی اور کفر کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔ اسلام کی علامت نماز ہے، جو شخص دل کو

فارغ کر کے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے، وہ مومن ہے، اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی، اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے۔ فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے اور کوئی سجدے میں۔ نماز دین کا ستون ہے، نماز افضل جہاد ہے، جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں کی برکت سے ہٹ جاتی ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کی نماز کے چند واقعات لکھتا ہوں :

۱ ...... ایک دفعہ طبیعت کافی خراب تھی، میں نے عرض کیا کہ نماز گھر پر پڑھ لیں، مسجد نہ جائیں تو فرمانے لگے کہ لازمی مسجد میں نماز پڑھوں گا۔

۲ ...... بیماری کے آخری دنوں میں زیادہ تر حضرت خواجہ صاحبؒ مراقبہ اور انقطاع عن الدنیا کی کیفیت میں رہتے تھے، جیسے نماز کا وقت شروع ہوتا اٹھ بیٹھتے اور فرماتے: نماز کی تیاری کرو، حضرت خواجہ صاحبؒ ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتے۔

۳ ...... جس دن خواجہ صاحب ملتان ہسپتال میں داخل ہوئے اگلے دن شام کی نماز مغرب کی امامت خود کرائی، بیٹھ کر خود نماز پڑھائی، شاید بیٹھ کر باجماعت نماز پڑھانے کی سنت بھی آخری دنوں پوری ہوگئی۔

امام مالکؒ اور تعظیمِ حدیث :

عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ جو امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور حدیث، فقہ، تفسیر اور قرأت کے بڑے امام ہیں اور علماء کے طبقہ میں ایسے مشہور ہیں کہ ان کی شہرت، تعریف اور توصیف سے بالکل مستغنی کرتی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو وہ روایت حدیث

فرما رہے تھے۔ایک بچھو نے نیش زَنی شروع کردی،تو شاید دس مرتبہ آپ کو کاٹا،اس کی تکلیف کے سبب امام صاحب رحمہ اللہ کا چہرہ کچھ متغیر ہوکر مائل بہ زردی ہوجاتا تھا۔مگرامام صاحب رحمہ اللہ نے درسِ حدیث کو قطع نہیں فرمایا اور نہ کچھ لغزش آپ رحمہ اللہ کے کلام میں ظاہر ہوئی۔جب مجلسِ حدیث ختم ہوئی اور سب آدمی چلے گئے،تو میں نے آپ رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ آج آپ کے چہرہ پر کچھ تغیر محسوس ہوتا تھا۔امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا بے شک تمہارا خیال صحیح ہےاور پھر تمام واقعہ ان سے بیان کرکے فرمایا کہ میرا اس قدر صبر کرنا،اپنی طاقت وشکیبائی کی بناء پر نہ تھا بلکہ پیغمبر ﷺ کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔

کالا ڈیمو کاٹتا رہا :

پندرہ سال پہلے کی بات ہے کہ ظہر کی نماز کی امامت کرارہے تھے کہ ایک کالا بھڑ(ڈیمو) قمیص میں گھس گیااور مسلسل ڈنگ مارتا رہالیکن آپ نے مکمل نماز پڑھائی اور بعد میں خادم کو کہا کہ قمیص میں کوئی چیز گھس گئی ہے،دیکھا تو کالا بھڑ تھا،چہرہ پر درد کا احساس تک نہ تھا،بعد میں بھڑ کے کاٹنے کی وجہ سے بخار ہوگیا لیکن نماز نہ توڑی۔بھڑ کے کاٹنے کی اتنی شدید تکلیف ہوتی ہے کہ آدمی برداشت نہیں کرسکتا۔حضرت خواجہ صاحبؒ نے کسی کو محسوس نہ ہونے دیااور بڑے اطمینان کے ساتھ نماز پڑھائی۔

آخری وقت نماز کی فکر :

۵رمئی کو عصر کی نماز کے بعد نماز کی فکر لگی رہی اور مجھ سے بار بار پوچھ رہے تھے کہ نمازِ مغرب کا وقت ہوگیا ہے تو نماز پڑھیں،میں نے عرض کیا کہ ابھی ایک گھنٹہ

رہتا ہے، مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر پہلے طبیعت خراب ہوگئی اور اس دنیا سے رخصت ہوگئے، میری خوش نصیبی ہے کہ آخری وقت ان کا سر مبارک میری گود میں تھا۔

حضرت خواجہ صاحب کو آخری وقت بھی نماز کی فکر تھی۔

لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے :

حضرت خواجہ صاحبؒ سارا سال سفر میں ہوتے۔ خانقاہ شریف میں بہت کم قیام ہوتا لیکن رمضان شریف کا پورا مہینہ خانقاہ شریف میں قیام ہوتا، رمضان شریف میں روزانہ تین پارہ منزل تراویح میں سنتے تھے خانقاہ شریف میں دس دن میں ایک قرآن شریف ختم کرتے اور پورے رمضان میں تین قرآن مجید کے ختم ہوتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کا یہ معمول ۱۹۵۶ء سے لے کر بیماری سے قبل تک رہا۔ ۹۴ سال کی عمر میں بھی کھڑے ہوکر تین پارے سنتے تھے۔ رات کے دو بجے تراویح ختم ہوتی تو گھر تشریف لاتے، آرام نہیں کرتے تھے، تہجد کی نماز پڑھتے، تہجد سے فارغ ہوتے تو سحری کا وقت ہو چکا ہوتا، سحری کرتے اور نماز فجر کی تیاری شروع کر دیتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب فجر کی سنتیں گھر سے پڑھ کر مسجد تشریف لے جاتے، نماز کے بعد ختم خواجگان پڑھاتے اور ختم کے بعد تصوف کے موضوع پر کتاب کا درس ہوتا، اس کے بعد مراقبہ فرماتے۔ مراقبہ کے بعد اشراق کی نماز پڑھ کر مسجد سے اپنے حجرے میں تشریف لاتے۔ وہاں مجلس ہوتی تقریباً صبح دس بجے گھر تشریف لے جاتے، آرام فرماتے، تقریباً ایک بجے تک آرام فرماتے، ایک بجے اٹھتے، قرآن مجید کی تلاوت کرتے، ایک گھنٹہ تلاوت فرماتے، دو بجے ظہر کی نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے نماز پڑھتے، نماز کے بعد ختم مجددی اور ختم معصومی پڑھاتے، اس کے بعد تصوف پر

کتاب پڑھی جاتی، اس کے بعد اپنے کمرے میں تشریف لاتے، وہاں مریدین سے ملاقات کرتے ایک گھنٹہ مجلس رہتی، گھر تشریف لاتے ایک گھنٹہ آرام فرماتے پھر عصر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے، نماز پڑھتے، ختم خواجگان پڑھاتے، اپنے کمرے میں تشریف لے آتے، افطاری اپنے کمرے میں کرتے، افطاری کے وقت تمام صاحبزادگان اور خلیفہ حاجی عبدالرشید صاحب اور قریبی ساتھی موجود ہوتے۔ رمضان شریف میں چوبیس گھنٹے میں صرف چار گھنٹے آرام فرماتے اور بیس گھنٹے عبادت میں مصروف رہتے۔ حضرت خواجہ صاحب کا اتباع سنت اور تقویٰ اور شریعت کی پابندی مشہور و معروف ہے یہاں تک کہ اغیار بھی اس کو مانتے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب کو بیماری کے آخری ایام میں ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب جو حضرت خواجہ صاحب کے خاص معالج تھے عرض کیا کہ آپ روزے نہ رکھیں، آپ کی صحت اس کی متحمل نہیں ہوسکتی، لیکن حضرت خواجہ صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی ایک نہ سنی اور تمام روزے رکھے۔

اللہ آسانی پیدا کرے گا:

حضرت خواجہ صاحب نے پینتالیس حج کیے۔ پہلا حج ۱۹۴۷ء اور دوسرا حج ۱۹۵۶ء میں اور ۱۹۶۲ء سے لے کر ۲۰۰۵ء تک مسلسل حج پر تشریف لے جاتے رہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے سلسلہ نقشبندیہ کے تمام اکابر کے حج بدل کیے ہیں۔ خواجہ صاحبؒ نے ایک بار حج بائی روڈ بھی کیا، فرماتے تھے کہ ہم اپنے قافلہ کے ساتھ پشاور سے روانہ ہوئے تو صدر ایوب خان سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ آپ حج پر بائی روڈ نہ جائیں کافی مشکل راستہ ہے خواجہ صاحب نے

فرمایا: اللہ آسانی پیدا کرے گا، اس سفر میں خواجہ صاحبؒ کے ساتھ سردار فضل محمود خاکوانی، میاں خان محمد صاحبؒ، ماموں زاہد ہم سفر تھے۔

ایک لاکھ مرتبہ کلمے کا ورد :

جب حضرت خواجہ صاحب مکہ مکرمہ میں ہوتے تو ان کا معمول یہ تھا کہ سحری کے وقت حرم میں جاتے، بارہ رکعت تہجد کے پڑھتے، صبح کی نماز پڑھتے، طواف کر کے اشراق کی نماز پڑھ کر واپس جاتے، ناشتہ کرتے اور آرام کرتے، ظہر کی نماز بھی حرم میں پڑھتے اور پھر عصر کی نماز کے لئے حرم میں تشریف لے جاتے، عصر سے عشاء تک حرم میں رہتے، حرم میں میزاب رحمت کے سامنے تشریف رکھتے، جب تک مکہ میں رہتے ایک لاکھ مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے کا معمول تھا۔

مدینہ شریف مسجد نبوی ﷺ میں یہی معمول تھا، مدینہ منورہ میں زیادہ درود شریف پڑھتے تھے، درود شریف بھی ایک لاکھ مرتبہ پڑھنے کا معمول تھا، ایک دفعہ میں نے عرض کیا جب آپ روضہ مُبارک پر سلام پیش کرتے ہیں تو آپ کو سلام کا جواب ملتا ہے؟ فرمانے لگے ملتا ہے۔ (لولاک نمبر: ص ۱۳۴)

درود تنجینا کے فضائل :

قاری محمد سردار احمد بستی حضوری نالہ خورد راوی ہے: کہ فیصل آباد کے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا: ''میں ''درود تنجینا'' چھپوانے کی غرض سے پریس میں گیا، اتفاق سے پریس کا مالک غیر مقلد تھا، اس نے پوچھا اس درود شریف کا ثبوت ہے؟ میں نے سکوت اختیار کیا چونکہ میرے پاس ثبوت نہیں تھا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا: درود شریف کسی بھی صیغہ سے ہو

مقبول ہے، پھر حضرت خواجہ خان محمد صاحب نے مسکراتے ہوئے مزید فرمایا کہ ہمارے حضرات ختم (درود شریف تنجینا......الخ) ۳۱۳ بار پڑھتے ہیں، جو مصائب و پریشانی میں مجرب ہے اور فرمایا: وہ غیر مقلد جاہل ہوگا ورنہ علماء اہلحدیث (غیر مقلدین) بھی اس درود شریف کو پڑھتے ہیں، مزید فرمایا: کہ ہم سفرِ حج پر روانہ ہو رہے تھے یا واپسی کا سفر تھا (ناقل کو اب یاد نہیں کیا فرمایا) ہمارے ایک ساتھی کو کسٹم والوں نے پکڑ لیا، ہمیں دفتر سے فارغ کر کے روانہ کر دیا، اس کے بارے میں کسٹم والوں نے انکشاف کیا یہ ہیروئن پیتا ہے، مجھے یہ سن کر حیرانی ہوئی تو میں نے وہیں کھڑے کھڑے درود تنجینا پڑھنا شروع کر دیا۔ ابھی پندرہ یا بیس بار پڑھنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ ساتھی دفتر سے باہر آتے ہوئے دکھائی دیا، اس نے آتے ہی بیان کیا کہ ڈاکٹر صاحب نے میرا قارورہ وغیرہ ٹیسٹ کر کے عملہ والوں کو بلا کر کہا کہ اسے چھوڑ دو! یہ نشہ نہیں کرتا، کسٹم والے تو گرفتاری کے بعد خوب پریشان کرتے ہیں اور یہ واقعہ بھی حضرت خواجہ صاحب نے اسی مجلس میں ارشاد فرمایا، جو آپ کو سعودی عرب میں پیش آیا تھا۔ (لولاک نمبر: ص ۳۰۶)

قارئین کے نفع کے لیے ذیل میں صلوٰۃ تنجینا بھی نقل کر دیا جاتا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنْجِيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَ تَقْضِىْ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ وَ تُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ وَ تَرْفَعُنَا بِهَا اَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَ تُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِى الْحَيٰوةِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔

دائیں ہاتھ سے شروع کرنا :

حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”تیامن“ سنت ہے اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے، تیامن کہتے ہیں دائیں ہاتھ سے شروع کرنا، اسی لئے آپ کوئی چیز عطا فرماتے تو دائیں ہاتھ سے دیتے اور اپنے دائیں ہاتھ والے کو پہلے دیتے، پھر اس کے دائیں ہاتھ والے کو، پھر اس کے دائیں ہاتھ والے کو، اسی طرح کوئی چیز وصول فرماتے تو دائیں ہاتھ سے۔ پگڑی پہنتے تو دائیں سے بائیں رخ پر بل دیتے، جوتا پہنتے تو پہلے دائیں پاؤں میں پہنتے پھر بائیں، قمیص پہنتے تو پہلے دایاں بازو پھر بایاں بازو پہنتے، شلوار پہنتے تو پہلے دایاں پاؤں پھر بایاں پاؤں اتارتے وقت تمام کام پہلے بایاں پھر دایاں۔ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں رکھتے، مگر مسجد میں داخل ہوتے وقت دو مستحب کام اکٹھے ہو جاتے ہیں، یعنی جوتے کا اتارنا اور مسجد میں داخل ہونا، جوتا اتارتے وقت پہلے بایاں پاؤں اتارتے اور جوتے کے اوپر رکھ لیتے پھر دایاں پاؤں اتار کر پہلے مسجد میں رکھتے پھر بایاں پاؤں رکھتے، بعض ساتھی اس باریکی کو نہیں سمجھتے، اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ (لولاک نمبر: ص ۴۵۴)

داڑھی اور مونچھوں کے بال کترانے کا طریقہ :

حضرت خواجہ صاحبؒ عموماً کسی ساتھی کو برملا نصیحت نہیں فرماتے تھے، جب وقت گزرتے گزرتے ساتھی مانوس ہو جاتا تو خود بخود سمجھ جاتا اور عمل شروع کر دیتا۔ لیکن وفات سے چند ماہ قبل ایک باباجی حضرت خواجہ صاحبؒ کو ملنے آئے جن کے لب باریک کترے ہوئے تھے، جب حضرت نے مصافحہ کیا تو حضرت نے فرمایا: کہ ابھی کچھ عمر باقی ہے کہ سنت کے مطابق مونچھ نہیں رکھتے، حضرت کا معمول مبارک یہی

تھا کہ مونچھیں قینچی سے اس طرح کترواتے تھے کہ دور سے نظر آتیں اور دائیں اور بائیں طرف کے بال داڑھی مبارک کے ساتھ رہ جاتے۔ بالوں کی حجامت کے لئے طریقہ اس طرح ہے کہ سر کے بال کتروا بھی سکتے ہیں اور منڈوا بھی سکتے ہیں، کتروانے کو قصر اور منڈوانے کو حلق کہتے ہیں۔ داڑھی کے بال مٹھی بھر سے زیادہ ہوں تو قینچی سے برابر کر سکتے ہیں، لبوں (مونچھوں) کے بال قینچی سے کتروانے چاہئیں، بغلوں کے بال نوچنے چاہئیں اور زیر ناف بال استرے یا بلیڈ سے مونڈنے چاہئیں ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن قلم کرنے چاہئیں۔ (لولاک نمبر: ص ۵۱۴)

آنکھ میں سرمہ ڈالنے کے آداب:

حضرت خواجہ صاحبؒ جب سرمہ ڈالتے تو اس کے دو آداب کا خیال رکھتے، ایک تیامن کا اور ایک طاق عدد کا، پہلے دائیں آنکھ میں سرمہ ڈالتے، پھر بائیں آنکھ میں، پھر دائیں آنکھ میں پھر بائیں آنکھ میں، اور آخر میں دائیں آنکھ میں تیسری سلائی ڈالتے۔ کھانا کھاتے وقت دائیں ہاتھ سے کھاتے، بزرگوں سے سنا ہے کہ دائیں ہاتھ کو اعلیٰ کاموں کے لئے استعمال کرنا چاہیے اور اس کی پکی عادت بنالینی چاہئے تاکہ کل حشر کے دن اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں نصیب ہو۔ حضرت خواجہ صاحبؒ تیامن کا اتنا زیادہ خیال فرماتے کہ چائے کی پیالی میں چمچ بھی دائیں سے بائیں گھماتے اور فرماتے کہ طواف کعبہ بھی اسی رخ پر کیا جاتا ہے: .... ؎

خوبی ہمیں کرشمہ وجمال خرام نیست
ہزار شیوہ ہای است بتاں را کہ نام نیست

(لولاک نمبر: ص ۴۳۳)

تقاضے میں سنت کا اہتمام :

حضرت خواجہ صاحب کے معمولات ،مصروفیات اور عبادات کا ایک نقشہ جناب حاجی محمد یعقوب کی زبانی سنیئے :

ہمارے حضرت جب باتھ روم میں جاتے تو ٹوپی یا عمامہ کے بجائے رومال باندھ کر جاتے ،باتھ روم (بیت الخلا) میں اپنے ساتھ مٹی کے ڈھیلے طاق عدد میں لے جاتے اور ساتھ ہی پانی کا لوٹا ہوتا۔حضرت سفر حضر میں نرم مٹی کے ڈھیلے ساتھ رکھتے تھے جو معمولی پانی میں گل جاتے ،بعد میں ٹشو پیپر آسانی سے ملنا شروع ہو گیا تو اس نے ڈھیلوں کی جگہ لے لی۔لیکن حضرت ٹیشو پیپر کے تین یا پانچ ٹکڑے اپنے ساتھ رکھتے کیونکہ فراغت کے بعد بائیں ہاتھ سے طاق ڈھیلوں سے استنجا ضروری ہوتا ہے۔آپ ٹشو سے استنجا کرنے کے لئے ٹشو کو تہہ دیتے اور صرف پیشاب بھی کرتے تو بائیں ہاتھ میں ٹشو لے کر اس سے استنجا فرماتے ،اس کے بعد ہاتھ گٹوں تک دھو لیتے ،وضو کرنے کے لئے آپ اپنا لوٹا استعمال فرماتے تھے،اور مسواک جو پیلو کی ہوتی ہے،وضو کے ساتھ استعمال فرماتے۔بغیر مسواک کے وضو کرتے نہیں دیکھا گیا،حضرت میانوالی کی مشہور سوغات ''نسوار'' سے نابلد تھے نہ تمباکو استعمال فرماتے ،نہ حقہ،نہ سگریٹ،نہ پان ....

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

سنت کے مطابق وضو :

آپ لکڑی کی چوکی پر قبلہ رُو بیٹھ کر وضو فرماتے ،مسواک کرنے کا طریقہ یہ

ہوتا تھا کہ پہلے کلی کرتے، پھر مسواک دھو کر استعمال فرماتے، اور یہ عمل تین مرتبہ کرتے، سنت کے مطابق وضو فرماتے۔ دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالتے اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے تین مرتبہ صاف کرتے۔ چہرہ مبارک دھوتے وقت پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک احتیاط سے پانی پہنچاتے، پھر بازو کہنی سمیت دھوتے، چلو میں پانی لے کر کہنی تک چلاتے اور ساتھ ساتھ دوسرا ہاتھ پھیرتے، اور تازہ پانی لے کر سر کا مسح فرماتے، اور کانوں کا مسح کرنے کے لئے تازہ پانی نہ لیتے اور بائیں کان کے نیچے بائیں ہاتھ سے گردن پر پھیرتے۔

حضرت سفر حضر میں جائے نماز بھی اپنے ساتھ رکھتے، لوٹا، عصا، اُگالدان، مسواک، سرمہ، ٹشو پیپر کے بغیر آپ کا سفر نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح بغیر جماعت کے نماز نہیں پڑھتے تھے، خواہ سفر ہو، خواہ گھر ہو، خواہ بیماری ہو، خواہ تندرستی ہو، نماز باجماعت ہی پڑھتے تھے۔ زندگی کے آخری تین چار سال تو اپنے کمرے میں چارپائی پر بیٹھ کر باجماعت نماز ادا فرماتے، نماز میں سنن اور مستحبات کا خاص خیال رکھتے، نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کے پاؤں میں تقریباً چار اُنگل کا فاصلہ ہوتا اور دونوں پاؤں متوازی قبلہ رخ ہوتے، نماز شروع کرنے کیلئے ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تو آپ کے انگوٹھے کانوں کی لَو کی سیدھ میں ہوتے، ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ رخ ہوتیں اور ہاتھوں کی انگلیاں آسمان کی طرف ہوتیں۔ آپ ''اللہ اکبر'' کہہ کر ہاتھ ناف سے نیچے اس طرح باندھتے کہ بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی ہوتی، دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑتے اور باقی تین انگلیاں بائیں بازو پر سیدھی ہوتیں۔ آپ تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے سر کو نہ جھکاتے۔ قیام کی حالت میں آپ کی نگاہ سجدے کی جگہ پر ہوتی۔

امام ابوحنیفہؒ کی اتباع :

آپ ثنا پڑھنے کے بعد تعوذ پڑھتے، پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورۂ فاتحہ تلاوت فرماتے، اس کے بعد ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر پوری سورت کی قرأت فرماتے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم قرآن مجید کی تلاوت امام عاصم کی روایت پر کرتے ہیں، ان کے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی آیت ہے، اسلئے ہمیں بسم اللہ کسی حالت میں نہیں چھوڑنی چاہیے، بلکہ ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورۃ الفاتحہ کی قرأت شروع کی جائے اس کے بعد طوال مفصل، اوساطِ مفصل اور قصارِ مفصل سورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے قرأت فرماتے۔ طوال مفصل قرآن مجید کی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں ہیں، اور یہ فجر اور ظہر میں پڑھتے۔ اوساطِ مفصل سورۃ الطارق سے سورۃ البینہ تک ہیں۔ اور ان کی قرأت نماز عصر اور عشاء میں کی جاتی ہے اور اس کے بعد آخری سورتیں قصار مفصل کہلاتی ہیں، ان کی قرأت مغرب کی نماز میں کرتے۔ آپ کبھی بھی ادھوری سورت نہ خود پڑھتے نہ کسی امام کو پڑھنے دیتے۔ البتہ بیماری اور ضعف کے سالوں میں جب آپ چارپائی پر بیٹھ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تو امام صاحبؒ چھوٹی سورتوں سے نماز پڑھاتے حضرتؒ تندرستی کی زندگی میں رمضان المبارک میں تین بار قرآن مجید سنتے تھے لیکن بیماری کے دنوں میں قاری ایک ختم پڑھتے تھے۔ حضرت عام طور پر صبح کی نماز کے لئے پون گھنٹہ طلوع آفتاب سے پہلے تشریف لاتے تھے، نماز قاری پڑھاتے، یا حضرت خود پڑھاتے، نماز تعدیلِ ارکان کے ساتھ خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے، رکوع میں آپ ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑتے اور بازو سیدھے رکھتے سر اور کمر سیدھے ہوتے، آپ

دائیں بائیں پاؤں کا انگوٹھا کسی حالت میں اپنی جگہ سے نہیں ہلنے دیتے تھے جب تشہد میں بیٹھتے تو دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ ہوتیں اور پاؤں عموماً کھڑا ہوتا اور بائیں پاؤں پر اس طرح بیٹھتے کہ بائیں پاؤں کی انگلیاں بھی دائیں پاؤں کی مدد سے قبلہ رخ کر لیتے۔ آپ قومہ اور جلسہ میں نہایت تسلی سے سیدھے ہوتے اور تشہد کی حالت میں نگاہ گود پر رکھتے۔ رکوع اور سجود میں تسبیحات تین مرتبہ پڑھتے اور تشہد میں درود شریف اور دعا کے بعد سلام پھیرتے۔ سلام پھیرنے کے لئے زیادہ منہ اٹھا کر دائیں بائیں نہیں پھیرتے تھے، بس نرمی سے دائیں طرف سلام پھیرتے تھے تو آپ کی نگاہ تقریبا تیسرے آدمی کی گود تک جاتی تھی۔ اسی طرح بائیں طرف سلام پھیرتے۔

اوراد و وظائف :

ظہر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد مختصر اور آہستہ دعا پڑھ کر سنتیں پڑھنے لگ جاتے جبکہ باقی نمازوں میں سلام پھیرنے کے بعد آیۃ الکرسی اور تسبیحاتِ فاطمہؓ پڑھ کر دعا فرماتے۔ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے، ظہر، مغرب اور عشاء کی دو سنتوں کے پڑھنے کے بعد آیۃ الکرسی اور تسبیحاتِ فاطمہؓ پڑھتے۔ آپ نماز کے بعد تسبیحاتِ فاطمہؓ کی بہت تاکید فرماتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ بھی فرماتے کہ فرض نماز میں تھوڑی بہت کوتاہی ہو تو ان تسبیحات سے پوری ہو جائے گی۔ عام طور پر رات کو سونے کے لئے لیٹ کر تسبیحاتِ فاطمہؓ پڑھتے تھے۔

آپ صبح اور عصر کی نماز کے بعد ختم خواجگان کراتے، وہ اس طرح ہے: سورۃ فاتحہ ۷ مرتبہ، درود شریف ۱۰۰ مرتبہ، سورۃ الم نشرح ۷۹ مرتبہ، سورۃ اخلاص بسم اللہ سمیت ۱۰۰۰ مرتبہ، سورۃ فاتحہ، ۷ مرتبہ، درود شریف ۱۰۰ مرتبہ، "یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ، یا

كَافِيَ الْمُهِمَّاتِ، يَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ، يَا شَافِي الْاَمْرَاضِ، يَا رَفِيْعَ الدَّرَجَاتِ، يَامُجِيْبَ الدَّعَوَاتِ، يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ" ہرایک ۱۰۰، ۱۰۰ مرتبہ پڑھتے پھر دعا فرماتے۔

ظہر کی نماز کے بعد ختم حضرت مجدد الف ثانی اور ختم حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب پڑھتے وہ اس طرح کہ پہلے ۱۰۰ مرتبہ درود شریف، پھر ۵۰۰ مرتبہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" پھر درود شریف ۱۰۰ مرتبہ، ۵۰۰ مرتبہ آیت کریمہ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" پھر درود شریف ۱۰۰ مرتبہ پڑھ کر دعا کرتے۔ ختم شریف کے بعد نماز فجر کے بعد اشراق تک اور نماز عصر کے بعد آدھ گھنٹہ تک مراقبہ فرماتے۔

اشراق کے بعد :

اشراق کے بعد اپنے کمرے میں آدھ پون گھنٹہ تک تشریف رکھتے، پھر چائے کے لئے گھر تشریف لے جاتے۔ چائے کے بعد تقریباً ۹ بجے واپس کمرے میں تشریف لاتے، دو ڈھائی گھنٹے ساتھی آپ کی مجلس میں بیٹھ کر فیض حاصل کرتے، کچھ لوگ تعویذ یا دعا کی درخواست لاتے، حضرت بظاہر گفتگو یا مطالعے میں مصروف نظر آتے، درحقیقت ساتھیوں کی باطنی تربیت فرما رہے ہوتے تھے۔ بعض ساتھیوں کو آگے سبق عنایت فرماتے اور بعض کے حال احوال معلوم فرماتے۔

احترام قبلہ :

دوپہر کے کھانے کے بعد آپ کچھ دیر قیلولہ فرماتے، پھر ظہر کی اذان ہوتے ہی تیاری فرما کر مسجد میں تشریف لے جاتے، ظہر کی نماز کے بعد اپنے کمرے میں

ساتھیوں کے پاس تشریف فرما ہوتے، اگر کسی ساتھی کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو عرض کر دیتا، ورنہ پورا مجمع خاموش بیٹھا رہتا اور حضرت اپنے ذکر اذکار اور مطالعہ میں مستغرق رہتے۔

آپ کو نزلہ، زکام بلغم کی تکلیف بھی عموماً رہتی تھی اس لئے اگالدان اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ نے کبھی بھول کر بھی قبلہ رخ نہیں تھوکا اور نہ قبلے کی طرف منہ کر کے ناک صاف کی۔ آخری عمر میں عصا اور اُگالدان کا استعمال آہستہ آہستہ ختم ہو گیا۔ کیونکہ ضعف کی وجہ سے چلنا پھرنا بھی نہیں ہوتا تھا اور نزلہ بھی تقریباً ختم ہو گیا تھا۔ ظہر کے اجلاس کے بعد آپ گھر چائے کے لئے تشریف لے جاتے۔ خانقاہ سراجیہ میں تقریباً ساٹھ سال سے تمام مہمانوں کو صبح سات بجے اور عصر سے پہلے ساڑھے تین بجے چائے ملتی ہے چائے پینے کے بعد ساتھی ذکر اذکار، تلاوت اور انفرادی اعمال میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

پراٹھے دینے والی ماں :

صبح کا ناشتہ سات بجے، دوپہر کا کھانا ساڑھے گیارہ بجے اور رات کا کھانا مغرب کی نماز کے بعد ملتا ہے۔ مہمانوں کی تعداد عام طور پر پچاس سے لے کر دو ہزار تک گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ ہمارے حضرت کی خوشی مہمانوں کو کھانا کھلانے میں ہوتی ہے بلکہ جب حضرت کی پہلی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا، جو حضرت ابوالسعد احمد خان کی صاحبزادی تھی تو ساتھیوں نے عقد ثانی کے لئے اصرار کیا، حضرت نے فرمایا: ایسی بیوی ہو جو مہمانوں کے کھانے اور خدمت سے نہ گھبرائے، اللہ کی شان! دوسری اہلیہ محترمہ پہلی کی بھتیجی ایسی خدمت کرنے والی خاتون تھیں کہ جب ان کا انتقال ہوا تو

مہمانوں کو صبح ناشتے میں پراٹھا بند ہوگیا تو پرانے ساتھی کہتے کہ: ''پراٹھے دینے والی ماں فوت ہوگئی ہے''۔

خواتین پر توجہ :

ہمیں یاد ہے کہ رات گئے خانقاہ پہنچے، تو لنگر والے کے پاس روٹی سالن یا کم ازکم اچار ضرور مل جاتا تھا حضرت کی شفقت جس طرح خواص پر ہوتی تھی اسی طرح عام فقیروں پر ہوتی تھی، کھانا پکانے والی خواتین پر خصوصی توجہ فرماتے۔ رمضان المبارک میں ہجوم بہت زیادہ بڑھ جاتا، تو خواتین عشاء کے بعد سحری تک کھانا پکانے میں مصروف رہتیں۔ بلکہ مریضوں کے لئے ان کی ضرورت کی کھچڑی یا نرم روٹی تیار کرتیں۔ حضرت کبھی کبھار ان کے لنگر خانے میں تشریف لے جاتے اور فرماتے: جس طرح ساری رات نمازِ تراویح اور مراقبات والوں پر میری توجہ ہوتی ہے، اسی طرح آپ خواتین پر بھی میری توجہ ہوتی ہے۔ آپ مطمئن رہیں۔

خطوط کے جوابات :

مجالس میں اور کاموں سے ساتھ خطوط کے جواب تحریر فرماتے تھے، جن ساتھیوں نے بیعت ہونا ہوتا وہ مسجد میں بیعت ہوتے، بعض اوقات ساتھیوں کو جلدی ہوتی تو اپنے کمرے میں بھی بیعت فرمالیتے تھے۔ ان کثیر مہمانوں کی آمد و رفت کے ساتھ ساتھ حضرت کے درون ملک و بیرون ملک کے اسفار بھی جاری رہتے۔

تیر بہدف نسخہ :

حضرت خواجہ صاحب نے ۴۲ مرتبہ حج ادا کیے، عمرے اس کے علاوہ ہیں،

ایک مرتبہ ایک صاحب نے آپ کے ساتھ حج کیا۔طوافِ زیارت کا ہجوم کہ ایک قدم دومنٹ میں اٹھایا جاسکے،صفا مروہ کی سعی کا ہجوم علیحدہ،تھکان علیحدہ،قربانی کے لئے مشقت علیحدہ،منیٰ عرفات آنے جانے کی تکلیف علیحدہ،ساری مشقت اٹھانے کے بعد حضرت خواجہ صاحب سے پوچھنے لگے:آپ ہر سال اسی طرح مشقت سے حج ادا کرتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا:ہاں!اس نے ابھی حضرت کی روحانی محنت مشقت کا حال دریافت نہیں کیا تھا، مجھے عموماً حضرت کے ساتھ حج کرنے کی سعادت حاصل ہوتی تھی جس پر میں اللہ کریم کا شکرگزار ہوں۔میں نے حضرت سے عرض کیا کہ: حضرت!حج میں کونسا عمل خاص طور پر کرنا چاہیے؟حضرت نے فرمایا:''خاموشی''۔

آپ روزانہ بارہ تیرہ گھنٹے حرم شریف میں مراقب رہتے،یہی وہ لطف تھا جسے حاصل کرنے کے لئے ۴۲ سال حرم شریف میں پہنچنے کی مشقت اٹھاتے رہے، عمرے کے اسفار اس کے علاوہ ہیں۔

فیض ناگاہ مے آید و بردل آگاہ می آید :

آپ پورا سال رمضان المبارک کے انتظار میں تیاری فرماتے،تین قاری صاحبان منتخب کئے جاتے جو تین پارے روزانہ تراویح میں پڑھتے۔قاری صاحب کو اپنی مرضی سے تراویح پڑھانی پڑے تو آسانی سے ڈیڑھ دو گھنٹے میں بیس تراویح میں تین پارے سنا سکتے ہیں لیکن خانقاہ شریف میں چار تراویح کے بعد آدھ پون گھنٹہ مراقبہ ہوتا،جس میں قاری صاحب کو انتظار کی مشقت علیحدہ اٹھانا پڑتی اور سبق کو ازبر کرنے کی مشقت علیحدہ، کیونکہ نہ معلوم کس وقت حضرت خواجہ صاحب نماز تراویح کے لئے کھڑے ہوجائیں،عشاء کی نماز خانقاہ شریف میں قدرے دیر سے ہوتی ہے لیکن

رمضان شریف میں مزید دیر سے ہوتی ہے، کیونکہ پانچ سو سے لے کر پندرہ سو تک نمازیوں نے نماز کی تیاری کرنی ہوتی ہے۔صبح ڈھائی بجے تراویح مکمل ہوتی ہے، اس کے بعد تمام مہمانوں کو لنگر خانے سے سحری کا کھانا ملتا ہے۔کھانے کے بعد ہر مہمان کو دو کپ چائے ملتی ہے پھر تھوڑی دیر ستا لیتے ہیں تو صبح کی اذان ہوتی ہے۔خلافِ معمول رمضان المبارک میں صبح کی جماعت ذرا جلدی کھڑی ہوتی ہے جس طرح رمضان المبارک میں سنت اور نفل کو خصوصی اہتمام سے ادا کیا جاتا ہے، اسی حساب سے فرائض کی ادائیگی میں بھی مزید اہتمام کیا جاتا ہے۔نماز فجر کے بعد ختم شریف اور پھر شمائل ترمذی پڑھی جاتی ہے کتاب پڑھنے کے بعد طویل مراقبہ ہوتا ہے حتی کہ اشراق کا وقت ہو جاتا ہے۔اشراق پڑھنے کے بعد زیادہ تر ساتھی آرام کے لئے اپنے کمروں میں چلے جاتے اور حضرت صاحب اپنے کمرے میں مزید ایک گھنٹہ اپنی ڈیوٹی ادا کرتے، اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور پھر ظہر کی نماز سے آدھ پون گھنٹہ پہلے کمرے میں تشریف لاتے۔رضائے الٰہی کے طالبین حضرت کی کمرے میں نشست کو غنیمت جانتے ہیں۔تقریباً آدھ پون گھنٹے کا عمل ہے اس کے بعد حضرت صاحبؒ اپنے کمرے میں تشریف فرما ہوتے اور فیض کے طالب ساتھی اردگرد گردنیں جھکائے بیٹھے ہوتے، کیونکہ فیض ناگاہ می آید و بردل آگاہ می آید۔امیر خسرو نے شاید اسی کیفیت پر فرمایا کہ: ....

ہمہ آہوانِ صحرا سر خود نہادہ برکف
بہ اُمید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

گھر میں سنت پڑھنے کا اہتمام :

ہمارے مخدوم محترم حضرت خواجہ خان محمد صاحب گھر سے وضو بنا کر مسجد میں

تشریف لے جاتے تھے فجر اور ظہر کی سنتیں بھی گھر سے پڑھ کر مسجد جاتے آپ کو مسجد میں وضو، استنجاء کرتے کبھی نہیں دیکھا گیا، بظاہر یہ چھوٹا سا عمل ہے، لیکن بہت سے اسرار اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے۔

جوابِ خط کا اہتمام:

حضرت کو ملک بھر سے خطوط آتے رہتے تھے، اس کے علاوہ بنگلہ دیش، برطانیہ، امریکا اور دیگر ملکوں سے بھی ساتھی خطوط بھیج کر حضرت کی دعائیں اور ہدایات حاصل کرتے رہتے تھے۔ آپ خطوط کے جوابات نمازِ اشراق کے بعد والی نشست میں دیتے تھے، جو بچ جاتے تھے وہ صبح نو بجے والی نشست میں مکمل کرتے تھے۔ روزانہ اوسطاً دس سے زیادہ خطوط کے جواب ارسال فرماتے تھے۔

عصر کے بعد تحریری کام نہ کرتے:

عصر کے بعد لکھائی کا کام نہیں فرماتے تھے۔ آپ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک ارشاد فرماتے تھے کہ: "من أحب كريمتيه فلا يكتب بعد العصر" جو کوئی اپنی آنکھوں سے محبت رکھتا ہے وہ عصر کے بعد لکھائی نہ کیا کرے۔ سیدنا حضرت علی کا ایک اور ارشاد بھی ہے کہ:

"أكرموا أولادكم بحسن الخط فإنه من مفاتيح الرزق" اپنی اولاد کو خوبصورت لکھائی سکھاؤ کیونکہ یہ رزق کی چابیوں میں سے ایک ہے۔

سال بھر کی مصروفیات:

حضرت کی سال بھر کی مصروفیات اس طرح ہوتی تھیں کہ رمضان المبارک

سے ایک ہفتہ قبل اور ایک ہفتہ بعد تک رمضان المبارک کی مصروفیت ہوتی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ سفرِ حج کی مصروفیت ہوتی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ بیرونِ ملک کے اسفار ہوتے، تقریباً تین ماہ اندرون ملک کے سفر ہوتے تھے اور باقی وقت خانقاہ شریف میں قیام ہوتا تھا۔ دو دن خانقاہ شریف میں قیام کیا تو تین دن کیلئے شمالی علاقہ جات کا سفر ہوتا، واپس آتے دو تین دن قیام کیا تو تین چار دن کے لئے جنوبی علاقہ جات کا سفر ہوتا۔ کبھی ختم نبوت کے اجلاس ہوتے، کبھی مدارس کے تقریبات میں شمولیت ہوتی، کبھی سلسلۂ پاک کے لئے سفر ہوتا۔ غیر ملکوں میں عراق، شام، میں بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری دیتے۔ ایک مرتبہ فرما رہے تھے کہ: مزارات تو سارے بہت عالی شان تعمیر کئے گئے ہیں مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مزار کی شان ہی نرالی ہے۔

(ملخص از: لولاک نمبر: ص ۵۰۱ تا ۵۰۸)

حضرت مولانا قاری منصور احمد ضرب مومن کے باقاعدہ لکھاری ہیں ان کی تحریریں مزے لے لے کر پڑھی جاتی ہیں حضرت خواجہ صاحب کے ذوق عبادت کی ترجمانی مولانا منصور احمد نے اپنے قلم سے یوں پیش کی ہے :

صفِ اول کے ساتھی کا اکرام :

فطری تقاضے کی ادائیگی میں کچھ تاخیر ہوگئی، ورنہ شروع رمضان سے پہلی صف میں امام کے پیچھے جگہ پاتا تھا، وضو سے فارغ ہو کر مسجد میں پہنچا تو پہلی صف مکمل ہو چکی تھی اور میری جگہ پر بڑی گھیردار پگڑی باندھے کلف لگے شلوار کرتے میں ملبوس کوئی جاگیردار ٹائپ ملک یار خان صاحب قابض تھے چپ چاپ پچھلی صف میں نیت باندھ لی۔ امام نے سلام پھیرا تو خواجہ صاحب نے خلافِ عادت پیچھے مڑ کر دیکھا اور

اپنے پاس بیٹھے خاص عقیدت مند بڑے زمیندار کو بآواز بلند کہا: ''ملکا! پیچھے ہٹ ونج!'' (ملک صاحب! پیچھے ہٹ جایئے) اور ساتھ ہی مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

یہ میرے لئے بڑا اعزاز تھا کہ میں اس وقت محض ایک طالب علم تھا کچھ خاص شناخت نہ تھی سوائے اس کے کہ میں روزانہ وقت سے پہلے، پہلی صف میں موجود ہوتا تھا اور آج اگر کچھ تاخیر ہوئی تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا صاحبِ نظر سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی۔

طالب علمانہ نسبت پر رشک آیا:

یہ ۱۹۷۸ء کی بات ہے گویا ۳۲ سال پہلے کی، گرمیوں کا رمضان تھا شاید جون کا مہینہ، کسی نے بتایا تھا کہ خانقاہ سراجیہ میں پورا رمضان شب بیداری ہوتی ہے، وہ بھی عین مسنون طریقے پر، یعنی سحری تک تراویح میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ سوچا کہ ایک ایسا رمضان زندگی میں نصیب ہوجائے جس میں حصول لیلۃ القدر یقینی ہو وہ بھی اس حالت میں کہ رمضان کی اعلیٰ ترین عبادت میں بسر ہو آتش جوان تھا اور یہ شوق بھی کہ پہلی صف میں خواجہ صاحب کے قریب جگہ مل جائے اور اس رات مجھے اپنی طالب علمانہ نسبت پر رشک آیا ایک بڑے دنیا دار سے میرے لئے جگہ خالی کروائی گئی اور اپنے اکابر کا دین کو دنیا پر ترجیح دینے کا ذوق بھی دل پر نقش ہوگیا، حالانکہ میں خود خواجہ صاحب کا مرید تھا نہ حاضر باش، واقفیت کیا، پورا تعارف بھی نہیں تھا حضرت خواجہ صاحب کی اس نظر شفقت کے بعد خود بہت سے حاضرین کی نظر میں قابلِ رشک ہوگیا۔

خانقاہِ سراجیہ کی خوبصورت مسجد :

اب قریب میں میرا جانا نہیں ہوا، ۲۲ سال پہلے خانقاہِ سراجیہ جانے والے اکثر مسافر کندیاں جنکشن پر اتر کر تقریباً تین میل پیدل چلنے کے بعد خانقاہ پہنچتے، خانقاہ سراجیہ کے نام سے اسٹیشن تو شاید اس وقت بن چکا تھا مگر کوئی ایک آدھ لوکل ٹرین ہی وہاں رکتی تھی، زائرین اس انتظار کا تکلف نہ کرتے اور اکثر پیدل ہی حاضر ہوتے۔ اسٹیشن سے خانقاہ تک ریت ہی ریت تھی، خانقاہ کی حدود میں پہنچ کر ایک سکون اور طمانیت دل پر چھا جاتی۔ سوائے مسجد کے ہر چیز سادہ تھی مسجد کی کرسی زمین سے بلند تھی میں نے پہلی مرتبہ یہ مسجد دیکھی تھی تو اس وقت میں یہ سمجھتا تھا کہ شاید اس سے خوب صورت مسجد دنیا میں نہیں ہے گو اس کے بعد بہت سی خوب صورت مساجد دیکھیں مگر وہ "فرسٹ امپریشن اِز لاسٹ اِمپریشن" والی بات اب بھی ہے۔

ابوحنیفہؒ کی صداقت کی ایک زندہ دلیل :

قریب میں زیادہ آبادی نہ تھی، مسجد کی شمالی سمت لائبریری اور مہمان خانہ، جنوبی سمت سالکین کے چند کمرے، خواجہ صاحب کی رہائش بھی مہمان خانے کے پیچھے ہی تھی۔ باقی دور دور تک ریگستان دن کو لو کے تھپیڑے اور رات کو بادِ نسیم کے جھونکے ہر قسم کی رسوم و قیود و تکلفات سے آزاد فضا۔

اگر ابتدائے شباب میں یہ خانقاہ اور خواجہ خان محمد کو نہ دیکھا ہوتا تو کتابوں میں لکھے پرانے بزرگوں کے قصے، محض کہانیاں اور افسانے معلوم ہوتے، محض دماغ کو پیمانہ بنانے والوں کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عشا کے وضوء سے مسلسل کئی برسوں تک

فجر کی نماز ادا کرنا کبھی ہضم نہیں ہوتا مگر میں بغیر کسی تحقیق کے اس کو اس لئے قابل عمل مانتا ہوں کہ میں نے خواجہ صاحب کو کم از کم ایک ماہ اپنی ان آنکھوں سے ایسا کرتے دیکھا ہے۔

خواجہ صاحب کا معمول رمضان یہ تھا کہ آپ عشاء کی نماز کیلئے تشریف لاتے تو امام کے پیچھے کھڑے ہو جاتے، چار تراویح کے بعد عموماً ۲۰ سے ۲۵ منٹ کا وقفہ ہوتا تھا۔

تمام لوگ اس وقفے میں مختلف کاموں میں مشغول ہو جاتے جبکہ خواجہ صاحب اسی طرح دوزانو حالتِ تشہد میں مراقب بیٹھے رہتے، پوری رات نہ لیٹتے، نہ کسی چیز سے ٹیک لگاتے، نہ چوکڑی مار کر بیٹھتے، نہ اپنی جگہ سے حرکت کرتے، مختصر سی سحری کے بعد پھر مسجد میں، شب بیداری کے باوجود نمازِ فجر عام معمول کے مطابق اسفار میں ادا کی جاتی، پھر اشراق تک خواجہ صاحب ذکر واذکار اور مراقبے میں مشغول رہتے اور اشراق کے نوافل ادا کرنے کے بعد آرام کے لئے گھر تشریف لے جاتے۔ اپنی زندگی کے کتنے رمضان ایسے گزرے ہوں گے۔ (لولاک نمبر:ص ۵۱۰)

حضرت خواجہ خان محمد صاحب عابدِ شب زندہ دار تھے ان کے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کی وجہ سے اللہ نے ان کے اندر ایسا کمال پیدا کر دیا تھا کہ ان کی نظرِ کیمیا نے ہزاروں کی کایا پلٹ دی، اللہ کے باغی مطیع اور فرمانبردار بن گئے، عبادت و ریاضت اور جہدِ مسلسل کے واقعات سے آپ کی کتابِ زندگی کے ابواب بھرے پڑے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں بصارت بھی دی تھی اور بصیرت بھی، ذوق عبادت بھی دیا تھا اور شوقِ جہاد بھی، وہ گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر ساری دنیا پر نظر رکھتے تھے، آج ہم خدا

کو مانتے ہیں لیکن خدا کی نہیں مانتے، ہمارا دل جذبہ ایمان سے خالی ہے ہم اسلام کا نام لیتے ہیں، لیکن اپنے شب وروز کی زندگی میں جان بوجھ کر اسلام کے اصول واحکام کو پامال کرتے ہیں۔ جب ہم ذوق عبادت سے آشنا ہوکر اسلام پر عمل پیرا ہوئے، تو ساری دنیا ہمارے قدموں کے نیچے آگئی تھی آج ہم اس نشہ سے ناآشنا ہوکر مغربی تہذیب کی چکاچوند سے اپنی آنکھیں خیرہ کر بیٹھے ہیں تو ہمارے حصہ میں ذلت ومسکنت کے سوا کچھ نہیں، ہمارا دماغ ہے مگر سوچتا نہیں ہمارا دل ہے لیکن سمجھتا نہیں، ہماری نگاہ ہے مگر دیکھتی نہیں ...... ۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیری بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

☆ ☆ ☆

باب : ۶

اخلاقِ حسنہ، توکل واخلاص، عادات واطوار خندہ جبینی اور لطائف وظرائف

انسان فطرۃً مدنی الطبع ہے، مل جل کر رہنا اور لو اور دو کے اصول پر عمل کرتے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کے ذمہ کچھ فرائض بھی ہیں اور کچھ حقوق بھی۔ اسلام انسان کو ایثار ومروت، زہد وتقویٰ، اخلاص وتوکل سے معمور زندگی کا درس دیتا ہے۔ شیخ جنید بغدادیؒ کا فرمان ہے: کوئی شخص اس وقت تک عارف نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ زمین کی طرح نہ ہو جائے کہ نیک وبد، انسان وحیوان، درندے، پرندے اور چرندے اسے روندتے ہیں اور بادل کی طرح نہ ہو جائے جو ہر چیز پر سایہ کرتا ہے اور سورج کی طرح نہ ہو جائے جو ہر ذرے کو روشن کرتا ہے اور بارش کی طرح نہ ہو جائے جو ہر چیز کو سیراب کرتی ہے۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب شیخ جنید بغدادی کے قول کی عملی تصویر تھے۔ انہیں مخدوم نہیں خادم بننے میں خوشی ہوتی تھی، انہیں حقیقی راحت دوسروں کو راحت پہنچا کر ہی تھی۔ حقیقت یہ ہے حضرت خواجہ صاحب اپنے اخلاق اور سیرت وکردار کی وجہ سے دماغوں اور دلوں کے حکمران تھے اپنے فقر اختیاری کے باوصف

انہیں خلقِ خدا میں جو وقار اور اقتدار حاصل تھا اس کا اقرار و اعتراف ہر جگہ موجود ہے۔ آیئے! حضرت خواجہ صاحب کی زندگی کے نقشِ پا کی تلاش میں اوراقِ کتب کی ورق گردانی کرتے ہیں :

یہ اخلاق سے گری ہوئی بات ہے :

حضرت مولانا اللہ وسایا لکھتے ہیں :

''چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنس آئی تو مولانا حق نواز شہیدؒ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے، ان دنوں جناب میاں نواز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب تھے، میں نے ان کا نام لے کر کہا: میاں صاحب! جب انگریز کے زمانے میں ہمارے اکابر آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے، آپ کے والد صاحب لوہا کوٹ رہے تھے۔ کانفرنس کا اجلاس ختم ہوا تو فقیر کا ہاتھ پکڑ کر حضرت خواجہ صاحبؒ مسجد کے عقب میں اپنی رہائش گاہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ: ''لوہا کوٹ رہے تھے'' یہ اخلاق سے گری ہوئی بات ہے، ذاتیات پر نہ جایا کریں۔ آئندہ یہ لفظ زبان پر نہ آئے، فقیر نے سر جھکا لیا، اب اس واقعے کو تحریر کرتے وقت سوچتا ہوں کہ اب میری ان بے تکی باتوں کی کون اصلاح فرمائیں گے۔''

اصاغر نوازی کی ایک عمدہ مثال :

مولانا محمد شریف جالندھری کے وصال کے بعد مرکزی مجلس عمل کا اسلام آباد دفتر ختم نبوت میں اجلاس منعقد ہوا۔ مولانا زاہد الراشدی نے اجلاس میں حضرت

خواجہ صاحبؒ سے درخواست کی کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے مجلس عمل کے رابطہ سیکرٹری مولانا شریف جالندھری تھے اب بھی مجلس کی طرف سے مجلس عمل کو رابطہ سیکرٹری ملنا چاہیے تو اس پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا: مولانا محمد شریف جالندھری ملتان میں بیمار تھے میں ان کی تیمارداری کے لئے گیا تو مولانا شریف جالندھری نے مجھے فرمایا: یہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا ناظم اعلیٰ ہوں۔ میرے بعد یہ کام مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کے سپرد کیا جائے اور دوسرا یہ کہ میں مرکزی مجلس عمل کا رابطہ سیکرٹری ہوں، یہ کام اللہ وسایا کے سپرد کیا جائے۔ یوں مولانا زاہد الراشدی نے جو نکتہ اٹھایا تھا اس پر عمل درآمد کا مسئلہ حضرت خواجہ صاحب نے حل فرما دیا۔ لیکن قارئین! حضرت خواجہ صاحبؒ کی شفقت و برخوردار نوازی کا حال دیکھئے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ اور مرکزی مجلس عمل کے رابطہ سیکرٹری کا تقرر آپ کے اختیار میں تھا۔ آپ نے دونوں تقرریاں فرمائیں اور ان دونوں امور کو اپنے ایک مرحوم کارکن ورہنما مولانا محمد شریف جالندھری کی طرف منسوب فرمایا۔ یہ حضرت کی برخوردار نوازی کی اعلیٰ درجہ کی مثال ہے۔

تدبیر وحکمت :

ایک بار ایک جماعتی امر میں حضرت مولانا تاج محمود صاحب کی طبیعت پر منفی اثر تھا، خیال تھا کہ شاید آپ شوریٰ کے اجلاس ملتان میں تشریف نہ لائیں گے، چنانچہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے شاہ کوٹ کے جلسے سے واپسی کے بعد فیصل آباد کا سفر کیا۔ حضرت مولانا تاج محمود صاحب سے ملے تو آپ نے فرمایا کہ مولانا! اگر تو آپ نے ملتان تشریف لانا ہے تو اجلاس شوریٰ کا ملتان میں ہوگا اگر آپ نے ملتان تشریف

نہیں لانا تو اجلاس ہم فیصل آباد میں آپ کے مکان پر رکھیں گے۔آپ فرمائیں کہ اب کیا کرنا ہے؟ حضرت خواجہ صاحب کے اتنا فرمانے سے مولانا تاج محمود کی طبیعت کا تکدر دور ہو گیا انہوں نے مسکرا کر فرمایا حضرت! آپ جب چاہیں ملتان میں اجلاس رکھیں میں سر کے بل حاضر ہوں گا حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنی حکمت عملی سے اس مسئلہ کو سیکنڈوں میں حل فرمایا۔

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق :

ربّ تعالیٰ نے اللہ والوں میں ایسی روحانی طاقت رکھی ہے جس کے آگے باطل کی ہر بڑی سے بڑی مادی طاقت ہیچ ہے۔اہل اللہ جب خلافِ حق دیکھتے ہیں تو برملا بلاخوف وخطر حق بات کہہ دیتے ہیں۔حضرت خواجہ صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی جرأت وحق گوئی سے نوازا تھا۔چنانچہ محترم محمد اشفاق اللہ واجد مجددی صاحب حضرت کے متعلق لکھتے ہیں :

''میاں نواز شریف ۱۹۹۳ء میں برسرِ اقتدار تھے۔علماء کرام کے بارے میں مسلم لیگی وزراء نے بڑی گندگی اُچھال رکھی تھی۔خصوصاً علمائے دیوبند کے متعلق مسلم لیگی وزراء کی زبانیں بہت کھلی ہوئی تھیں،عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آواری ہوٹل لاہور میں ایک پریس کانفرنس کا انتظام کیا تھا۔پریس کانفرنس میں مولانا اللہ وسایا صاحب اور جمعیت علمائے اسلام کے قاری نذیر احمد بھی موجود تھے خواجہ صاحب مخدوم کی طرف سے مولانا اللہ وسایا صاحب نے بیان پڑھا۔بیان کے بعد صحافی حضرات نے سوالات شروع کئے۔مولانا

اللہ وسایا صاحب سے صحافی نے سوال کیا: آپ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ فوج میں بعض جنرل قادیانی ہیں یا مرزائیوں کے پشت پناہ ہیں ان کے نام بتایئے؟ مولانا اللہ وسایا صاحب نے گھبراتے ہوئے چہرے سے حضرت خواجہ کی طرف دیکھا، آپ نے مسکراتے ہوئے کہا: میرے ایماء پر بتاؤ میں پورا ذمہ دار ہوں، تب مولانا نے کسی ناصر نامی جنرل کا نام لیا۔ جنگ اخبار کے صحافی نے حضرت خواجہ سے سوال کیا: آج کل مسلم لیگی وزراء جو علمائے کرام کے کردار کے متعلق بیان بازی کرر ہے ہیں، حضرت خواجہ صاحبؒ کے خیال میں کون کروار ہا ہے؟ مرشدِ برحق حضرت خواجہ نے جواب دیا: میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ وزیر اعظم نواز شریف ہی کے ایماء پر مسلم لیگی وزراء بیانات دے رہے ہیں۔ صحافی نے پوچھا: حضور والا! ہم ایسے ہی اخبار کو خبر دے دیں؟ آپ نے فرمایا: آپ بالکل ایسا ہی لکھ دیں میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں۔ (لولاک نمبر: ص ۲۸)

مروّت کی وجہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا:

شاہ کوٹ مدرسہ اشرفیہ میں حافظ محمد شفیع جو منڈی شاہ نکڈر کے رہنے والے تھے، وہ حضرت خواجہ صاحب سے بیعت تھے اور وہ مدرسہ اشرفیہ شاہ کوٹ میں مدرس تھے۔ حضرت مولانا عبداللطیف شاہ کوٹی نے اپنے صاحبزادوں کو خانقاہ سراجیہ میں پڑھنے کے لئے بھیجا۔ ایک بار شاہ کوٹ میں مدرسہ اشرفیہ کا جلسہ تھا۔ ان حضرات نے حضرت خواجہ صاحب سے وعدہ لے لیا، گرمی کا موسم تھا، کندیاں سے بس کے ذریعہ

آپ شاہ کوٹ تشریف لے گئے۔ جمعہ پڑھایا، عصر تک شریک جلسہ رہے، مغرب کے قریب فیصل آباد تشریف لائے، کھانا کھایا، رات ایک بجے ماڑی انڈس ٹرین سے کندیاں کے لئے تشریف لے جانا تھا۔ عشاء کے بعد مولانا تاج محمود صاحب نے مسجد کے برآمدہ کی چھت پر چارپائیاں لگوائیں، پنکھا لگوایا۔ وہاں ایک بجے تک حضرت خواجہ صاحبؒ نے قیام فرمایا، نیند تو خیر کیا آنا تھی، خوب یاد ہے کہ ٹرین کے آنے تک مولانا تاج محمود بھی جاگتے رہے۔ حضرت خواجہؒ صاحب کو سوار کرا کر مولانا نے پھر آرام کیا، اتنی زحمت کا سفر، تکلیف دہ گرمی کا موسم، ایک قصبہ کا جلسہ، مولانا تاج محمود نے عرض کیا کہ حضرت! جلسہ والے حضرات تو ضرورت مند ہوتے ہیں، آپ اپنی صحت کا خیال فرمائیں، آپ سخت تھکے ہوئے تھے۔ مولانا تاج محمود نے آپ کے دل کی بات کہی تھی لیکن اس کے باوجود آپ نے اتنا فرمایا کہ بس مروت کی وجہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (لولاک نمبر:ص ۶۵)

اُٹھو نماز کی تیاری کرو :

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ :

خانقاہ سراجیہ پہلے والے مکان میں حضرت خواجہ صاحب کمرہ کے ساتھ میرا کمرہ تھا۔ اس زمانہ میں گھر پر گریز رنہ تھا، فجر سے قبل ڈبے میں پانی گرم کرتے، ہر روز حضرت خواجہ صاحب پانی کے دو لوٹے میرے لئے بھی گرم کرتے۔ ایک طہارت کیلئے ایک وضو کے لئے پھر مجھے جگاتے کہ عزیز احمد! پانی گرم تیار ہے، اُٹھو نماز کی تیاری کرو۔ بحیثیت باپ کے اولاد پر آپ کی شفقتوں کی یہ بارش تھی۔

تیمارداری :

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ :

۱۹۶۸ء میں مجھے شدید ٹائیفائڈ کا اٹیک ہوا جس کے اثرات تین ماہ تک رہے۔ حضرت والد صاحب برابر تین ماہ ہر روز میری عیادت فرماتے اور مجھے گردن وسر سے لے کر پاؤں تک دباتے۔ بحیثیت باپ کے شفقتوں ومحبت کی موسلادھار بارش کا یہ انداز تھا۔

ناراض نہیں ہوا کرتے :

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ :

ایک بار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس رکھنا تھا۔ میرا اصرار تھا کہ اجلاس خانقاہ شریف ہوجائے، آپ کی صحت متحمل نہیں، آپ لمبا سفر نہ کریں۔ لیکن حضرت والد صاحب کا اصرار تھا کہ مجھے ملتان جانے میں تھوڑی بہت دقت ہوگی۔ خیر ہے مہمان اتنا لمبا سفر کر کے خانقاہ تشریف لائیں؟ تو مجھے ملتان چلے جانا چاہیے۔ میرے اصرار کے باوجود حضرت خواجہ صاحب نے موڈ بنالیا۔ میں نے منہ بسورا، کپڑا تان کر حضرت والد صاحب کے کمرہ کے ایک کونہ میں لیٹ گیا۔ نماز کا ٹائم ہوا حضرت والد صاحب نماز کے لئے تشریف لے گئے، آپ کے جانے کے بعد میں بھی گیا، نماز پڑھی، آپ کو مسجد سے گھر لے کر حاضر ہوا، کافی دیر کمرہ میں گم صم موڈ بنائے بیٹھا رہا۔ کافی دیر کے بعد جب گھر جانے کے لئے اجازت چاہی تو مصافحہ کے لئے میرے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لئے، فرمایا: کہ ”ناراض نہیں ہوا کرتے“۔ اس بات سے میں پانی پانی ہوگیا، کلفت جاتی رہی۔ آج حضرت والد

صاحب کی ان شفقتوں کو یاد کرتے ہیں تو دل ڈوب ڈوب جاتا ہے۔

سلیقے کی زندگی :

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد نے ایک (کی رنگ) چابی کا چھلہ دکھایا جو ٹوٹا ہوا تھا۔ فرمایا کہ حضرت والد صاحب کی چابیاں عمر بھر اس چھلہ میں رہیں۔ آخری چند سالوں کی بات ہے۔ وہ چابیاں صاحبزادہ نجیب احمد کو الماری کھولنے کے لئے عنایت کیں۔ الماری کا تالا جب بند کیا تو چھلہ سے نجیب کھیلنے لگ گئے، مروڑ دیا تو اس سے وہ ٹوٹ گیا، حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا: کہ بھیرہ طالب علمی کے زمانہ میں چابیوں کا یہ چھلہ خریدا تھا، قریباً ستر پچھتر سال آپ کے پاس رہا۔ اس سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ آپ نے کس طرح قرینہ وسلیقہ سے زندگی گزاری (وہ ٹوٹا ہوا چھلہ آپ نے پھر الماری میں رکھ دیا، اب وفات کے بعد محترم صاحبزادہ عزیز احمد نے وہ سنبھال لیا ہے)

طلباء پر شفقت :

مولانا محمود الحسن مبلغ عالمی مجلس لندن نے بتایا کہ :

حضرت خواجہ صاحبؒ مدرسہ کے طالب علموں پر بہت شفیق تھے۔ عصر کے بعد طالب علم گیند کھیلتے۔ اگر وہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے سامنے آکر گرتی، حتی کہ پاؤں یا جھولی میں گرتی تب بھی آپ ناراض نہ ہوتے۔ بلکہ خندہ پیشانی سے طالب علموں کو واپس فرمادیتے۔ ایک بار میانوالی کے نیازی طالب علم عبید اللہ نے دوسرے نابینا طالب علم فاروق سے مذاق کیا کہ اس پر چاقو تان کر اس کو مرعوب کرنا چاہا۔ نابینا طالب علم نے شوخی میں انگڑائی لی تو اس کے کندھوں کے درمیان پورے چاقو کا پھل چلا گیا۔

مشکل سے نکالا۔خون کے فوارے جاری ہو گئے۔مولانا صاحبزادہ خلیل احمد نے فاروق کو لیا اور میانوالی ہسپتال لے گئے۔اتنے میں حضرت خواجہ صاحب گھر سے تشریف لائے تو بہت سارے ساتھیوں نے شکوہ کیا کہ چاقو مارا، وہ لہولہان ہو گیا، کپڑے خون سے رنگین ہو گئے، خون بند نہ ہوتا تھا، اس حالت میں ہسپتال لے کر گئے ہیں۔اب خیال تھا کہ اس واقعہ پر حضرت خواجہ صاحب کا کتنا شدید ردِ عمل ہوتا ہے؟ اب شکایتیوں نے جب شکایات کے انبار ختم کیئے تو آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ کیا ہوا؟ گھر میں بچوں کی لڑائی نہیں ہوا کرتی؟ طلباء پر شفقت کا یہ عالم تھا جس کی ادنیٰ مثال یہ واقعہ ہے۔

میٹھی چائے پلانے والے ہاتھوں سے

نمک بھری چائے بھی پی لی :

محترم صاحبزادہ سعید احمد نے بتایا کہ برمنگھم ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر حاجی محمد شریف کے ہاں قیام تھا۔حضرت خواجہ صاحب نے چائے نوش کرنی تھی۔میں باورچی خانہ میں گیا۔دیکھا کہ خوبصورت نفیس مرتبان میں چینی رکھی تھی، میں نے بھرپور چائے بنائی، دستر خوان پر لاکر رکھی حضرت خواجہ صاحبؒ کے کپ میں تین چمچ ڈالے، چائے بنائی، پیش کردی، آپ نے نوش فرمانا شروع کردی۔باقی متوسلین کی اجازت وخواہش سے کسی کے کپ میں ایک چمچ، کسی کے کپ میں دو چمچ، آخر میں ایک کپ اپنے لئے بنایا تو اس میں بھی ایک چمچ ڈالا، چائے بنائی اور بڑے مزے سے گھونٹ لیا تو میری حیرت کی انتہاء نہ رہی جسے میں چینی سمجھ کر اٹھالایا تھا وہ تو خیر سے نمک ہے۔اب میں نے عرض کی کہ حضرت! یہ کیا ہوا؟ آپ تمام حضرات میں سے کوئی بھی نہیں بولا؟ اور اتنی تیز

نمک کی چائے بن گئی۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تمہارے ہاتھوں سے میٹھی چائے ملتی تھی، پی لیتے تھے آج نمکین ملی تو وہ بھی لے لی، بولنے کی ضرورت اس لئے نہ سمجھی کہ آخر آپ نے اپنے لئے بنائی ہے، جب پییں گے تو ہمارے بولے بغیر آپ کو احساس ہو جائے گا تو جو بن بولے کام ہو جانا ہے، اس پر بولنے کا کیا فائدہ؟ صاحبزادہ فرماتے ہیں کہ میں نے تمام کپ واپس لیے، نئی چائے بنائی اور اسی طرح کا دوسرا مرتبان جس میں چینی تھی، چکھ کر وہ لے آیا اور دوبارہ سب کو چائے پلائی۔

کنواں پیاسے کے پاس آگیا:

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ: مولانا سید حافظ ابوذر بخاری ملتان گھر پر زیرِ علاج تھے، حضرت خواجہ صاحب عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو ابن شریعت سید ابوذر بخاری پر گریہ کی کیفیت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ: میں خانقاہ شریف آنے کے لئے بے قرار تھا ساتھیوں سے عرض کیا کہ خود کنواں پیاسے کے پاس آگیا۔ خیر ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں تو حافظ سید ابوذر بخاری کی طبیعت میں بشاشت آگئی، چائے آئی، حضرت خواجہ صاحبؒ سمیت سب مہمانوں نے چائے پی، اب حضرت خواجہ صاحبؒ نے اجازت چاہی تو حافظ سید ابوذر بخاری نے فرمایا کہ حضرت سو روپیہ کا لال لال نوٹ عنایت فرما دیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور حضرت حافظ سید ابوذر بخاری کو سو روپیہ کا نوٹ تھما دیا۔ تو اس پر حافظ سید ابوذر بخاری نے فرمایا کہ میں اپنے اباجی (حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) سے بھی ایسے ہی پیسے مانگا کرتا تھا۔ ان کی اس اپنائیت و محبت بھری گفتگو پر پوری مجلس سراپا رقت بن گئی۔

زمزم کا گرم پانی :

مولانا محمد نگین فرماتے ہیں کہ :

حرم شریف میں ترکی برآمدے میں عین جہتِ قبلہ حضرت مراقب تھے۔ کچھ دیر بعد آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو میں نے بڑھ کر گزارش کی کہ پانی نوش فرمائیں گے؟ آپ نے اثبات میں اشارہ کیا، میں جلدی میں اٹھا اور تعمیلِ ارشاد کا ایسا مجھ پر غلبہ تھا کہ زمزم کا پانی لیتے ہوئے ٹھنڈے کولر کے بجائے گرم کولر سے گلاس بھر کے لے آیا آپ نے نوش جان فرمایا۔ آخری چند گھونٹ مجھے بھی عنایت فرمائے۔ میں نے وہ پئے تو وہ گرم زمزم تھا، ندامت سے میں واپس گیا اور ٹھنڈا زمزم لے کر آیا اور پیش کیا۔ آپ نے وہ بھی نوش فرمایا، اس کے بعد آخری چند گھونٹ مجھے عنایت فرمائے۔

تواضع نے مخدوم جہان بنادیا :

حضرت خواجہ صاحبؒ میں حددرجہ تواضع اور انکساری تھی، اس قدر عالی مرتبت ہونے کے باوجود آپ کسی بھی اشارے کنائے سے بھی اپنی بڑائی اور بزرگی کا اظہار نہیں ہونے دیتے تھے، لیکن اسی تواضع نے آپ کو مخدومِ جہان بنادیا۔ آپ میں مروت بھی حد درجہ تھی، چھوٹے سے چھوٹے لوگوں کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کراچی تشریف لائے تھے۔ مفتی محمد جمیل خان شہید اس وقت حیات تھے۔ ملنے والوں اور زیارت کرنے والوں کا ہر وقت ہجوم رہتا، رات گئے دیر تک لوگ بیٹھے رہتے اور حضرت بھی مروت میں تشریف فرما رہتے۔ ایک مرتبہ مفتی محمد جمیل خان شہید نے فرمایا: اور اس وقت رات کے ساڑھے بارہ بجے کا وقت تھا کہ: حضرت!

آرام فرمالیں، تو حضرت نے فرمایا کہ آرام کے لئے کیسے اٹھوں یہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ بڑی مشکل سے حاضرین کو مفتی محمد جمیل خان شہید نے اٹھایا کہ کل آنا، اب حضرت کوآرام کرنے دو۔ کیونکہ حضرت کی مجلس سے اٹھنے کیلئے کسی کا دل نہیں چاہتا تھا اور یہی مروت تھی کہ جو حضرات حضرت خواجہ صاحبؒ اور حضرت کی جماعت کے مخالف ومقابل ہوتے اوروہ حضرت سے اپنے یہاں آنے کی درخواست کرتے تو حضرت کبھی انہیں منع نہ فرماتے بلکہ ان کے یہاں تشریف لے جاتے۔

(لولاک نمبر: ص ۷۰ تا ۷۵)

وعدے کی پابندی :

مولانا سید کفیل بخاری راوی ہیں :

ایک دومرتبہ حرم شریف سے آپ کی رہائش گاہ تک ساتھ جانے کا بھی اتفاق ہوا۔ حضرت حافظ محمد عابد صاحب بھی ساتھ تھے۔ حافظ صاحب عجیب آدمی تھے، فنافی الشیخ تھے، حضرت کو پھولوں کی طرح اٹھائے پھرتے، کبھی حضرت کی طبیعت ناساز ہوتی تو ان کی جان پر بن جاتی۔ حافظ صاحب صحیح معنوں میں حضرت کے مزاج شناس تھے۔ ایک مرتبہ میں نے ان سے عرض کیا کہ چناب نگر میں مجلس احرار کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے لئے حضرت سے وقت طے کرنا ہے۔ فرمانے لگے: فوراً جاکر نئے سال کی ڈائری خرید لاؤ اور جلسے کی تاریخ والے صفحے پر ختم نبوت کانفرنس چناب نگر لکھ کر حضرت کو وہی صفحہ کھول کر پیش کردو، میں نے ایسے ہی کیا حضرت نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا: ان شاء اللہ ضرور شرکت کروں گا، جب وعدہ فرمالیتے تو اسے بہرصورت پورا فرماتے۔ ایک مرتبہ ملتان دفتر تحفظ ختم نبوت میں سلام عرض کرنے

حاضر ہوا تو حافظ عابد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت کی طبیعت ناساز ہے اور شدید بخار ہے، بعض مدارس میں اجتماعات ہیں جن میں حضرت نے شرکت کا وعدہ کیا ہوا ہے، میں نے نہ جانے کی درخواست کی ہے لیکن حضرت جانے پر مصر ہیں تم کوئی منت سماجت کر دیکھو، شاید مان جائیں۔ میں حاضر ہوا تو حضرت نے اشارہ کر کے مجھے اپنے پاس بلایا اور ساتھ بٹھالیا، یہ ان کی بے پناہ شفقت تھی، میں نے ہمت کر کے عرض کیا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے اس حالت میں جلسوں میں تشریف نہ لے جائیں، صحت ہو جائے تو سفر فرمالیں، مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا ''میں نے ضرور جانا ہے وعدہ کیا ہوا ہے'' اور پھر اسی حالت میں سب وعدے پورے کیے:

''پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ''۔

تحریک کیسے چلاؤ گے ؟

۱۹۸۴ء میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا ایک اجلاس لاہور میں منعقد ہوا، مجلس احرار اسلام کی نمائندگی حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری کر رہے تھے، برادرِ محترم عبداللطیف خالد چیمہ اور راقم بھی موجود تھے، احتجاج کے لئے جمعہ کا دن طے ہو رہا تھا کہ اس دن پورے ملک میں احتجاج کیا جائے اور مرکزی اجتماع لاہور میں ہو، جس میں اہم علماء وخطباء شریک ہوں۔ بعض خطباء نے اپنے اپنے علاقوں میں اپنے خطباتِ جمعہ کی اہمیت بتاتے ہوئے اس تجویز سے اختلاف کیا کہ ہم سب جمعہ کے روز لاہور میں جمع ہوں تو اس سے ہمارے اجتماعاتِ جمعہ کا حرج ہوگا۔ میں نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو کبھی غصے میں نہیں دیکھا، لیکن اس روز شدید جلال میں

فرمایا: کہ ''تم لوگ اپنے جمعہ کے اجتماعات تو چھوڑ نہیں سکتے، تحریک کیسے چلاؤ گے''؟ حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ سب لوگ خاموش ہو گئے۔ (لولاک نمبر: ص ۳۲۱)

ہم نے ان کا ایک دن دینا ہے :

حاجی محمد یعقوب لکھتے ہیں :

''ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے خانقاہ شریف سے اسلام آباد کا سفر صرف اس لئے کیا کہ راجہ ظفر الحق صاحب کی انتخابی مہم میں ان کی مدد کی جائے، اسلام آباد سے علماء کرام کی پوری ویگن بھر کر انتخابی مہم کے لئے کہوٹہ اور مری کے علاقوں میں حضرت تشریف لے گئے، ویگن میں لال مسجد کے خطیب حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ شہید، بلال مسجد کے خطیب حضرت مولانا غلام حیدر صاحب، مسجد دارالسلام کے خطیب حضرت مولانا نور محمد صاحب، مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے مبلغ حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب شریک تھے۔ انتخابی حلقے میں جگہ جگہ تشریف لے گئے، بگھار شریف میں صاحبزادہ محمد یعقوب صاحب نے کھانا پیش کیا، جو خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے سلسلے سے ہیں۔ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن اسلامی یونیورسٹی والوں کے والد صاحب ہیں۔ وہاں حضرت اعلیٰ کے ایک خلیفہ کا مزار شریف بھی ہے، دورانِ سفر مولانا محمد عبداللہ صاحب اور مولانا غلام حیدر صاحب نے اپنے حج کا وہ سفر بھی سنایا جس میں ان کی ویگن برفانی تودے میں دب گئی، تمام حضرات نے

قبر میں داخلے کی دعائیں پڑھ لیں، رات بھر برف میں دبے رہے، دن چڑھے جب سڑک صاف کرنے کے لئے بلڈوزر آیا تو ویگن برف سے نکلی۔ میں نے موقع پاکر حضرت خواجہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت! راجہ ظفر الحق تو آپ کی ملاقات کے لئے نہیں آئے جبکہ آپ میانوالی سے یہاں اس کی انتخابی مہم کے لئے تشریف لائے ہیں؟ حضرتؒ نے فرمایا: ہمیں راجہ صاحب ملیں یا نہ ملیں، ہم نے ان کا ایک دِن دینا ہے جس کے لئے ہم یہاں آئے ہیں، محمد اسلم قریشی کے کیس میں جب مجلس تحفظ ختم نبوت نے وکیل کرنا تھا تو کوئی وکیل پیسے لے کر بھی وکالت کرنے کو تیار نہیں تھا جبکہ راجہ صاحب نے مفت وکالت کی تھی۔ اس کا بدلہ دینے کے لئے ہم یہاں حاضر ہوئے ہیں'' میں نے چپکے سے ساتھیوں کو بتایا کہ راجہ صاحب الیکشن میں ہار جائیں گے، انہوں نے پوچھا: کیوں؟ میں نے کہا کہ ہمارے حضرت کے دعاؤں میں اتنا اخفاء اور سر ہوتا ہے کہ وہ کسی کامیابی کا سہرا اپنے سر نہیں لینا چاہتے۔ ہوا بھی یہی کہ راجہ صاحب الیکشن میں ہار گئے لیکن اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ مسلم لیگ کا جنرل سیکرٹری بنادیا گیا۔ راجہ صاحب کے مدمقابل خاقان عباسی تھے جو مال کے بل بوتے پر الیکشن جیتے تھے، انہوں نے جنرل ضیاء الحق سے شکایت کی کہ میں جیت گیا تھا پھر بھی میری کار پر ایک جھنڈا بھی نہیں لگا، مگر راجہ صاحب ہار گئے تھے تو ان کی کار پر دو جھنڈے لگے

ہوئے ہیں؟ یہ میری بے عزتی ہے۔ خاقان عباسی صاحب کے دباؤ پر راجہ صاحب کو مصر کا سفیر بنا کر ملک سے باہر بھیجا گیا۔

(لولاک نمبر: ص۵۰۰)

ایسا توکّل تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا :

شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ نے فرمایا :

''حضرت علامہ محمد عبدالستار صاحب تونسوی مدظلہ العالی ہمارے علاقہ میں آئے تو یہاں خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میں ملاقات کی غرض سے تشریف لائے، دورانِ ملاقات پوچھنے لگے: آپ کا سلسلہ احباب کافی وسیع ہے، خانقاہ شریف کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ خرچ اخراجات بھی بہت ہوں گے اس کے لئے آپ کیا تدبیر کرتے ہیں؟ اجتماع یا عرس کرواتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں! پھر کہنے لگے مریدوں سے سالانہ چندہ وغیرہ لیتے ہو؟ میں نے کہا نہیں، فرمانے لگے آخر کچھ تو ہوگا؟ میں نے کہا: حضرت! بس اللہ کے بھروسے پر یہ سب کچھ ہورہا ہے۔ حضرت تونسوی صاحب حیران ہوکر فرمانے لگے: ''ایہہ جا توکل اساں تاں کدائیں نہیں ڈٹھا، اصل تے ایہا توکل ہے تاں سائیں آساں وی تہانوں پیر مندے آں'' (ایسا توکل تو ہم نے کہیں نہیں دیکھا اصل شئے یہی توکل ہے پھر تو ہم بھی سرکار آپ کو پیر مانتے ہیں) یہ کہہ کر ہنسنے لگے''۔ (لولاک نمبر: ص۴۸)

توکل، ایثار، حق گوئی، تواضع، عبدیت وانکسار، تزکیہ وتربیت، دعوت وتبلیغ، جرأت واستقلال، دینی مدارس اور جماعتوں سے بھرپور تعاون وسرپرستی، رشد وہدایت، تحفظ ختم نبوت، عشق رسولؐ، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد، غیرت وحمیت، اخلاق واعمال، زہد وتقویٰ اور عزیمت وانابت الی اللہ جیسی تمام صفاتِ حسنہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے مزاج گرامی کا حصہ تو تھیں ہی، ساتھ ساتھ اعتدال پسند طبائع کی طرح حضرت خواجہ صاحبؒ میں بھی خوش طبعی اور ظرافت کا عنصر بھی پایا جاتا تھا۔ خود لطیفے سناتے بھی اور سنتے بھی۔

تے توں کتھوں آیا ہیں کانیا :

حاجی محمد یعقوب صاحب رقمطراز ہیں:

بریلوی مکتبۂ فکر کے صاحبزادہ مولانا افتخار الحسن صاحب قادر الکلام مقرر تھے اور ختم نبوت کے عنوان پر رات کے وقت اتنی دلچسپ تقریر فرما رہے تھے کہ گویا مردے زندہ ہو جاتے تھے۔ راقم الحروف کانفرنس کے دن سفر کی وجہ سے بہت تھکا ہوا تھا، اس لئے عشاء کے بعد مسجد کے حال میں سو گیا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد اجتماع میں ایسا غلغلہ ہوا کہ سارے سونے والے بھاگ گئے، میں باہر پنڈال میں گیا تو مولانا صاحب خطاب فرما رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اسلئے اب کوئی نبی نہیں آئے گا، گویا نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے کہ عمرؓ میں نبوت کی تمام صفات اور اہلیت موجود ہے مگر سلسلۂ نبوت ختم ہونے کی وجہ سے اب عمر بھی نبی نہیں بن سکتا۔ تو مولانا اپنے خاص انداز میں ربوہ کی طرف مڑ کر پوچھنے لگے :

''تے توں کتھوں آیا ہیں کانیا'' اس پر تمام پنڈال گونج اٹھا''۔

جب طبیعت فریش ہوگئی تو مولانا نے حضرت خواجہ صاحب سے پوچھا کہ: ''چائے دیوبندیوں والی پیو گے یا بریلویوں والی'' حضرت نے پوچھا: اس میں کیا فرق ہے؟ تو مولانا نے کہا کہ: ''دیوبندیوں کی چائے فقط چائے کی پیالی آجائے گی اور بریلویوں والی چائے کے ساتھ مٹھائیوں کی پلیٹیں بھی اڑتی چلی آئیں گی'' گویا مولانا کا خطاب بھی ہنسی مذاق سے بھرا ہوتا تھا۔

اجولاؤں میرے بھانڈے وکھرے کردیے ہو:

مکہ مکرمہ میں صاحبزادہ محمد عابد صاحب اور راقم الحروف کھانے پکانے کی چیزیں خریدنے گئے، ہمیں ایک چائنا کا مگا نظر آیا جس پر ربڑ کا ڈھکنا تھا اور مگا خوبصورت تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا: یہ مگا تو صرف حضرت کے لئے لے لیتے ہیں وہ اس میں چائے پئیں ہم خوشی خوشی مگا لے کر مکان پر گئے اور حضرت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے عرض کیا کہ حضرت! یہ مگا خاص آپ کے لئے ہے، کوئی اور اسے استعمال نہیں کرے گا، حضرت نے فرمایا: ''اجولاؤں میرے بھانڈے وکھرے کررہے ہو''۔ (ابھی سے میرے برتن علیحدہ کررہے ہو) یہ سن کر ہمارے اوپر اوس پڑ گئی۔

والد بچپن میں فوت ہوگیا تھا:

حضرت خواجہ صاحب نے ایک دفعہ لطیفہ سنایا۔ پٹھان سیدھے سادے مسلمان ہوتے ہیں اوران کے لطیفے بہت مشہور ہوتے ہیں ایک ساتھی نے پٹھان کا

لطیفہ سنایا کہ وہ قبرستان میں بیٹھا نشہ پی رہا تھا تو اچانک پولیس کا سپاہی ادھر آنکلا، سپاہی کو دیکھ کر پٹھان نے چیزیں ایک طرف سنبھال دیں اور ایک قبر پر پڑھنے لگ گیا سپاہی نے پوچھا: کیا کر رہے ہو؟ پٹھان نے جواب دیا کہ والد صاحب کی قبر پر ایصال ثواب کر رہا ہوں۔ تو سپاہی نے کہا: یہ قبر تو کسی بچے کی ہے! پٹھان نے جواب دیا کہ: وہ بچپن میں فوت ہو گیا تھا۔

عجیب لطیفہ :

اسی طرح ہمارے حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک پٹھان کے گھر پیر صاحب تشریف لائے، پٹھان نے اپنے دوست احباب کو بلا رکھا تھا جب پیر صاحب بیٹھ گئے تو پٹھان نے تعارف کرانا شروع کیا کہ ہمارا پیر صاحب پانی پر چلتا ہے، ہوا میں اڑتا ہے، اولاد دیتا ہے، صحت اور بیماری دیتا ہے۔ پیر صاحب برابر تردید کر رہے تھے کہ نہیں میں ایسا نہیں، ویسا نہیں۔ یہ آدمی غلط بات کر رہا ہے، پٹھان نے کہا کہ :

''حرامزادہ کسرِ نفسی می کند و لے خدا است''

سالن میں مرچ دَب کے پا :

ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت خواجہ صاحبؒ گزشتہ ۲۱ سال سے ہمارے غریب خانے پر تشریف لاتے، عموماً دو تین دن قیام فرماتے، بعض مہینوں میں دو تین بار بھی تشریف لاتے۔ ایک دن مجھے قریب بٹھا کر فرماتے ہیں: حاجی صاحب! ہمیں بھگانا چاہتے ہو؟ میں نے پوچھا: کیوں حضرت! فرمایا: بھگانا چاہتے تو سالن میں مرچیں دَب کے پا۔ مجھے ایسی سمجھ آئی کہ پھر کبھی مرچ زیادہ نہ ہوئی۔

حرم کی موت عطا فرما :

حضرت خواجہ صاحبؒ نے ایک حاجی صاحب کا واقعہ سنایا : ''کہ حج سے فارغ ہوئے تو دعا کرنے لگے: یا اللہ! ہمارے ہاں کوئی آدمی غلط کام کرتا ہے تو اس کے کپڑے اتار لیے جاتے ہیں تو نے ہمارے کپڑے اتار دیئے ہیں، ہمیں احرام پہنایا، پھر اس مجرم کا سر مونڈ دیا جاتا ہے، تو نے ہمارا سر منڈ وادیا۔ پھر اس کو گدھے پر بٹھایا جاتا ہے تو نے ہمیں گدھے پر بٹھا کر منیٰ، عرفات کا سفر کرایا ہے۔ پھر اس کا منہ کالا کر دیا جاتا ہے یا اللہ! مہربانی فرمانا ہمارا منہ کالا نہ کرنا، اس عذاب سے بچانا، یا اللہ! تیری رضامندی کے لئے ہم نے تمام کام کئے اب اتنی مہربانی فرما کہ مجھے یہاں حرم کی موت عطا فرما۔ ابھی اس کے لفظ ختم نہیں ہوئے کہ سخت بخار چڑھ گیا، کہنے لگا: یا اللہ! مجھے کیا پتا آپ میری دعا قبول کرنے کے انتظار میں بیٹھے تھے، مہربانی فرما کر مجھے صحت عافیت سے اپنے بچوں میں پہنچا۔ حضرت خوب تبسم فرمارہے تھے۔

اج مزہ ای آگیا :

ایک مرتبہ مسجدِ نبوی ﷺ میں جمعہ کی نماز کے لئے میں اکیلا حضرت خواجہ صاحبؒ کے ساتھ تھا، ان دنوں مسجد کی توسیع ہو رہی تھی اور باب مجیدی کی طرف سے ہم مسجد میں تقریباً گیارہ بجے داخل ہوئے جگہ جگہ تعمیری سامان کی وجہ سے جگہ تنگ تھی، حجاج کا اتنا ہجوم تھا کہ دروازے سے داخل ہونے کے بعد چند صفیں ایک گھنٹے میں عبور کیں۔ ایک مقام پر تھوڑی سی جگہ ملی تو حضرت کو عرض کیا کہ آپ یہاں تشریف رکھیں، میں اپنے لئے جگہ ڈھونڈتا ہوں، کچھ دور مجھے بھی جگہ مل گئی اور نماز جمعہ ادا کی، نماز کے بعد میں حضرت کی خدمت میں پہنچا اور پوچھا کہ حضرت! کیا حال ہے؟ فرمایا: ''اج

مزہ ای آ گیا''، پھر فرمایا کہ:''اج مزہ ای آ گیا'' میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ حضرت نے فرمایا: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے جسم پر کسی ساتھی نے دیکھا کہ کندھوں کے اوپر اچانک زخم ہو گیا ہے اور خون نکل آیا ہے، ساتھیوں نے پوچھا: یہ کیا ہوا؟ فرمایا: (حضرت مولانا) محمد قاسم (نانوتوی) اور (حضرت مولانا) رشید احمد (گنگوہی) بحری جہاز پر حج کے لئے جا رہے تھے کہ اچانک طوفان نے آگھیرا اور جہاز ڈوبنے لگا تو اس کو کندھا دینا پڑا اس سے زخم ہو گیا، ساتھی ہوشیار تھا، اس نے تاریخ اور وقت نوٹ کر کے رکھ لیا، جب دونوں حضرات مدینہ شریف پہنچے تو ساتھیوں نے مقررہ تاریخ کا واقعہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارا جہاز سفر میں رواں دواں تھا لوگ باتوں میں لگے ہوئے تھے اور شور کا سماں تھا، جونہی طوفان آیا اور جہاز ڈوبنے لگا تو تمام لوگ غفلت سے نکلے اور''اللہ تو، اللہ تو'' کرنے لگ گئے، دعاؤں میں مصروف ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا جہاز بچ گیا، حجاج بچ گئے، جہاز میں ایک مجذوب بھی سوار تھا، زور زور سے کہنے لگا:''اج مزہ ای آ گیا''، اج مزہ ای آ گیا'' لوگ واہی تباہی باتیں کر رہے تھے ایک جھٹکا لگا سب کے سب اللہ تو، اللہ تو کرنے لگ گئے۔

اس طرح کا کھانا ہر مہینے ہونا چاہیے:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا اجلاس جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ کے ساتھ حضرت لاہوری کی بیٹھک میں ہوا اس میں حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب میزبان تھے اور ہمارے حضرت کے علاوہ حضرت مولانا عبد الستار نیازی، علامہ علی غضنفر (ع غ کراروی) علامہ احسان الٰہی ظہیر اور کافی بزرگ تھے، کھانے میں راقم الحروف بھی شامل تھا، خوب مزے مزے سے کھانا کھا رہے تھے کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر نے

حضرت کو مخاطب کر کے کہا: کہ حضرت! اس طرح کا کھانا ہر مہینے ہونا چاہیے'' حضرت نے پوچھا کیوں؟ تو علامہ نے جواب دیا کہ جب اس طرح اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا لیتے ہیں تو پھر دو مہینے تک ایک دوسرے کے خلاف بولنے کو جی نہیں چاہتا۔ حضرت یہ بات سن کر بہت محظوظ ہوئے، تمام ساتھی خوب ہنسے۔

چائے کی دعوت :

راولپنڈی میں حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب مدظلہٗ کی مسجد میں حضرت خواجہ صاحبؒ اور حضرت ندیم شاہ صاحب تشریف فرما تھے، چائے پی رہے تھے میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! آپ نے پہلی دفعہ کب چائے پی تھی؟ حضرت نے فرمایا کہ میں نے تو جب سے آنکھ کھولی ہے گھر میں چائے موجود تھی۔ حضرت ندیم شاہ سے پوچھا تو انہوں نے عجیب واقعہ سنایا کہ جب ہمارے گھر میں پہلی دفعہ چائے پکی تو میں ایک پیالہ لے کر والد صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ یہ پی لیں، انہوں نے پوچھا: یہ کیا چیز ہے؟ میں نے کہا کہ چائے ہے، میٹھی ہے گرم ہے تھکان اتار دیتی ہے، آپ پی لیں، انہوں نے فرمایا، گرم چیز پینی مکروہ ہے میں نہیں پیتا، میں نے عرض کیا: ایک چھوٹا سا گھونٹ تو بھریں۔ بس چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرتے بھرتے پیالہ ختم کر دیا۔ دوسرے روز بھی اسی وقت کم انکار سے پیالہ پی لیا اور تیسرے دن بھی اسی وقت پیالہ پیش کیا گیا تو پی لی۔ اگلے دن کسی وجہ سے چائے لانے میں دیر ہو گئی جب میں کچھ دیر کے بعد چائے کا پیالہ لایا تو ابا جی نے پیالہ پکڑا اور دیوار پر دے مارا۔ فرمایا: اتنی دیر سے چائے کے انتظار میں بیٹھا ہوں کوئی آتا ہے، میں سمجھتا ہوں عبدالمجید آ رہا ہے، گدھا آیا میں نے سمجھا عبدالمجید چائے لا رہا ہے، کتا آیا میں نے سمجھا عبدالمجید

چائے لا رہا ہے مولانا واقعہ سنا رہے تھے اور حضرت مسکرا رہے تھے۔

سفر میں خدام کا خیال رکھتے :

جب کبھی ریل یا بس میں ہوتے تو اصرار فرما کر کھانا منگواتے تاکہ ساتھی بھوکے نہ رہ جائیں، جب چائے راستے میں پینی پڑتی تو بسکٹ پکوڑے وغیرہ ضرور منگواتے تاکہ ساتھیوں کی تواضع ہو جائے۔ خانقاہ شریف میں بابو دلی والے ہوتے تھے وہ عصر کے وقت خصوصی مصالحوں والی چاٹ بنا کر حضرت کو پیش کرتے، حضرت اکیلے تو کھاتے نہیں تھے، ہمیں بھی کھلاتے، بابو صاحب نہیں کھا رہے تھے میں نے پوچھا: بابو صاحب! آپ کیوں نہیں کھا رہے ہیں؟ تو کہنے لگے: مرغ جو ہوتا ہے وہ مرغیوں کو کھلاتا ہے خود نہیں کھاتا، حضرت بہت ہنسے۔

مولانا ضیاء القاسمی کی دعوت :

۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ایک بار مجلس عمل کا اجلاس حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کی رہائش گاہ پر رکھا گیا، مولانا مرحوم بہت سخی دل تھے، آپ نے پُر تکلف دعوت کا اہتمام کیا تو حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت ثانی فرماتے تھے کہ: جب کوئی عالم دین، کسی عالم دین کی دعوت کرتا ہے تو آسمان پر ایک فرشتہ نقارہ بجاتا ہے۔ باقی فرشتے پوچھتے ہیں کیا انہونی ہوئی؟ تو وہ کہتا ہے کہ ایک عالم نے دوسرے عالم کی دعوت کی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آج محمد ضیاء القاسمی کی دعوت پر تو کئی فرشتوں نے نقارے بجائے ہوں گے۔ اس خوش مزاجی میں آپ نے ان کے دستر خوان کی وسعت بیان کر کے مجلس کو بھی زعفران کر دیا۔

ترّے تعویذ تے ناں رکھیں :

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ: ایک بار کندیاں کا ایک دیہاتی آیا، اپنی شادی کی داستان سنائی، اولاد کے نہ ہونے کا تذکرہ کرکے اولاد ہونے کے لئے تعویذ مانگا، آپ نے تعویذ دے دیا اور اس دیہاتی کا ہاتھ پکڑ کر مسکراتے ہوئے فرمایا:

''ترّے تعویذ تے ناں رکھیں'' فقط تعویذ پر ہی انحصار نہ کرنا''۔

(ص:۳۱۲ تا ۳۱۶)

حضرت خواجہ صاحبؒ ایک عہد، ایک انجمن اور ایک تاریخ تھے، وہ ایک فقیر اور درویش خدامست تھے، کبھی کبھی مجمع کو ہنساتے تو کبھی رلاتے بھی۔ مغربی میڈیا اور اس کے حواری یہ پروپیگنڈہ کرتے تھکتے نہیں کہ یہ مولوی عالم، پیر حضرات اور صوفی منش متشدد ہیں، تفرد پسند ہیں، خشک مزاج ہیں، زاہدان تنگ نظر ہیں، غضبناک ہیں اور نہ معلوم کیا کچھ باتیں سننے کو ملتی ہیں یہ درحقیقت ان لوگوں کی کم ظرفی اور تنگ ذہنی ہے کہ تصلب دینی کو تشدد اور حق گوئی کو تفرد پسندی اور یاوہ گوئی سے احتراز کو خشک مزاجی کا نام دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا ان مجاہدین، علماء، صلحاء، اور صوفیاء کے دم قدم سے آباد ہے۔ اور انشاء اللہ آباد رہے گی۔

☆ ☆ ☆

باب : ۷

احسان وتصوف، تزکیۂ قلوب، مقامِ تصوف، اکابر کا اعتماد اور عوام الناس کی گرویدگی

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کو اللہ تعالیٰ نے مزکی اور سراجِ منیر بنا کر بھیجا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت دلوں کو نکھارتی، رذائل سے پاک اور فضائل سے آراستہ کرتی تھی۔ اس روشن چراغ سے دل ہدایت ربانی سے روشن، تعلقِ الٰہی سے منور اور یادِ حق سے سرشار ہو جاتے تھے۔ دنیا کی محبت نکل کر رگ و پے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت سمو جاتی تھی، آپ کی تاثیر سے ایمان ویقین اور اخلاص واحتساب کی وہ دولت ہاتھ آتی جس کے سامنے ہفت اقلیم کی بادشاہی گرد معلوم ہوتی تھی۔ عظمت الٰہیہ کے سامنے نفسِ امارہ کے تمام جذبات دب جاتے تھے اور خشیتِ الٰہی حال بن جاتا تھا اور امر الٰہیہ سے فطری مناسبت ہو جاتی اور دین مبین طبیعت ثانیہ بن جاتا، رضائے حق مقصود ہوتی اور اسوۂ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع زندگی کا مقصد۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کو ''تزکیہ'' کہتے ہیں اور یہ صفت ختم نبوت کی برکت سے باقی صفاتِ نبوت اور دین متین کی طرح اس آخری امت میں نسل در نسل منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال

تک مکہ مکرمہ کے دارِ ارقم میں اور پھر ہجرت کے بعد صفہ میں انسانوں کی ایک ایسی جماعت تیار کی جس کا ہر فرد دین کا سپاہی اور جانباز مجاہد تھا۔ لوگ جب جماعت پیغمبر کو اتباع پیغمبر میں شب بیداری اور یادِ خدا میں مشغول دیکھتے تو انہیں زاہد کہتے جب ان کے جسموں پر اون کا کھردرا لباس دیکھتے تو صوفی کہتے، جب میدان جہاد میں ان کی بہادری اور بے جگری دیکھتے تو مجاہد کہتے۔ یہی وہ صحابہ تھے جن کیلئے باللیل رھبان وبالنھار فرسان (راتوں کو راہب اور دن کو شہسوار) بولا جاتا تھا۔ یہی لوگ تھے جو علوم نبوت کے وارث، فکر نبوت کے امین اور اشاعت دین کے علمبردار تھے انہی کو صوفی، اہلِ طریقت اور اصحابِ تصوف کہا جاتا تھا۔ قرآن کریم اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کا نصاب تعلیم وتربیت تھا، یہی ان کا ضابطۂ حیات تھا۔

اچھی روایات اور اچھی روش ہمیشہ غلط لوگوں کے ہاتھوں بری رسم اور برے طریقوں سے بدل جایا کرتی ہے۔ تصوف کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا، علم کی جگہ جہالت نے لے لی اور عمل کی جگہ بے عملی بلکہ بدعملی کا دور دورہ ہو گیا، تصوف وطریقت کو خفیہ شریعت اور فریب کاری کو کرامات کا نام دے دیا گیا، دغا باز اور ہوس پرستوں نے تصوف کو مشق ستم بنالیا، کسی صاحب دل نے کیا خوب کہا ہے:

"تصوف حال تھا لیکن اپنے دور انحطاط میں برا حال بن گیا، وہ احتساب تھا لیکن اب اس نے اکتساب کی صورت اختیار کر لی، وہ استتار (پردہ) تھا لیکن اب اشتہار نظر آنے لگا، پہلے وہ صدور کی عمارت تھی اب وہ غرور کا مرکز بن گیا پہلے وہ تقشف تھا اب تکلف کا جامہ اس نے پہن لیا، پہلے وہ تخلق تھا اب وہ تملق بن گیا، پہلے

قناعت تھی اب اس نے حرص کا روپ دھار لیا''۔

تصوف کیا ہے؟ اس کے مقاصد کیا ہیں، اخلاق حسنہ کا تصوف میں کیا مقام ہے، شریعت وطریقت کس طرح مترادف وہم معنی ہیں اصلی وعملی صوفی و بے عمل صوفی میں کیا فرق ہے، اشاعت اسلام اور گمراہوں کو راہِ راست پر لانے میں صوفیاء کرام کے فقر غیور اور حق گوئی نے کیا کام کیا ہے، تصوف کی بنیادی اور اہم تعلیمات کیا ہیں ان سب سوالوں کا جواب آپ کو حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی کتابِ زندگی میں ملے گا۔ آیئے حضرت خواجہ صاحبؒ کی کتابِ زندگی کے ورق پلٹیے، پڑھتے جایئے اور سر دھنتے جایئے۔

حقیقی اللہ والے :

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب بیان فرماتے ہیں :

> حضرت خواجہ خان محمدؒ اس زمانے میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم اور مثالی پیشوا تھے جن کے چشم فیض سے ہزاروں انسانوں نے پیاس بجھائی اور حضرت خواجہ صاحب قحط الرجال کے اس دور میں حقیقی اللہ والے تھے وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مسلک کے سچے وارث اور حقیقی جانشین تھے۔ آپ نے خاموشی اور زہد میں ایسی شاہی کی کہ جسے صرف اہل دل ہی سمجھ سکتے ہیں۔ آپ کی صحبت، یادِ الٰہی اور تزکیہ نفس میں روحانی ترقیات کا بڑا ذریعہ تھی، ان کی دعاؤں، اقوال اور صحبت سے تاریکیاں دور ہوتیں، باطنی انوارات

حاصل ہوتے، آپ علم وعمل، زہد وتقویٰ، اخلاص وللّٰہیت کے پیکر تصوف وسلوک کے امام اوراہلِ حق کی جیتی جاگتی تصویر تھے، آپ ان عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھے جن کو دیکھ کر خدایاد آجائے۔

(لولاک نمبر: ص ۴۲)

حافظ لدھیانوی نامور نعت خوان اوراچھے شاعر تھے۔قدرت نے آپ کو تحریر کا ملکہ اور سلیقہ بھی عطافرمایا تھا، حافظ لدھیانوی نے حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی زندگی میں ان کی خانقاہ سراجیہ جومرکز رشد وہدایت ہے کی سیر کی۔حضرت خواجہ صاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے، قلم اٹھایا اور بقول کے قلم توڑ کرر کھ دیا۔ذیل میں حافظ لدھیانوی کی تحریر نذرِ قارئین ہے:

پہلی ملاقات:

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے پہلی بار شرف ملاقات سرگودھا میں نصیب ہوا۔میرے محترم بزرگ صوفی محمد افضل فقیر کا میرے غریب خانے میں قیام تھا ان کو حضرت کے آنے کی اطلاع ملی، صوفی صاحب کے خواجہ خان محمد صاحبؒ سے نیاز مندانہ روابط تھے، میں ان کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔پہلی ہی ملاقات میں گفتگو میں تقویٰ کی خوشبو، روحانیت کا جمال، اتباعِ سنت کا حسن اور علم وعمل کا حسین مرقع امتزاج نظر آیا، ان کی پُرکشش شخصیت کے نقوش ذہن ودل پر مرتسم ہوگئے۔

طویل خاموشی کے بعد صوفی محمد افضل فقیر، حضرت رحمہ اللہ سے دست بوس ہوئے میرا تعارف کرایا ان چند لمحات میں میرے دل میں اس بزرگ کی عظمت کا احساس خوشبو بن کر پھیل چکا تھا، ان کی جاذب شخصیت نے مجھے گرویدہ بنالیا تھا، بسااوقات ایسا

ہوتا ہے کہ کسی کی مجلس میں کئی بار حاضری کے باوجود دل کا ورق سادہ رہتا ہے اس پر کوئی نقش نہیں بنتا، انسان خالی دامن لوٹتا ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلی ہی نظر سے، پہلے ہی لمحے ملاقات سے دامنِ دل میں گلہائے عقیدت مہکنے لگتے ہیں۔ برسوں کی ریاضت اور مجاہدے سے جو کیفیت، جو سرور، دل ودماغ میں پیدا نہیں تھا وہ کسی بزرگ کے چہرے پر ایک نظر ڈالنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ اس بزرگ کی کرامت اور بزرگی کی علامت ہوتی ہے، اس کی معرفت الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی ذات والا صفات سے نسبت خاص کا مظہر ہوتی ہے، مجھے حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی مجلس میں ایسی ہی کیفیات کا احساس ہوا۔ حضرت سے اجازت لے کر واپس آیا مگر اس صحبت کا سرور رگ وپے میں جاری وساری ہو گیا۔

پھر وہی صحبت نصیب ہو گئی :

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے ملاقات کی تمنا نے بے کل کر دیا، آخر ایک روز رختِ سفر باندھا۔ خانقاہ سراجیہ کی حاضری کے لئے گھر سے نکل پڑا، یہ تنہا سفر تھا، مگر میرے ساتھ تو خیالات کا ہجوم تھا، میرے دل میں تو محبت کی قندیلیں جگمگا رہی تھیں۔ راستہ آرزوؤں کے حسین پھولوں سے مہک اٹھا، تصورات کی محفل بھی ہوئی تھی، ذہن پر پہلی ملاقات کے نقوش تاباں ہو گئے۔ اس تصور نے خلوتِ جان میں مسرت وشادمانی کے فانوس روشن کر دیئے کہ پھر وہی صحبت نصیب ہو گئی، وہی کرم کی گھڑیاں لوٹ آئیں گی۔ دل کا غبار دھل جائے گا، زندگی کو اجالے میسر آئیں گے خدا جانے راستے میں محبت وعقیدت، وارفتگی وشیفتگی کے کتنے چراغ جلے، کتنے پھول کھلے جنہوں نے مشامِ جان کو مہکایا، آخر وہ خطۂ آرزو، وہ وادیٔ پاکیزگی ولطافت، وہ منزلِ

آسودگاں، وہ قریۂ راحت نظر آیا، مختصر سے اسٹیشن پر اترا، یہ اسٹیشن تو منزل کا پہلا تابندہ نشان تھا، یہ عمارت تو کامرانی کی نوید تھی، اسٹیشن ماسٹر سے خانقاہ سراجیہ کا راستہ پوچھا، اس نے دور مسجد کی طرف اشارہ کیا، مسجد کا مینار علم وخیر وبرکت نظر آیا جو منزل کا پتہ دے رہا تھا۔ مختصر سا سامان تھا اس نشانِ برکت پر نظر جمائے راستہ طے کرنے لگا، یہ کوئی زیادہ فاصلہ نہ تھا، ایک ڈیڑھ فرلانگ ہوگا مگر مجھے تو ایک ایک لمحہ ایک ایک صدی معلوم ہوا، جس ذوق وشوق، جس اضطراب، جس بے تابی سے یہ فاصلہ طے ہوا اس کے اثرات آج بھی نہاں خانہ جان میں محفوظ ہیں۔

خانقاہ سراجیہ میں یہ پہلی حاضری تھی، کسی سے جان نہ پہچان، کسی سے ذاتی تعارف نہ تھا، کوئی چہرہ آشنا نہ تھا۔ ایک ان دیکھا ماحول کئی قسم کے تصورات قلب ونظر پر چھا گئے۔ آخر اس وادی برکت میں قدم رکھتے ہی اجنبیت کا احساس یک دم غائب ہوگیا، ہر نقش محبت کی خوشبو لئے ہوئے تھا۔ خانقاہ کے ایک کمرے کا رخ کیا۔

خانقاہ کے ایک خادم نے دریافت کیا کہ کہاں سے آنا ہوا؟ مختصر سا جواب دیا: فیصل آباد سے حضرت کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس مختصر سے کلام کے بعد خادم چلا گیا، چند لمحوں کے بعد طشتری میں چائے لے کر آ گیا، اس کمرے میں چند عقیدت مند اور بھی تھے، میں نے ان سے شرکت کے لئے کہا، انہوں نے کہا کہ وہ چائے نوش کر چکے ہیں، اس پہلے نقش سے حسن میزبانی، ادب واحترام، اندازِ گفتگو اور جذبۂ خدمت ابھر کر سامنے آ گیا، معلوم ہوا کہ یہ اس خانقاہ کا معمول ہے، نہ فضا میں تصنع، نہ خدام میں تصنع ہر شے میں اپنائیت اور محبت کا انداز۔

چائے پینے کے بعد مسجد میں چلا گیا، یہ مختصر سی خانقاہ ایک دینی مدرسے، ایک

خوبصورت مسجد اور حضرت کی رہائش گاہ پر مشتمل ہے،اس خانقاہ کا ماحول دوسری خانقاہوں سے یکسر مختلف ہے۔اللہ تعالیٰ سے لولگانے کے لئے،عبادت وریاضت کے لئے قلب ونظر کو منزہ کرنے،روح کو مجلّی اور جسم وجان کو مزکی کرنے کے لئے یہ انتہائی موزون ماحول تھا،نہ شور ہے نہ ہنگامہ،نہ گاڑیوں،کاروں کی آمدورفت ہے،نہ شہر کی بے ہنگم طرزِ زندگی،اس فضا پر بے پردگی اور گناہ آلود ماحول کا کوئی داغ نہ تھا،فضائیں نورانیت سے صاف اور نکھری ہوئی تھیں۔

مرکزِ رُشد وہدایت :

خانقاہ سراجیہ ایک ایسی خانقاہ ہے جہاں کی فضا ہر قسم کی دنیوی دلکشی اور برائی سے پاک صاف ہے،یہ دینی مرکز،یہ رشد وہدایت کا مقام،یہ ویرانہ دل کو آباد کرنے کی جگہ،یہ تزکیۂ نفس کیلئے مثالی خانقاہ ہے۔یوں محسوس ہوتا تھا کہ خانقاہ کا ذرہ ذرہ صبح وشام حمد وثنا کرتا رہتا ہے،یوں تو کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے،موجودات کا ہر ذرہ اپنے خالقِ حقیقی کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے اور اس کے قادر مطلق ہونے کا اعلان کرتا رہتا ہے مگر خانقاہ سراجیہ میں یہ احساس متشکل ہوکر سامنے آتا ہے جب علائق دنیا کی گرد دامن دل سے جھڑ جاتی ہے تو ذہن روحانیت کے اثرات قبول کرنے،انہیں اپنے اندر جذب کرنے اور پاکیزہ ماحول کے اکتساب فیض کرنے کا اہل ہوجاتا ہے۔یہ روحانی فضا،یہ پاکیزہ ماحول ازخود پیدا نہیں ہوجاتا اس کے لئے ایک خدارسیدہ بزرگ کے مقدس وجود کا ہونا ضروری ہے۔حضرت خواجہ صاحبؒ کی ذات بابرکت نے اس فضا،اس ماحول کو پرکشش بنادیا ہے۔ سینکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے لوگ اس مرکز رشد وہدایت،اس مصدر فیوض وبرکات

کی کشش محسوس کرتے ہیں۔ کشش اینٹ پتھر سے تعمیر شدہ عمارت کی کشش نہیں یہ کشش دنیوی نوادرات اور عجائبات کی کشش نہیں، یہ تو ایک وجود گرامی، ایک فقیر خدا مست، ایک درویشِ حق آگاہ، ایک مردِ کامل اور ایک برگزیدہ ہستی کی کشش ہے، جس کی صحبت میں تپتے ہوئے دلوں کو راحت اور مضطرب روحوں کو آسودگی میسر آتی ہے۔

حضرت کی زیارت کے لئے دل بیتاب تھا، ایک ایک لمحہ اشتیاقِ زیارت زیادہ کر رہا تھا نظر سوئے در لگی کہ کب وہ رخِ انور نظر آئے۔ جس کی زیارت کیلئے آنکھیں ترستی ہیں آخر نماز مغرب کا وقت ہوا۔ حضرت اپنی قیام گاہ سے تشریف لائے حضرت مختصری پگڑی باندھے ہوئے تھے، کندھوں پر رومال، تہبند اور لمبا کرتہ لباس تھا حضرت نے متبسم لبوں سے سب کی طرف دیکھا، دل کی کلی کھل اٹھی، سب کو انتظار کا صلہ مل گیا، حضرت مسجد میں داخل ہوئے میں نے بڑھ کر مصافحہ کیا، حضرت نے گلے لگالیا، آرزو کی تپش دل کی ٹھنڈک سے ہم کنار ہوئی۔

حضرت نماز ادا کر کے اپنے حجرے کے باہر تشریف فرما ہوئے گرمی کا موسم تھا ہلکی پھلکی ہوا تپتے ہوئے جسموں کو راحت پہنچا رہی تھی، کھلی فضا میں گرمی کا احساس تک نہیں تھا۔ حضرت کے ارد گرد دور سے آئے ہوئے مریدین اور معتقدین کا حلقہ تھا، وہی خاموشی وہی دلنشین سکوت تھا جس کا اس مضمون کے آغاز میں ذکر کر چکا ہوں اکتسابِ فیض ہو رہا تھا۔ حضرت نے مجھ سے نعت سنانے کی فرمائش کی۔ حضرت کی آواز پر حاضرین نے یوں سر اٹھایا جیسے کسی مقدس سفر سے لوٹے ہوں۔ حضرت نے نعت سنی، میرے دامن میں سعادتوں کے خزانے سمٹ آئے یہ میرے لئے انتہائی

اعزاز کی بات تھی کہ اہلِ دل حضرات کے حلقے میں ایک خدا رسیدہ بزرگ کی موجودگی میں بارگاہِ رسالت میں اپنا نذرانہ، اپنا ہدیۂ نعت پیش کروں۔ یہ بابرکت مجلس نماز عشاء تک جاری رہی۔ حضرت نے چند جملے ارشاد فرمائے، پھر مراقبے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی، اس مجلس کا اختتام اذان کی آواز پر ہوا۔

نماز عشاء کے بعد مختصر سی نشست رہی، خادم خاص نے سرمہ دانی پیش کیا، حضرت نے سنت مطہرہ کے مطابق آنکھوں میں سرمہ ڈالا، کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے، حضرت کی توجہ دلوں پر تھی، ہر زائر دامن دل میں یہ دولت سمیٹ رہا ہے، کچھ دیر مراقبے کی سی کیفیت رہی۔ اس توجہ کی برکت سے کچھ زائرین آبدیدہ ہو گئے معلوم ہوتا تھا فردِ عمل دھل رہی ہے۔ حضرت زائرین میں خصوصی توجہ کی دولت بانٹ کر گھر تشریف لے گئے۔

کچھ دیر کے بعد خادم کھانے کی طشتریاں اٹھائے ہوئے آ گئے، دسترخوان بچھا دیا گیا۔ قرینے سے کھانا چنا گیا۔ نہایت خاموشی سے زائرین شریکِ طعام ہو گئے۔ خدام خدمت کے لئے کھڑے رہے۔ دسترخوان لپیٹ لیا گیا چند بزرگ مسجد میں ذکر اللہ میں مصروف ہو گئے۔ خدام نے چارپائیاں باہر نکالیں، صاف ستھرے بستر لگا دیئے۔ چاندرات اپنی تمام رعنائیوں، جلوہ سامانیوں کے ساتھ طلوع ہوئی۔ خانقاہ چادرِ نور میں لپٹ گئی۔

معلوم ہو رہا تھا بارانِ نور ہو رہی ہے، جسموں کو راحت نصیب ہوئی۔ اس دودھیا رات میں مسجد کا حسن اور بھی نکھر گیا۔ گنبد و محراب جمال کا آئینہ بن گئے۔ ایسا خوشنما منظر تھا کہ دیدہ و دل سیراب ہو رہے تھے۔ (لولاک نمبر: ص ۲۰۴۔۲۰۷)

وقت کا قطب :

مدت ہوئی سالانہ ختم نبوت کانفرنس، مسلم کالونی، چناب نگر، مسجد کے ممبر پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی نوراللہ مرقدہٗ تشریف فرما تھے۔ حضرت شیخ المشائخ خواجہ خان محمد صاحب تشریف لائے تو اہل مجلس احتراماً کھڑے ہوگئے آپ آتے ہی صف میں بیٹھ گئے، حضرت لدھیانوی نے فرمایا حضرت! آپ نیچے تشریف فرما ہوگئے ہیں اور میں اوپر بیٹھا ہوں یہ بے ادبی ہے، حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، اس کے بعد حضرت لدھیانوی نے وعظ میں بہت سے قیمتی ارشادات فرمائے جن میں یہ بھی فرمایا :

"ہمارے یہاں صدارت وامارت کا انتخاب مجلس شوریٰ کے ذریعہ ہوتا ہے ہم نے آج تک کسی امیر کو معزول نہیں کیا، نہ ہی کسی کو علیحدہ کرنے کی سوجھی، نہ ہم اس کے قائل ہیں، ہمیشہ امیر کے وصال پر نیا امیر منتخب کیا جاتا رہا، امیر مجلس وقت کا قطب ہوتا ہے، کام کرنے والوں سے التماس ہے کہ اطاعتِ امیر کا خاص خیال رکھا جائے"۔

(لولاک نمبر: ص ۲۲۷)

حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں :

حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی رقم طراز ہیں کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد نے فرمایا :

"ایک مرتبہ قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اپنے

خلیفہ حضرت حافظ عبدالحکیم کے ہاں کلور کوٹ تشریف لائے تو میں بھی زیارت وملاقات کیلئے حاضر ہوا، اس وقت حضرت رائے پوریؒ حاضرین سمیت قالین پر تشریف فرما تھے، مجھے دیکھتے ہی انتظامیہ کو چارپائی لانے کا فرمایا، جب حسب الارشاد چارپائی لاکر بچھائی گئی تو آپ نے مجھے چارپائی پر بیٹھنے کا حکم فرمایا، میں حضرت رائے پوری کی موجودگی میں چارپائی پر بیٹھنا مناسب خیال نہیں کررہا تھا تو آپ نے ارشادفرمایا کہ آپ کا حق بنتا ہے، بالآخر ''الأمر فوق الأدب'' کے تحت تعمیلِ ارشاد میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ یہ واقعہ سناتے ہوئے حضرت والا کی آواز بھرا گئی اور آبدیدہ ہوگئے''۔

باکمال آدمی :

حضرت مولانا غلام حبیب چکوال نقشبندی سلسلے کے معروف بزرگ گزرے ہیں، مولانا محمد اقبال خان مرتب ''تحفۂ نقشبندیہ'' راوی ہیں کہ :

''مجھے مخاطب کر کے حضرت مولانا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ میرے مہربان ہیں، میں حضرت خواجہ صاحب کی صدارت میں چنیوٹ ختم نبوت کانفرنس میں درس دے آیا ہوں اور ہم کئی دن اکٹھے رہے ہیں، حضرت خواجہ صاحبؒ آدمی تو باکمال ہیں لیکن ان پر سکوت کا غلبہ ہے''۔

حضرت خواجہ صاحبؒ اور حضرت امیرِ شریعتؒ :

جانشین امیرِ شریعت سید ابوذر بخاریؒ بیان فرماتے ہیں کہ :

''جب حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو مریدین وخدام کا پریشان ہونا تو طبعی امر تھا، مگر اہلِ دل کو اس صدمے نے ہلا کر رکھ دیا تھا، ہمارے گھر اماں جی سیدہ ام الاحرار صاحبہ حضرت ثانی سے بیعت تھیں، اس لئے ہمارا گھر افسردہ تھا اور حضرت امیر شریعت بھی اس صدمے سے چور تھے۔ میں نے پوچھا: اباجی موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کیسے انسان ہیں؟ تو شاہ جی نے فرمایا: وہ عظیم شان کے بزرگ ہیں، اگر ان سے کسی کو فائدہ نہ ہوا تو نقصان بھی نہ ہوگا۔ میں نے کہا اباجی! یہ کوئی چھوٹی بات تو نہیں، فائدہ نہ ہو تو نقصان بھی نہ ہو''۔

حضرت خواجہ صاحبؒ اور حضرت دین پوریؒ :

رانا مبارک علی مرحوم' جو حضرت خواجہ صاحبؒ کے خادم تھے نے سنایا کہ:

عارف باللہ حضرت مولانا میاں عبدالہادی دین پوری سخت بیمار ہوئے اور بغرض علاج نشتر ہسپتال ملتان تشریف لے آئے جب یہ خبر خانقاہِ سراجیہ پہنچی تو حضرت اقدس نے مجھے حضرت دین پوریؒ کی خدمت میں جانے کا حکم فرمایا کہ میری طرف سے تیمارداری کرو، اور سلام پہنچاؤ، جب میں نشتر ہسپتال پہنچا تو حضرت دین پوریؒ کے خدام کا رش تھا، اپنی باری پر جب خانقاہ سراجیہ سے حاضری کا ذکر کیا اور حضرت

خواجہ صاحب کا سلام پیش کیا تو حضرت دین پوری پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ جب طبیعت سنبھلی تو فرمایا کہ آگے آجاؤ! آپ اپنے سر کا کپڑا لے کر میرے پاؤں پر رکھنے کیلئے جھکنے لگے تو میں دیوار سے جالگا پھر فرمایا کہ: آگے آجاؤ! تو کھڑے کھڑے ہاتھ باندھ کر عرض کیا: حضور! ارشاد فرمایئے! آپ پر گریہ طاری تھا، حاضرین دم بخود تھے، فرمایا کہ :

"اپنے سر کا کپڑا فقیر کی طرف سے حضرت خواجہ صاحبؒ کے قدموں پر رکھ کر دعا کی درخواست کرنا کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر فرمائے اور فقیر کو بغیر حساب لئے جنت میں داخل فرمادے۔ اگر اللہ تعالیٰ حساب لینے پر آئے تو کوئی نہیں بچ سکتا"۔

جب خانقاہِ سراجیہ پہنچ کر حضرت دین پوری کا پیغام حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں پہنچایا تو آپ فوراً نشست گاہ سے اٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ :

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ جامعہ خیر المدارس جالندھر اور ملتان کے بانی ہزاروں علمائے کرام کے استاد تھے۔ نشتر ہسپتال میں آپ کا آپریشن ہوا، اور خون لگانا تجویز کیا گیا تو حضرت مولانا خون لگوانے سے انکاری تھے، حضرت خواجہ صاحب عیادت کے لئے تشریف لائے اور کیفیات سنیں تو فرمایا کہ آپریشن بھی ہونا چاہیے اور خون بھی لگنا چاہیے، کیونکہ اضطراری حالت میں جائز ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا آپریشن ہوگیا اور آپ ہوش میں آگئے تو سب سے پہلے سوال کیا کہ خون تو نہیں لگایا؟ تو ڈاکٹروں نے دبے الفاظ میں لگانے کا بتلایا، تو

حضرت جالندھریؒ کی طبیعت پر ناگوار گزرا اور انہوں نے حضرت خواجہ صاحبؒ کا بتلایا تو حضرت کا نام سنتے ہی خاموش ہو گئے۔

حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی نظر میں :

امام اہلِ سنت مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے ایک مرتبہ سیالکوٹ میں اثنائے گفتگو فرمایا کہ: ''حضرت خواجہ صاحبؒ عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں، مگر بزرگی میں وزنی پہاڑ ہیں''۔

حضرت سید نفیس الحسینیؒ کی نظر میں :

حضرت سید نفیس الحسینیؒ کی خدمت میں بارہا درخواست کی گئی کہ وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی نائب امارت قبول فرمالیں تو انکار فرماتے، لیکن ایک مجلس میں فرمایا کہ سنا ہے کہ مجھے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے حکم پر نائب امیر بنایا گیا تو فرمایا کہ اب انکار کی گنجائش نہیں۔

خاموش شیخ :

حضرت خواجہ صاحبؒ کی نگاہ مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی ہر قسم کے حالات پر رہتی، اجتماعات سے خطاب آپ کا معمول نہ تھا، البتہ اختتامی دعا سادگی سے فرماتے، انفرادی زندگی میں بات کرنے کے بجائے سننے کو ترجیح دیتے تھے۔ لوگ آپ کو خاموش شیخ کے نام سے یاد کرتے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ فرمایا کرتے: بزرگوں نے ختم نبوت کی ڈیوٹی لگادی ہے ورنہ جی چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر خانقاہی ذمہ داری میں مصروف رہوں۔

ذوقِ عبادت کا نشہ :

محمد طفیل اویسی جنڈ والہ لکھتے ہیں :

''میرے والد گرامی محمد یٰسین نقشبندی مجددی شروع سے حضرت اقدس کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کر چکے تھے اور والد محترم کو اس نسبت پر فخر ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ جس کے مرشد کو دنیا اور اہلِ دل شہنشاہِ طریقت مانتے ہوں تو پھر اس نسبت پر رشک کرنا ایک فطری امر محسوس ہوتا ہے: ...... ع

رہے تمہاری نسبت میرا تو بس اِک آسرا یہی ہے

بندۂ ناچیز اس وقت ایف۔اے کا طالب علم تھا ایک دن جب میں کالج جانے والا ہی تھا میرے والد (محمد یٰسین) نے کہا کہ آج ہمارے پیر ومرشد خواجہ خان محمد صاحب تشریف لا رہے ہیں اور تم بھی زیارت کرنا اور اس وقت مجھے خود معلوم نہیں تھا کہ پیر ومرشد کیا ہوتا ہے؟ میں نے کہہ دیا کہ ٹھیک ہے۔ جب میں ظہر کی نماز کے بعد مقررہ مدرسہ میں گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت اندر کمرے میں تشریف فرما ہیں، لوگ آرہے ہیں اور حضرت کی زیارت کرر ہے ہیں اس وقت میں ان معاملات سے بے خبر اور لاعلم تھا، پھر میرے والد صاحب نے کہا کہ تم بھی اندر کمرے میں چلے جاؤ، حضرت اب بیعت کرنے والے ہیں تم بھی بیعت ہو جاؤ، میں اندر کمرے میں داخل ہو گیا۔ جب میں نے پہلی مرتبہ حضرت کو دیکھا تو اس وقت دل نے خود گواہی دے دی کہ آج کوئی ولی اگر دنیا میں ہے تو وہ حضرت خواجہ خان محمدؒ صاحب کا وجودِ مسعود ہی ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: ولی وہ ہے جس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔ اس

کے بعد حضرت نے بیعت کے کلمات پڑھائے اور اس وقت مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے یہ شخصیت کوئی بشر نہیں بلکہ کوئی فرشتہ بیٹھا ہوا ہے، یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو وہ ہستی ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت نے دعا کے لئے دست مبارک بلند کئے۔ بیعت کے کلمات پڑھنے کے بعد میرے اندر ایسا نشہ پیدا ہوا کہ دل خود بخود عبادت کی طرف گامزن ہو گیا، اور پھر وقوفِ قلبی کی طرف توجہ رہنے لگی اور دل چاہتا کہ ابھی اذان ہو جائے اور مسجد میں چلا جاؤں اور اپنے اللہ کے سامنے سر بسجود رہوں، اور کوئی مجھے کچھ نہ کہے، جو کیفیات ان دنوں تھیں وہ الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں کیونکہ یہ تو وہ پاکیزہ نشہ تھا جو کہ چشمہ طریقت سے پلانے والے نے پلا دیا تھا، اس کا مزہ پینے والا جانے یا پھر ساقی مے خانہ جانے، جبکہ یہاں پینے والا کچھ بھی نہیں جانتا، کیونکہ بندۂ ناچیز کا علم و عمل تو نہ ہونے کے برابر ہے۔

ان کی محفل میں بیٹھ کے دیکھ :

اس کے بعد مجھے اولیاء کرام کے حالات و واقعات پڑھنے کا ذوق و شوق پیدا ہو گیا اور میں جو بھی کتاب کسی بزرگ کے بارے میں لکھی ہوئی دیکھتا اسے خرید لیتا اور مطالعہ کرتا بندۂ ناچیز نے اپنے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے کامل شجرۂ شریف پر مشتمل کتاب ''خاندان اولیائے نقشبندیہ مجددیہ'' خانقاہ سراجیہ سے خرید لی۔ اور مطالعہ کیا، اس کے علاوہ نفحات الانس، تذکرۃ الاولیاء، رومی کا نظریہ عشق، کشف المحجوب، مثنوی رومی، ایضاح الطریقہ جیسی معتبر کتب کا مطالعہ کیا تو جہاں بھی حضرت اویس قرنی کا ذکر آتا تو دل میں کچھ جذباتی کیفیات پیدا ہو جاتی تھیں اور پھر یہ نام ''اویس'' مجھے اچھا

لگنے لگا اور میں نے اسے اپنے نام کا حصہ بنالیا۔

اس کے بعد ایک اور مرتبہ حضرت ہمارے شہر (جنڈانوالہ) میں تشریف لائے تھے اور ہم اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ بندے کے سامنے دوزانو بیٹھے تھے اور اس مجلس کی جو کیفیات تھیں وہی جان سکتا ہے جو حضرت کی مجلس میں کبھی بیٹھا ہو:

ان کی محفل میں بیٹھ کے دیکھو زندگی کتنی حسین ہوتی ہے

یک زمانہ صحبتِ بااولیاء بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

صحبتِ شیخ کے اثرات کا احساس :

حضرت کی مجلس میں بیٹھنے سے اس کا ادراک عملی طور پر ہوتا تھا۔ بندۂ ناچیز جب پہلی مرتبہ والد محترم کے ساتھ خانقاہ سراجیہ گیا اور جب ہم حضرت کے انتظار میں برآمدے میں کھڑے تھے۔ حضرت سامنے آئے تو سب لوگ کھڑے ہوگئے، بندۂ ناچیز حضرت کے قریب آیا میں نے فرطِ جذبات میں حضرت کے دست مبارک کو بوسہ دیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے قلب پر بھی کسی نے ہاتھ رکھ دیا ہو جس کا احساس مجھے آج تک ہے اس کے بعد یہ حالت کبھی بھی کسی سے ملتے ہوئے محسوس نہیں ہوئی۔

فیض کا خزانہ لٹاتے رہے :

جب بھی کوئی خانقاہ سراجیہ کی حدود میں داخل ہوجاتا تھا، اس کے لطائف باطنیہ جاری ہوجاتے تھے، کیونکہ حضرت خواجہ صاحب سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سالارِ اعظم تھے اور اس کے علاوہ حضرت خواجہ صاحب کی مجلس میں مکمل خاموشی ہوتی تھی اور اس خاموشی سے حضرت باقی باللہ کی مجلس کا نظارہ سامنے آجاتا ہے۔ ایک مرتبہ

ایک عقیدت مند نے حضرت باقی باللہ سے عرض کیا: حضرت! کوئی نصیحت فرمائیں تا کہ باقی لوگوں کو فائدہ ہو، تو حضرت باقی باللہ نے فرمایا کہ جس نے ہماری خاموشی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، وہ ہمارے کلام ونصیحت سے بھی فائدہ نہیں اٹھاسکتا۔ اور حضرت کے محافل میں بھی یہی کیفیات ہوتی تھیں کہ بس حضرت ایسے ہی بیٹھے رہیں اور سب حضرت کے گرد پروانہ وار بیٹھے رہیں اور حضرت یونہی بیٹھے بیٹھے فیض کا خزینہ لٹاتے رہیں۔ حضرت کو بہت کم گفتگو کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے، کم گو تھے، اور مختصر جواب عنایت فرماتے۔ اس کے علاوہ حضرت کی مجلس میں چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اویسی سلسلہ کے وابستگان تشریف لاتے تھے اور اس روحانی مجلس سے فیض اٹھاتے تھے۔

مقام خواجہ :

ایک مرتبہ والد محترم محمد یٰسین نقشبندی کو پیر سید نصیر الدین شاہ صاحب جو کہ گولڑہ شریف کے گدی نشین اور اپنے وقت کے امام وقت تھے، خواب میں ان کی زیارت ہوئی تو پیر سید نصیر الدین شاہ صاحب نے فرمایا کہ: ''تمہارے مرشد حضرت خواجہ خواجگان خان محمد صاحب اس وقت ولایت کے انتہائی بلند مقام پر فائز ہیں''۔

اس کے علاوہ بھی پیر سید نصیر الدین شاہ صاحب حضرت سے انتہائی محبت وعقیدت رکھتے تھے، جبکہ خانقاہ سراجیہ سے کوئی صاحبزادہ ختم نبوت کے کسی اہم کام کیلئے پیر سید نصیر الدین کے پاس جاتا تو وہ ہمیشہ حضرت کے بارے میں ہی پوچھتے رہتے تھے اور دعاؤں کی درخواست کیا کرتے تھے اس سے بھی حضرت کے روحانی مقام ومرتبہ کا علم ہوتا ہے کہ ایک سید اور پیر مہر علی شاہ کے دربار کے اپنے وقت کا پیر طریقت بھی حضرتؒ کا اتنا ادب واحترام کرتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت

کے مقام و مرتبہ کو کوئی کامل پیر طریقت ہی سمجھ سکتا تھا ....

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اس کے علاوہ پیر سید انور شاہ گیلانی گدی نشین سدرہ شریف والے وہ بھی حضرت کا بڑی عقیدت ومحبت سے ذکر کرتے ہیں اور اکثر حضرت کی صحت یابی کے لئے دعا کرتے تھے اور اپنے سالانہ اجتماع کے موقع پر بھی اختتامیہ دعا میں حضرت کے بارے میں دعائے خیر کی دعا کرتے نظر آتے۔ (لولاک نمبر: ص ۴۷۰)

شیخ اپنے مریدوں میں :

حضرت مولانا عبدالرحیم مدرس خانقاہ سراجیہ اپنے چشم دید مناظر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

''حضرت شیخ ناشتہ کرنے کے بعد ۸، ۹ بجے تک اپنے کمرے میں تشریف لے آتے، متوسلین وزائرین کا جمِ غفیر پہلے ہی سے موجود ہوتا تھا، اس وقت حضرت جہاں مریدین کی طرف سے آئے ہوئے خطوط کے جوابات لکھ رہے ہیں تو وہاں حاضرین کی معروضات بھی سنتے تھے، پھر کمال یہ کہ مجلس میں مختلف المزاج لوگ تشریف رکھتے تھے، ان میں جہاں سالکین بیٹھے ہوئے ہیں جو اپنے روحانی سفر کو طے کر رہے ہیں اور شیخ کے پاس ان کے اسباق جاری ہیں یہ اپنی معروضات پیش کر رہے ہیں، مریض اپنے مرض کا رونا رو رہا ہے، دم کروانے والے اپنے تیل، چینی اور پانی دم کروا رہے ہیں، گھریلو

پریشانیوں والے اپنا دُکھڑا سنا رہے ہیں، نوکریوں کے خواہش مند اپنی نوکریوں کے لئے دعائیں کروا رہے ہیں، دنیاوی ڈگریاں حاصل کرنے والے اپنے مقصد کے لئے دعا کروا رہے ہیں اور ادھر ایک حضرت ہیں جو سب کی گزارشات سن کر دعائیں دے رہے ہیں اور دلوں کو جیت رہے ہیں لیکن مجال ہے کہ رخِ دِلربا پر ملال کے آثار ظاہر ہوں، بلا مبالغہ کہا گیا ہے کہ حضرت ایک سمندر ہیں جو اپنے اندر موافق ومخالف، رطب ویابس، ترش وشیرین کو سمیٹے ہوئے ہے، زیارت کے لئے تشریف لانے والے مختلف حضرات کا بیان ہے کہ حضرت کے رخ دلربا میں اور آپ کی زیارت میں اتنی برکتیں ہیں کہ صرف زیارت سے ہی پریشانیاں دور ہوگئی ہیں، سینکڑوں میلوں کی تھکاوٹیں کافور ہوگئیں ہیں۔ ایک مرتبہ استاد محترم جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا شبیر الحق کشمیری دامت برکاتہم استاد الحدیث خیر المدارس ملتان تشریف لائے، سارے دن کا سفر کئے ہوئے تھکے ماندے جب حضرت کی زیارت کر چکے تو فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت کی زیارت کر چکا تو طبیعت پرسکون ہوگئی اور سب تھکاوٹیں ختم ہوگئیں۔

باایں ہمہ حضرت والا اپنی مجالس میں خاموش رہتے بلکہ مراقبے کی حالت میں رہتے، ایک مرتبہ ایک آدمی نے مجلس میں کچھ اپنے واردات کو بیان کرنا شروع کردیا جن سے خودستائی ٹپکتی تھی حضرت نے فرمایا: ''بھائی! اپنے جذبات کو جذب کرو'' اور

پھر خاموش ہو گئے۔(لولاک نمبر:ص۴۷۹)

ولی را ولی می شناسد :

حضرت مولانا شعیب فردوس لکھتے ہیں :

''۲۰۰۱ء میں ہم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں درجہ سابعہ (موقوف علیہ) کے طالب علم تھے،ایک دن صبح حسبِ معمول اسباق میں مشغول تھے،اعلان ہوا کہ تمام طلبہ مسجد میں جمع ہو جائیں،عالمی مجلس ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ صاحب تشریف لانے والے ہیں۔کچھ ہی دیر میں حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ طلبہ کرام سے مخاطب ہوئے کہ:''آج جو بزرگ آپ کے سامنے تشریف لانے والے ہیں اگر ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ یہ اس وقت کے''قطب'' ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ آپ بہت فخریہ انداز میں کہا کریں گے کہ ہم نے حضرت خواجہ خان محمد کی زیارت کی ہے''۔

کسی نے بجا فرمایا ہے کہ''ولی را ولی می شناسد''یعنی اللہ والے کو اللہ والا ہی پہچان سکتا ہے آج جبکہ دونوں بزرگ اس دنیائے فانی سے کوچ کر کے راہیِ خلد بریں ہو چکے ہیں تو یہ احساس ہوتا ہے کہ ایک بزرگ نے دوسرے بزرگ کے بارے میں جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں وہ واقعتاً مبنی برحق تھیں۔(لولاک نمبر:ص۷۲۵)

مجذوب فقیر کی گواہی :

حکیم محمد اسلم ساکن گوجرہ راوی ہیں کہ ایک دن مغرب کے بعد ایک مجذوب

فقیر نے اللہ کے نام پر صرف ایک روٹی کی صدا لگائی اور کہنے لگا مجھے صرف ایک روٹی کی بھوک ہے میں نے جب اس کو قریب سے دیکھا تو جی میں آیا کہ اس کی خدمت کرنا چاہیے میں نے جیب سے دس روپے نکال کر اسے دینا چاہے تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ بولا صرف ایک روٹی چاہیے۔ میں نے گھر لے جا کر سلیقہ سے بیٹھک میں بٹھا کر کھانا پیش کیا، کھانا کھا کر جاتے ہوئے مجھے وہ فقیر کہنے لگا حکیم صاحب! حضرت خواجہ خان محمدؒ کا در نہ چھوڑو وہ بڑے پہنچے ہوئے کامل فقیر ہیں۔

نقشبندی طریقہ میں قلب پر توجہ :

مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ رقم طراز ہیں :

> ”عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک تبلیغی لمبے دورے پر حضرت خواجہ صاحب بیر شریف پیر طریقت حضرت مولانا عبدالکریم قریشی سے ملنے کیلئے تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ حافظ محمد عابد صاحب فقیر راقم اور مولانا جمال اللہ الحسینی اور دوسرے رفقاء بھی ہمراہ تھے۔ دونوں اکابر گھنٹوں ایک دوسرے کے سامنے دوزانو بیٹھے رہے، مختلف موضوعات پر گفتگو رہی دونوں بزرگوں کے خدام بھی مجلس میں موجود، خاموشی یعنی مراقبے کی کیفیت بھی مجلس پر گاہے بگاہے طاری رہتی، پھر گفتگو، کھانا، چائے، دعا، خاصا وقت حضرت خواجہ صاحب حضرت بیر شریف کے ساتھ رہے جب اجازت چاہی تو حضرت بیر شریف والوں نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور علیحدگی میں تشریف لے

جا کر دروازہ بند کردیا، دونوں بزرگوں کے رفقاء باہر انتظار میں کھڑے رہے، تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا، باہر تشریف لائے، الوداعی معانقہ مصافحہ ہوا اور حضرت خواجہ صاحب قبلہ اگلے سفر پر روانہ ہوگئے۔ غالبًا حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عابد کے کہنے پر مولانا جمال اللہ صاحب نے حضرت خواجہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت پیر شریف والے آپ کو علیحدہ لے گئے کسی خاص امر پر مشاورت تھی؟ پہلے تو حضرت خواجہ صاحب نے خاموشی اختیار کی، مولانا جمال اللہ کے اصرار پر فرمایا کہ حضرت پیر شریف والوں کی محبت ہے مجھے بٹھایا، خود میرے سامنے دراز ہوئے قلب مبارک سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا کہ نقشبندی طریقے پر میرے قلب کو توجہ دے دیں میں نے حکم کی تعمیل کی، انہوں نے اظہارِ محبت فرمایا اور باہر آ گئے۔ اس سے حضرت پیر شریف والوں کی قدر دانی کہ وہ خود پیرِ طریقت اور شیخ وقت تھے لیکن حضرت خواجہ صاحب کو اس وقت مجددی نقشبندی سلسلے کا امام یقین فرماتے ہوئے کسبِ فیض کیلئے عرض کی۔ حضرت پیر والوں کی بے نفسی اور حضرت خواجہ صاحب کا مقام ان دونوں کو ایک اس واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔

گھر سے حضرت خواجہ صاحب کی ملاقات کے لیے چلا تھا :

لیجئے! لگے ہاتھوں ایک اور واقعہ بھی ہو جائے کہ ایک بار حضرت پیر شریف والوں نے حضرت خواجہ سے ملاقات کیلئے سندھ سے سفر کیا،

خانقاہ سراجیہ تشریف لائے۔ چناب نگر ختم نبوت کانفرنس کے شروع ہونے سے ایک دن قبل حضرت خواجہ صاحب چناب نگر تشریف لائے۔ یاد رہے کہ حضرت خواجہ صاحب اپنی صحت کے زمانے میں چناب نگر ختم نبوت کانفرنس کے شروع ہونے سے ایک دن قبل تشریف لاتے، کانفرنس کے اختتام کے بعد مزید بھی ایک رات قیام فرماتے۔ یہ تقریباً آپ کا معمول تھا، اب خانقاہ سراجیہ سے حضرت بیر شریف والوں کو پتہ چلا کہ حضرت خواجہ چناب نگر تشریف لے گئے ہیں تو خانقاہ شریف سے چناب نگر صبح آٹھ، نو بجے تشریف لائے، ہم خدام کی عید ہوگئی، گھنٹہ بھر حضرت خواجہ صاحب سے ملاقات رہی اور اجازت چاہی، حضرت خواجہ صاحب نے اجازت دے دی۔ حضرت بیر شریف والوں کو جاتا دیکھ کر ہم خدام دوڑے کہ حضرت! کانفرنس چند ساعتوں میں شروع ہونے والی ہے آپ افتتاحی بیان فرمادیں، حضرت بیر شریف والے مسکرائے اور فرمایا کہ کانفرنس میں شرکت ہوگئی، گھر سے صرف حضرت خواجہ صاحب کی ملاقات کے لئے چلا تھا اس سفر میں حضرت خواجہ صاحب کی ملاقات کے علاوہ اور کسی مصروفیت کی آمیزش پر دل نہیں مانتا۔ ہم دل مسوس کر رہ گئے۔ حضرت خواجہ صاحب بھی مسکرادیئے اور حضرت بیر شریف والے چل دیئے۔ سچ ہے کہ بڑوں کی باتیں بڑے ہی جانتے ہیں، ہم چھوٹوں کو دخل دینا دخل در معقولات نہیں

بلکہ سوئے ادب کے زمرے میں آتا ہے۔(لولاک نمبر:ص۱۱۹)

مولوی خان محمد تو ہمارے خاص آدمی ہیں :

ایک بار حافظ القرآن والحدیث مردِ قلندر حضرت مولانا محمد عبید اللہ درخواستیؒ اور حضرت خواجہ خان محمدؒ لاہور میں تشریف فرما تھے۔ حضرت درخواستی نے کسی چغل خور کے کہنے پر حضرت خواجہ صاحب سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ مجلس کے کچھ دیر بعد حضرت خواجہ صاحب اجازت لے کر واپس اپنی قیام گاہ چلے آئے، صبح نماز فجر سے قبل فون آیا کہ مردِ قلندر حضرت درخواستی فرما رہے ہیں کہ خواجہ صاحب سے کہیں ناشتہ میرے ساتھ کریں۔ حضرت خواجہ صاحب نماز فجر کے بعد پہنچے تو حضرت درخواستی نے اپنی رات والی ناراضگی پر معذرت چاہی اور اس ضمن میں فرمایا۔ رات رسالت مآب ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عبد اللہ! رات تم نے زیادتی کی ہے، معذرت کرو، مولوی خان محمد تو ہمارے خاص آدمی ہیں۔(شیخ المشائخ نمبر:ص۲۱۷)

دو بزرگ ہستیاں :

شیخ محمد اکرم نے شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد علی کاندھلویؒ سے درخواست کی کہ ہمیں اپنا مرید بنا لیجئے۔ حضرت کاندھلوی نے فرمایا ارے میں تو پیری مریدی کے ابجد کو بھی نہ جانوں کہ وہ کیا ہے؟ بار بار کے اصرار پر فرمایا لو آج آپ کو بتائے دیتا ہوں اگر تو صرف نسبت چاہتے ہو تو جس سے جی چاہے بیعت ہو جایئے گا اگر احسان وسلوک سیکھنا چاہتے ہو تو میری نظروں میں صرف دو بزرگ ہستیاں ہیں، سلسلہ چشتیہ میں حضرت ڈاکٹر عبدالحی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت خواجہ خان محمد

صاحب۔جس سے جی چاہے بیعت کا شرف حاصل کرلو۔(شیخ المشائخ نمبر:ص ۵۶۸)

حضرت خواجہ خان محمد کے خلفاء کے اسمائے گرامی :

1...... حضرت حاجی عبدالرشید صاحب رحیم یار خان

2 ...... حضرت مولانا نذر الرحمٰن رائے ونڈ

3 ...... حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب لورالائی بلوچستان

4 ...... حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ٹیکسلا

5 ...... حضرت مولانا گل حبیب صاحب لورالائی بلوچستان

6 ...... حضرت حافظ احمد سعید بھکر

7 ...... حضرت مولانا محبوب الٰہی بیڈن روڈ لاہور

8 ...... حضرت ماسٹر شادی خان گوجرانوالہ

9 ...... حضرت مولانا احمد دین بمقام دادڑا کلاں ضلع ساہیوال

10 ...... حضرت مولانا غلام محمد جھنگ

11 ..... حضرت حافظ قطب الدین ساہیوال

12 ...... حضرت مولانا غلام علی خالق آباد ضلع خوشاب

13 ...... حضرت مولانا احمد رضا بجنوری انڈیا

14 ...... حضرت مولانا مفتی احمد سعید ابن حضرت مدنی مفتی محمد شفیع سرگودھا

15 ...... حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ ابن مولانا انور شاہ کشمیریؒ

16 ...... حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ

حضرت خواجہ خان محمد صاحب نے ٹوٹی چٹائی پر بیٹھ کر جو کام کیا وہ تخت وکرسی

والے بھی انجام نہ دے پائے آپ کی زندگی آرام وآسائش عافیت اوراطمینان کی نہیں بلکہ جدو جہد اور کشمکش کی زندگی تھی نامساعد فضا، ناسازگار ماحول نامانوس آب وہوا اورناخوشگوار حالات میں دینی وملی فرائض کی انجام دہی آپ ہی کا کام تھا۔حضرت خواجہ صاحب کی تبلیغی واصلاحی کوششوں کا کوئی احاطہ نہیں، نہ جانے ان کی مبارک آنکھوں میں وہ کون سی مقناطیسیت بھری تھی کہ جس جانب اٹھتیں لوگ گرویدہ ہوجاتے۔جنہوں نے ایک باران کی حلاوت گفتار کا مزہ چکھا زندگی بھران کوشہد کی مٹھاس یاد نہ آئی۔ ہزاروں نغموں اور ترانوں میں وہ سرور کہاں جوان کے بے تکلف الفاظ میں ہوتا ہزاروں کتابیں وہ کچھ نہ کر پائیں جوان کے ایک لمحے نے کر دکھایا کئی ہزار افراد ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے جن میں اکثریت علماء، قراء، خطباء، مدرسین اور تعلیم یافتہ افراد کی ہے............

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مردخلیق

حقیقت یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے سختی اور نرمی، سردی اور گرمی میں جس جان سوزی کے ساتھ لوگوں کی تعلیم وتربیت، اصلاح عقائد، تزکیۂ قلب ونفس کا اہتمام کیا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مبارک زندگی ایک پکار مسلسل تھی............

نہ پوچھو ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہے تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

حضرت خواجہ صاحب پیروں اور بزرگوں کی اس جنس سے تعلق نہیں رکھتے

تھے جن کے بارے میں عوام کا خیال ہے کہ وہ خلاف فطرت زندگی گزارتے ہیں عوام سے لاتعلق رہتے ہیں، ذوقِ لطیف سے عاری ہوتے ہیں، اپنی ذات میں مگن ہوتے ہیں اورانہیں دنیا ومافیہا سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، تلاش کرنے والوں کو حضرت خواجہ صاحب کی سوانح میں اس قسم کی بزرگی نہیں ملے گی۔ آپ کی بزرگی اتباعِ شریعت سے شروع ہوتی ہے اورا تباع شریعت پر ختم ہوتی تھی۔ نہ ایک قدم آگے نہ ایک قدم پیچھے، اگر ہم نے حضرت خواجہ صاحب کی زندگی اور حالات وواقعات کو مشعل راہ بنالیا توان شاء اللہ یہ ایمان افروز واقعات ہی حضرت خواجہ صاحب کی محفل اور مجلس کا نعم البدل ثابت ہوں گے۔

☆ ☆ ☆

باب : ۸

مقام ومعیارِ ولایت، کشف وکرامات اور خصوصیات

بالعموم تصوف اور صوفیاء کا ذکر آتے ہی ذہن شب وروز کے اوراد ووظائف، چلوں، مراقبوں، تسبیح گردانی اور ''حق'' ''ہو'' کی ضرب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ صوفیا انہیں سمجھا جاتا ہے جن کے ہاتھوں سے دن رات خوارق عادات واقعات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ انکشافات کا دور دورہ ہوتا ہے، یہ لوگ کبھی سمندر میں مصلے سے کشتی کا کام لیتے ہیں، کبھی ذرا جنبش کی تو فضاؤں میں اڑنا شروع کر دیتے ہیں، یہ ذہن بھی عام ہے کہ اہلِ تصوف صرف وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو مہینوں غسل نہ کرتے ہوں، ڈھنگ کا لباس نہ پہنتے ہوں، ننگ دھڑنگ آلتی پالتی مارے دھواں سلگا کر بیٹھے ہوں، ایک اہل نظر جو سالہا سال تک قریہ قریہ، گلی گلی، کوچہ کوچہ، گاؤں گاؤں، قصبہ قصبہ اور شہر شہر گھوم پھر کر مرحوم اولیاء کرام کے حالات ان کے مریدین سے جمع کرنے کی کاوش میں مصروف تھے بالآخر تنگ آ کر لکھا، میں بزرگوں کے مریدوں اور متعلقین سے ان کے مبالغہ آمیز واقعات سن کر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان کی ساری زندگی فطرت سے جنگ کرتے گزری، مہینوں غسل نہ کرنا، میلا کچیلا لباس زیب تن کرنا،

مسلسل بے خوابی اور ویرانوں میں بسیرا، یہ سب کچھ فطرت سے جنگ ہی تو ہے، حیرت ہے دین فطرت کے ان پیروکاروں پر جو خلافِ فطرت زندگی کو ولایت کا اعلیٰ مقام سمجھتے ہیں یا کشف کے صدور کو ولایت کا معیار سمجھ بیٹھے ہیں۔علامہ اقبالؒ نے فرمایا ....

رہا نہ حلقہ صوفی میں سوز مشاقی
فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی

ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی پوری زندگی فطرت کے اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے گزری اور ان کے ہاتھوں بارہا کشف وکرامات کا ظہور بھی ہوا لیکن انہوں نے اس بات کو بزرگی اور ولایت کا مدار نہ خود سمجھا اور نہ مریدوں کو باور کرایا، ساری زندگی وہ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کا اہتمام کرتے رہے، انہوں نے ہمیشہ ذکرِ الٰہی اور خدا خوفی کی تعلیم دی، حضرت خواجہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ نظام الدین اولیاء کا یہ قول ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ سلوک کے سو درجے مقرر کئے گئے ہیں ان میں سترہواں درجہ کرامت ہے اگر سالک اسی درجے میں رہ جائے تو وہ باقی کے تراسی (۸۳) درجوں تک کیسے پہنچے گا۔حضرت خواجہ صاحبؒ کی کتابِ زندگی پر ہم اگر ایک بسیط نگاہ ڈالیں تو زیادہ سے زیادہ اصلاح اعمال واخلاق ہی نظر آتا ہے کشف وکرامات کا تذکرہ بہت ہی کم ہے کیونکہ علم وعمل کی قوت سے ہی سرکش ذہن اور باغی دل مسخر کیے جاسکتے ہیں جو کشش اور تاثیر اخلاق میں ہے وہ کشف وکرامات میں نہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی زندگی میں چونکہ کشف وکرامات بھی صادر ہوتی رہیں اس لئے یہ بھی تاریخ کی امانت ہے سو چند کرامات کا تذکرہ نذرِ قارئین ہے:

ضبطِ رقم کے باوجود رقم نکلوالی :

حضرت خواجہ صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا نجیب احمد لکھتے ہیں :

''ایک دفعہ لندن میں بینک اکاؤنٹ میں نے کھلوایا، لندن میں ہمارے دوست گوہر صاحب ہیں انہوں نے ایک ہی دفعہ میں بہت بڑی رقم میرے اکاؤنٹ میں ڈال دی۔ اس دوران ۱۱/۹ کا واقعہ ہو چکا تھا، مسلمانوں پر بہت سختی تھی، میں لندن میں ایک مسافر تھا، چند دن کے لئے آیا تھا۔ جب اتنی بڑی رقم میرے اکاؤنٹ میں جمع ہوئی تو مجھے بینک کی طرف سے ایک نوٹس آیا کہ آپ کی رقم ضبط کر لی ہے، جب تک اس رقم کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ کہاں سے آئی ہے۔ حکومت برطانیہ کے پاس رہے گی۔ آپ کا اکاؤنٹ منجمد کر دیا گیا۔ میں نے حضرت خواجہ صاحب سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی، میں بینک چلا گیا، خیال آیا کہ منیجر سے ملنے سے پہلے میں کاؤنٹر پر جا کر چیک دوں اور پیسے نکلوا لوں، خواجہ صاحب نے دعا کی ہے سب ٹھیک ہو جائے گا، میں کاؤنٹر پر گیا، چیک دیا اس نے مجھے ساری رقم جو بینک میں پڑی تھی دے دی، رقم لے کر منیجر کے پاس گیا، اس کو میں نے یہ نہیں بتایا کہ رقم میں نے کیش کروالی ہے۔ منیجر نے مجھے کہا کہ آپ کی رقم حکومت نے ضبط کر لی ہے۔ آپ اس کا ثبوت دیں گے تو رقم ملے گی میں نے منیجر کو کہا کہ میں نے رقم نکلوالی ہے۔ منیجر نے کہا یہ ممکن

نہیں۔اسی طرح نہیں ہوسکتا، میں نے کہا میں سچ بول رہا ہوں۔منیجر نے کیشئر کو بلایا اور پوچھا کہ واقعی تم نے ان کو رقم دے دی ہے۔اس نے میری بات کی تصدیق کی۔منیجر حیران ہوگیا اس نے کہا یہ عجیب غریب واقعہ ہے اب آپ خاموشی سے چلے جائیں۔اب ہماری نوکری کو خطرہ ہے۔میں نے خواجہ صاحب کو آکر بتایا تو مسکرادیئے۔"

کتے قریب نہ آئے :

۲۰۰۵ء کو لندن کانفرنس کے لئے روانگی ہوئی۔لالہ سعید اور لالہ رشید احمد ساتھ تھے جب جہاز ہیتھرو ائرپورٹ پر اترا تو ائیرپورٹ پر بہت سخت سیکورٹی تھی۔ پولیس والے کتے لے کر چیکنگ کررہے تھے۔میرے ایک ہاتھ میں خواجہ صاحب کے وضو والا بیگ تھا اور دوسرے ہاتھ میں خواجہ صاحب کا ہاتھ مبارک۔مجھے ڈر تھا کہ یہ کتے اب بیگ کو بھی سونگھیں گے اور کپڑوں کو بھی، کتے نے سارے جہاز کے لوگوں کے کپڑوں اور بیگ کو سونگھا، لیکن نہ خواجہ صاحبؒ کے قریب آئے اور نہ میرے قریب آئے، بیگ کو بھی نہ سونگھا۔

کینسر ختم ہوگیا :

لاہور میں میاں اویس صاحب ہیں ان کی اہلیہ کو شوکت خانم کے ڈاکٹرز نے کینسر کی بیماری بتلائی۔ان کی اہلیہ خواجہ صاحب کے پاس آئی، دعا اور دم کرایا۔ایک ہفتہ بعد شوکت خانم ہسپتال گئی اور کینسر کا ٹیسٹ کرایا، ٹیسٹ بالکل ٹھیک آیا کینسر کا نام ونشان نہیں تھا۔ڈاکٹرز حیران رہ گئے۔(لولاک نمبر:ص ۱۵۷)

کیمرہ کی آنکھ بند اور کیمرہ مین کی آنکھیں کھل گئیں :

ملک ظفر اقبال مدظلہ ساکن واہ کینٹ بیان کرتے ہیں کہ پشاور کی ختم نبوت کانفرنس میں ایک صاحب نے نکاح مسنونہ میں حضرت خواجہ صاحبؒ کو شمولیت کی دعوت دی جس کو آپ نے قبول فرمایا، صاحبِ خانہ کے ہاں نکاح پڑھا کر آپ نے چھوہارے بارات پر پھینکے تو ارشاد فرمایا: یہ بھی مسنون ہے جونہی آپ کی نظر مووی کیمرہ والوں پر پڑی تو گردن مبارک ہلاتے ہوئے اشارہ سے منع فرمایا، تو دنیا کی لالچ میں مووی والوں نے سنی ان سنی کر دی، تھوڑی دیر میں مووی بند ہوگئی، بہت کوشش کی گئی مگر تمام کوششیں اکارت ہوگئیں، جب آپ روانہ ہونے لگے تو مووی والا رونے لگا کہ میں تو غریب آدمی ہوں یہ ساز وسامان تو میرے دوست کا ہے جو کہ میں ان سے مستعار لایا ہوں پھر اس نے گاڑی میں آپ کے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر معذرت چاہی کہ آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا، روانگی کے بعد جونہی اس نے مووی چلائی تو درست پا کر دوست کی امانت واپس کی اور تیس ہزار روپیہ کے جرمانہ اور رسوائی سے نجات پائی۔ آپ کی توجہ عالی سے توبہ کی توفیق باذن اللہ مفت میں ہاتھ آئی اللہ! اللہ! کیمرہ کی آنکھیں بند اور ان کی ایک نظر کریمانہ سے بند آنکھیں کھل گئیں۔ (لولاک نمبر: ص ۱۰۲)

مجذوب سے خطاب :

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد فرماتے ہیں کہ :

مشرقی پاکستان کے سقوط سے قبل خانقاہ شریف میں ایک مجذوب کا آنا جانا شروع ہوا، جب حضرت قبلہؒ سے سامنا ہوتا تو عرض کرتا، بہت خون ہوگا، بہت نقصان ہوگا اس کو روک دیں، حضرت قبلہ سن کر خاموش رہتے، وہ خانقاہ شریف میں پھرتا رہتا

جب حضرت قبلہؒ سے ملتا یہی عرض کرتا، باقی کسی سے کلام نہ کرتا، دو چار روز رہ کر پھر چلا جاتا، دس بارہ روز کے بعد پھر آ جاتا، وہی عرض کرتا، چار روز رہ کر پھر چلا جاتا، دس بارہ روز کے بعد پھر واپس آ جاتا، وہی عرض کرتا چار روز کو پھر چلا جاتا۔ مشرقی پاکستان کے سقوط سے چند ہفتے پہلے آیا اور خلاف معمول حضرت قبلہ کے پاؤں دبانے لگ گیا اور ساتھ ساتھ عرض کرتا جاتا: ''اپنی کری جاندی او...... ساڈی وی تے من لیا کرو'' یعنی اپنی مرضی کرتے ہیں کبھی ہماری بھی تو مان لیں۔ یہ سن کر پہلی بار حضرت قبلہ نے اسے فرمایا کہ ''فیصلے نہیں بدلا کرتے'' اس پر اس نے جھرجھری بھری اور اٹھ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا: ''ساڈا کی اے...... ہوندا تے ہو جائے'' یعنی ہمارا کیا ہے ہونا ہے تو ہو جائے۔ ہم نے اپنی ڈیوٹی پوری کی اس کے بعد پھر وہ کبھی نہیں آیا اور اس کے جانے کے چند ہفتوں بعد سقوط ڈھاکہ ہو گیا۔ (لولاک نمبر: ص ۶۱)

درد بھی جاتا رہا اور نماز کا ناغہ بھی :

فیصل آباد میں الحاج خلیل احمد لدھیانوی اور ان کے بھائی الحاج جناب حنیف رضا ہوتے تھے جناب حنیف رضا کے صاحبزادے الحاج جناب خالد عمران کا حضرت خواجہ صاحبؒ سے بیعت کا تعلق ہے، پہلے یہ سپاہ کے بہادر رہنما تھے آج کل اپنے والد گرامی کی قلم کی آبرو کے پاسبان ہیں۔ روزنامہ اسلام کے ادارتی ذمہ دار حضرات میں سے ہیں، ان کی روایت ہے کہ رات گئے کام کرنے کے باعث صبح کی نماز کیلئے اٹھنا میرے لئے بہت مشکل تھا، حضرت خواجہ صاحبؒ سے عرض کیا، آپ مسکرائے اور فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ بھلی فرمائیں گے، اگلے روز فجر کی اذانوں کے قریب میری کمر میں شدید درد شروع ہو گیا، اٹھا وضو کیا، اتنے میں اذانیں ہو گئیں، نماز پڑھی،

درد جاتا رہا، اگلے روز پھر اسی طرح کہ اچانک نماز کے قریب درد کا دورہ ہو گیا وضو کیا، درد ختم، متواتر کئی روز ایسے ہوا تو صبح اٹھنے کی عادت پڑ گئی، اب اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ درد بھی جاتا رہا اور نماز کا ناغہ بھی نہیں ہوتا۔

ابھی تو میں زندہ ہوں :

معروف مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب مدظلہٗ سرگودھوی نے سنایا کہ میری گاڑی کا ایکسیڈنٹ ایسا خطرناک ہوا جس سے گاڑی تباہ ہوگئی دیکھنے والوں کو میری موت کا یقین کامل تھا جب کار میں سے لوگ مجھے کھینچنے لگے تو میں نے کہا: ''ابھی تو میں زندہ ہوں'' آنکھ میں شیشہ لگا ڈاکٹروں نے کہا: ''مولوی صاحب! ہمیں پچانوے فیصد یقین ہے کہ تمہاری آنکھ نہیں بچے گی صرف پانچ فیصد چانسز آنکھ بچنے کے ہیں''۔ حضرت خواجہ صاحبؒ تیمارداری کے لئے ہسپتال تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: '' آنکھ کے ضائع ہونے سے مرزائی خوش ہوں گے اور کہیں گے یہ ہر وقت مرزا غلام احمد قادیانی کو کانا دجال کہتا اور اس کی نقلیں اتارتا تھا اس لئے مولوی کانا ہو گیا اور یہ کرامتِ مرزا ہے''۔ (اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ منھم) ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ خیر کرسی فکر نہ کر'' (اللہ تعالیٰ خیر فرمائیں گے فکر نہ کر) پھر آنکھ پر دم فرمایا اور آنکھ میں لعاب دہن ڈالا، دعائیں دیتے ہوئے سفر پر روانہ ہو گئے، آنکھ کے آپریشن کے بعد ڈاکٹروں نے مجھے مبارک باد دی اور کہا: تمہاری آنکھ کا آپریشن کامیاب رہا ہے میں نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ صاحبؒ کی زندہ کرامت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کا ارشاد سنتے ہی میں تو عین الیقین سے ترقی کر کے حق الیقین کی بلندیوں پر فائز ہو گیا،

آنکھ کے ضائع ہونے کے خدشہ اور اپنوں اور بیگانوں کے دل خراش حملوں سے اسی وقت محفوظ ہو گیا تھا جب حضور والا نے دم کیا اور دعا فرمائی۔ (لولاک نمبر: ص ۲۸۲)

کیویں مہربانی فرمائی اے :

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب راوی ہیں :

''پرویز مشرف کے زمانہ اقتدار میں ''مشین ریڈایبل پاسپورٹ'' تیار ہوا اس کی ڈیزائینگ کرتے ہوئے خانہ مذہب کو حذف کر دیا گیا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے ہم نے درخواست کی۔ آپ کی منظوری اور رہنمائی اور تقسیم کار سے عالمی مجلس نے اپنا کام شروع کر دیا بہت لمبی محنت کرنی پڑی، کئی ماہ اس جدوجہد پر لگ گئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم کیا۔ پرویز مشرف کی گردن کا سریا ٹیڑھا ہوا، کفر ہار گیا، اسلام والے جیت گئے، پاسپورٹ میں خانہ مذہب بحال ہو گیا (اے کاش کوئی اللہ کا بندہ اس پوری تحریک کی کاروائی قلمبند کرے) انہیں دنوں ملک بھر میں جگہ جگہ جلسے رکھنے پڑے۔

راجن پور میں مولانا محمد یوسف نقشبندی مبلغ تھے، انہوں نے جلسہ رکھا، فقیر کا کوئی اور اہم سفر درپیش تھا، حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی کو مرکز سے حکم ملا، بارشوں کا موسم تھا آپ نے گاڑی نکالی، جناب محمد اسلام، جناب محمد اکمل کے ہمراہ سرگودھا سے ملتان، وہاں سے ڈیرہ غازیخان، آگے ڈیرہ غازیخان سے پوری سڑک کا ستیاناس نہیں بلکہ سوا ستیاناس، پوری اُدھیڑ کر نئی بنا رہے تھے۔ جیسے کیسے طوفانی صاحب راجن پور پہنچے آگے جلسہ میں صرف پچاس آدمی، طبیعت پر جبر کر کے رہ گئے، واپسی پر بجائے ملتان جانے کے ڈیرہ غازیخان سے ڈیرہ اسماعیل خان کے راستہ خانقاہ شریف جانے

کا فیصلہ کرلیا، تونسہ کے قریب مین روڈ پر ایک نہر کا پل ٹوٹا ہوا تھا، پر دوسری سمت گاڑی چلادی۔ دس کلومیٹر کے بعد دوسری پل سے نہر عبور کر کے لنک روڈ سے مین روڈ کی طرف سفر شروع کیا، تو لنک روڈ پر موٹا موٹا روڑہ، گاڑی کی کمانی ٹوٹ گئی۔

اس حالت میں گاڑی ہانپتی کانپتی مین روڈ پر پہنچی، ویلڈ کرائی، سفر شروع۔ آگے ڈیرہ اسماعیل خان سے چشمہ بیراج کے بجائے بھول کر بھکر روڈ پکڑلیا، اب بھکر سے خانقاہ سراجیہ آئے تو عشاء کی نماز ہو چکی تھی، پورا دن سفر کی نذر ہو گیا۔ خیال ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب گھر تشریف لے گئے تو ملاقات صبح ہوگی، خیر، گئے تو ابھی عشاء کے بعد حضرت خواجہ صاحب اپنے کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت طوفانی دو دن سے روڈ پر دھکے کھا رہے تھے۔ طبیعت سخت نڈھال تھی۔ حضرت خواجہ صاحب نے دیکھ کر فرمایا (کیویں مہربانی فرمائی اے) کیسے تشریف آوری ہوئی، طوفانی صاحب نے عرض کیا حضرت! تھک گئے ہیں، جان نکل گئی، مردود مشرف حکومت پاسپورٹ میں خانہ مذہب بحال نہیں کر رہی، آپ دعا فرمادیں، حضرت خواجہ صاحب نے ہاتھ مبارک اٹھائے اور دیر تک دعا کرائی۔ مولانا طوفانی کا کہنا ہے کہ مجھے مجلس کے اثرات سے لگا کہ کام ہو گیا ہے، حضرت طوفانی صاحب فرماتے ہیں کہ اگلے دن شام مولانا اللہ وسایا نے فون کیا کہ خانہ بحال ہو گیا، طوفانی صاحب نے فرمایا کہ میرے حضرت خواجہؒ صاحب کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا۔ فالحمدللہ! یوں کئی ماہ کی محنت رنگ لائی اور مسئلہ حل ہو گیا۔ (لولاک نمبر: ص ۶۸)

کھجور کے تازہ ڈوکے:

مجذوب بزرگ حضرت رانا بندو خان ساکن کلورکوٹ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ

مجددیہ کندیاں شریف کے مشرقی سمت درختوں کے جھنڈ میں بیٹھے چھابڑی والے سے ڈوکے (کھجور کے تازہ نیم پکے پھل) خرید نے کے بعد کاغذ میں لپیٹ کر سنبھال رہے تھے، میں نے عرض کیا بابا جی! اس عمر میں سنبھال کر کیا کرو گے؟ کہنے لگے: ''حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ سے دم کروا کر اپنے دیس لے جاؤں گا وہاں جا کر بیماروں، بے دینوں اور بے نمازیوں کو کھلاؤں گا تا کہ وہ صحت مند، دیندار اور ایماندار بن جائیں''۔

میں نے پوچھا : بابا جی! پہلے بھی کبھی ایسا تجربہ ہوا، بڑی بے نیازی سے فرمانے لگے: ''الحمد للہ! بڑی بار تجربہ اور مشاہدہ ہوا ہے! میرا جب کبھی خانقاہ شریف آنا ہوتا ہے تو کوئی نہ کوئی چیز دم کروا کر ضرور لے جاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جتنے بھی جسمانی اور روحانی بیمار کھاتے ہیں ٹھیک ہو جاتے ہیں ہاں جس کی قسمت پھوٹ گئی ہو تو چارہ نہیں۔

حسن نام رکھنا :

سرور صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت! میری نرینہ اولاد نہیں ہے۔آپ دعا فرمادیں آپ نے تھوڑی دیر بعد سر مبارک اٹھایا، فرمایا کہ آپ اپنے بیٹے کا نام کیا رکھیں گے؟ میں نے عرض کیا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں میں سے حسنؓ یا حسینؓ نام رکھوں گا آپ نے فرمایا کہ حسن نام رکھنا، اگلے سال حضرت تشریف لائے تو میں نے چھوٹے سے حسن کو آپ کی گود میں رکھا، آپ نے بہت دعائیں دیں، اس وقت وہ دین کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

حضرت خواجہؒ صاحب کی دعا کا اثر :

جناب سرور کلیم اللہ جوڈ نکاسٹر برطانیہ میں رہتے ہیں، یہ دونوں حضرات گوجرہ

سے ماسٹر منظور احمد کے نواسے ہیں۔ماسٹر صاحب حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز تھے، یہ دونوں روایت کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب گوجرہ میں حضرت ماسٹر صاحب کے ہاں تشریف لائے ہوئے تھے اس زمانے میں گوجرہ کی آبادی کا وہ حصہ جس میں ہماری رہائشیں تھیں وہ چونکہ منظور شدہ کالونی نہ تھی ۔حکومت نے نوٹس دے دیا کہ پوری کالونی خالی کردی جائے،دو ماہ کے بعد اس کالونی کو مکمل گرادیا جائے گا۔اس سے ہم بہت پریشان تھے،حضرت خواجہ صاحب سے دعا کیلئے عرض کیا،اس دن خلاف معمول بڑے جلال سے فرمایا کہ اس آبادی کو کسی کا باپ بھی نہیں گراسکتا اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ چند ماہ بعد اس کالونی کی پوری آبادی کو بجائے گرانے کے مالکانہ حقوق مل گئے ۔(لولاک نمبر،ص ۸۵)

مٹھی بند کرلی :

حضرت مولانا شیخ رشید الحق خان عابد تحریر فرماتے ہیں:

''خانقاہ شریف میں گرمیوں میں عصر کی مجلس میں بندہ بھی حاضر تھا، حضرت کے حجرہ شریفہ اور مسجد کے صحن کے درمیان کھلی فضا میں مجلس ہوتی تھی، حضرت چارپائی پر تشریف فرماتے، بندہ بھی آہستہ آہستہ قریب پہنچا، دبانے والے ساتھی نے حضرت کا بازو اس انداز سے تھام رکھا تھا کہ دست مبارک مجھے نظر آرہا تھا، بندہ چونکہ پامسٹری کا شوق بھی رکھتا تھا خیال ہوا کہ حضرت کے دست مبارک میں کونسی ایسی لکیر ہے جو حضرت کے امام وقت ہونے پر دال ہے، دیکھنا چاہیے، بندہ نے غیر محسوس طریقے سے مزید قریب ہونے کی کوشش

کی، حضرت نے مکشوف ہونے پر فوراً لطیف حیلے سے دست مبارک کا رخ اپنی طرف فرما کر مٹھی بند کر لی اور دو تین بار بندہ کی طرف خاص نظروں سے دیکھا اور آخر تک مٹھی بند ہی رکھی۔''

روشن ضمیر ہونے کی دلیل :

حضرت خواجہ صاحب اپنی افتاد طبع اور خاموشی کی بناء پر بوقت ملاقات عام طور پر رسمی علیک سلیک پر ہی اکتفا فرماتے تھے۔ بہت ہی اخص الخواص حضرات سے معمول سے زائد انبساط بھی کبھی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت اسلام آباد تشریف لائے ہوئے تھے، بندہ حاضر ہوا، گھر کے کسی بچے نے بتایا کہ حضرت کھانا تناول فرما رہے ہیں۔ چنانچہ بندہ نے باہر گلی میں ہی چہل قدمی میں بہتری سمجھی۔ خیال ہوا کہ اندر مجمع بھی ہوگا، سرسری سی ملاقات ہو سکے گی۔ کاش کہ حضرت خود ہی خلاف معمول کافی انبساط وشفقت فرمائیں! چنانچہ حضرت کے فارغ ہونے پر بندہ حاضر ہوا۔ حضرت نے بوقت سلام خلاف معمول بندہ کا ہاتھ کافی دیر تھامے رکھا اور حال احوال پوچھتے رہے۔ بالآخر بندہ اپنے خیال اور خواہش پہ مسکرا دیا، حضرت بھی مجھے دیکھ کر مسکرائے اور پھر ہاتھ چھوڑ دیا۔ اسی طرح میرے علاوہ ہزاروں معتقدین کیساتھ ایسے واقعات بارہا پیش آئے ہوں گے جو کہ حضرت کے انتہائی روشن ضمیر ہونے پر دال ہیں۔ (لولاک نمبر: ص ۱۶۵)

قبضہ لے لو مزاحمت نہ ہوگی :

حضرت مولانا محمد صادق صاحب راوی ہیں :

مجلس تحفظ ختم نبوت کا نیا دفتر جب ملتان میں بنا تو ٹھیکیدار حساب کتاب کا الجھاؤ ڈال کر قبضہ نہیں دینا چاہتا تھا، اور باوجود مذاکرات کی کثرت کے جب وہ نہیں

مانا تو ایک مرتبہ حضرت نے جلال میں آ کر فرمایا: قبضہ لے لو کوئی مزاحمت نہیں ہوگی۔ چنانچہ جب ختم نبوت کے رضا کار قبضہ کرنے گئے تو بلا مزاحمت قبضہ لے لیا اور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ بندہ نے سنا ہے کہ جب اس سلسلے کے حضرات کوئی ارادہ فرما لیتے ہیں تو مزاحمت نہیں ہوتی۔ (لولاک نمبر: ص ۳۱)

حضرت خواجہ خان محمدؒ صاحب کی بے شمار کرامات عوام الناس کی نظر سے گزریں لیکن سب سے بڑی کرامت ان کی دینی استقامت تھی۔ جس پر لاکھوں کرامتیں قربان کرنے کو جی چاہتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ مجسمۂ علم واخلاص تھے، وہ پیکر فضل وکمال، ایمان ومعرفت اور زہد وورع تھے بچپن سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک ان کی زندگی جس پاکیزگی وطہارت، پابندی شریعت کا نمونہ رہی۔ وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق کا ثمرہ تھی۔ ہمارے حضرت خواجہ صاحب معصوم نہ تھے لیکن پارسائی کا کامل نمونہ ضرور تھے۔ ارشاد وہدایت، پند ونصیحت، تلقین، ذکر وشغل ان کے عمر بھر کے مشاغل رہے۔ جود وسخا، تواضع وانکسار، ایثار وقربانی، شکر واحسان، احترام معاصرین، محبت علماء وصلحاء ان کا شعار تھا، شعائر اسلامی کی عظمت وبقا کی فکر، دینی تصلب وحمیت ان کی قبائے خلق کا امتیازی نشان تھا۔ حضرت خواجہ صاحب کی سیرت وکردار کے اجلے نقوش سے ہدایت ورہنمائی کا کام لیا جاتا رہے گا اور ان کی کرامات کے تذکرے ہمیشہ یہ ثابت کرتے رہیں گے کہ ......

ع نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اخفائے حال، وقت کی پابندی اور تیقظ :

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ العالی رقمطراز ہیں :

حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ ''دارالعلوم دیوبند'' کے فاضل تھے، اور امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ وہ بھی ''دارالعلوم دیوبند'' کے فاضل تھے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی کرامت کا فیض ایسا مبارک کیا کہ ایک طرف حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کی خدمت کرنے کے لئے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جو توفیق مرحمت فرمائی، وہ اپنی جگہ پر معروف ہے، معلوم ہے۔ حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کو بھی اہل السنّت والجماعت کے معتدل مسلک، جس کو ''مسلک علمائے دیوبند'' بھی کہا جاتا ہے اس کی خدمت کی بہترین اور اعلیٰ درجے میں توفیق عطا فرمائی۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب سے احقر کا تعلق قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے، حضرت کے خطوط بھی میرے پاس آتے رہے ہیں، کئی مرتبہ حضرت والا کی خدمت میں حاضری کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ حضرت مولانا (خواجہ خان محمد صاحبؒ) کا ایک خاص امتیاز تھا ''اخفائے حال'' کا۔ وہ جس مرتبے پر فائز تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو مقامِ بلند ان کو عطا فرمایا تھا، اس کے بعد اخفاء میں انہوں نے اتنی کوشش کی، اتنی کوشش کی، آپ یوں سمجھئے کہ گفتگو کرنا ہی ختم کر دیا، وہ نہ کہیں بات فرماتے تھے، نہ کہیں تقریر کرتے تھے، نہ کہیں مضمون کی اشاعت کرتے تھے، خاموش رہتے تھے، بالکل خاموش۔ ان کی بارگاہ میں حاضری دینے والوں کی جماعت، سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں ہوتی تھی اور وہ سب کے لئے دُعائے خیر فرماتے تھے۔ تو گویا ان کا نمایاں امتیاز ''اخفائے حال'' کا تھا۔ لوگ اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے کیا کیا جتن کرتے ہیں اور کیا کیا طریقے اختیار کرتے ہیں، لیکن وہاں ان طریقوں کو یکسر نظرانداز کر کے وہ ''اخفاء'' کا اہتمام کرتے تھے۔

دوسرا ایک امتیاز جو میں نے محسوس کیا وہ یہ کہ وہ اپنے اوقات کے بہت سختی

سے پابند تھے، ان کے ہاں یہ نہیں ہوتا تھا کہ کسی کام کے لئے کوئی وقت مقرر کیا گیا ہو، اور پھر اس میں آدھے گھنٹے کی تاخیر ہو رہی ہو، یا ایک گھنٹے کی تاخیر۔ وہ وقت کی پابندی بہت اہتمام سے فرماتے تھے۔

اس کے علاوہ تیسری ایک بات میں نے یہ محسوس کی کہ وہ بہت حاضر دماغ انسان تھے، اُن کا دماغ بہت متیقظ تھا اور وہ غفلت کا شکار کبھی نہیں ہوتے تھے۔ یہاں چونکہ مجھے کوئی تفصیلی گفتگو ان کے حوالے سے نہیں کرنی ہے، اس لئے اپنے چند تأثرات کا میں نے آپ کے سامنے ذکر کیا۔ (۱) ''اخفاء حال'' کا بہت زیادہ اہتمام تھا۔ (۲) ''وقت کی پابندی'' بہت اہتمام سے فرمایا کرتے تھے۔ (۳) اس کے علاوہ حالاتِ حاضرہ سے بے خبر نہیں رہتے تھے، حالات کا علم ان کو ہوتا تھا۔

تحقیق کے بعد بھی علماءِ دیوبند کی تقلید :

اس موقع پر صدر وفاق المدارس شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدرؒ کا بھی تذکرہ فرمایا۔ افادۂ عام کے لئے وہ بھی شریکِ باب ہے :

وہ امام اہل سنت کے مقام پر فائز ہوئے، اللہ نے ان کو جیسی اسلام کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ وہ آپ حضرات کے علم میں ہے۔ مولانا سرفراز خان صفدرؒ علمائے دیوبند کے ساتھ اپنی وابستگی کا جس قوت کے ساتھ اظہار فرماتے تھے، اس کا ان کے ایک ارشاد سے اندازہ ہوتا ہے فرماتے ہیں :

''میں اگر کسی مسئلے میں تحقیق کروں اور تحقیق بلیغ کے بعد کسی ایک نکتۂ نظر اور کسی ایک رائے پر میں پہنچ جاؤں، تحقیق بھی خوب کی اور تحقیق خوب کرنے کے بعد پھر ایک رائے بھی میری بن گئی اور اس

رائے کے بعد پھر میں نے یہ دیکھا کہ علمائے دیوبند کی رائے سے میری رائے میں ذرا سا اختلاف اور ذرا سا تضاد ہے تو میں...... اپنی رائے کے کاغذ کو پھاڑ کر پھینک دوں گا اور علمائے دیوبند نے جو رائے دی ہے اس کو اختیار کروں گا......''۔

کتنی قوت کے ساتھ انہوں نے یہ بات کہی۔ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ان کی تحقیق کا عالم یہ تھا کہ وہ کوئی بات بغیر حوالہ کے نہیں کرتے اور حوالے کے لئے بعض اوقات ساری ساری رات گزر جاتی تھی حوالہ تلاش کرنے میں، اور جب تک وہ حوالہ نہیں مل جاتا تھا ان کو تسلی اور اطمینان نہیں ہوتا تھا۔

اور ایسا محقق جب ایک رائے قائم کرتا ہے اس رائے کے اوپر اس کو اعتماد بھی ہوتا ہے، لیکن وہ کہتے ہیں کہ ''اگر میری رائے علمائے دیوبند کی رائے سے مختلف ہوئی تو میں اپنی رائے کا کاغذ پھاڑ کر پھینک دوں گا اور علمائے دیوبند نے جو فیصلہ کیا ہے اسی کو اختیار کروں گا''۔

حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کا قرآن کریم کے ساتھ جو شغف تھا اس کا بھی آپ کو علم ہوگا۔ اپنی مسجد کے اندر بھی درس دیتے تھے، اسی طرح ''دارالحدیث'' میں آکر حدیث کا سبق شروع کرنے سے پہلے قرآن کریم کا درس دیتے تھے اور سالانہ بھی ان کے ہاں درس کا اہتمام ہوتا تھا۔ اللہ نے ان سے بڑی خدمت لی ہے۔ (اقتباس از بیان برموقع ختم بخاری شریف، جامعہ فاروقیہ کراچی)

(ماہنامہ ''صفدر'' شمارہ نمبر 6)

☆ ☆ ☆

باب : ۹

ارشادات' افادات اور ملفوظات

خاموشی کیا ہے؟ خاموشی ایک زبان ہے جسے ہر کوئی اپنے ڈھنگ سے بولتا ہے، خاموشی بولتی ہی نہیں چیختی بھی ہے، پکارتی اور للکارتی بھی ہے، خاموشی سکہ رائج الوقت ہے جب بھی رائج ہوجاتی ۔ ہے تو کسی کو خرید لیتی ہے یا کسی کو بیچ دیتی ہے، یہ ہمیشہ رائج نہیں رہتی خاص موقع اور خاص وقت پر استعمال کی جاتی ہے اس لئے کم بولنے اور زیادہ سننے والوں کو عقل مند کہا جاتا ہے۔ گفتگو اگر حکمت سے لبریز، مٹھاس سے معمور اور حسنِ بیان سے بھرپور ہو تو ایک ایک حرف اچھا اثر چھوڑتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی کردار سازی میں جہاں محمد عربی ﷺ کے جمالِ ایمان افروز کا اثر تھا وہاں آپ کے بیان فیض ترجمان کی تاثیر کا بھی خاصہ حصہ تھا۔ ہمارے حضرت خواجہ بھی اکثر خاموش رہتے، جب بولتے تو چھوٹی چھوٹی مگر حکمت وموعظت سے لبریز باتیں ارشاد فرماتے آپؒ کی گفتگو، تاثیر، کشش اور کیف میں رچے بسے جملے، معارف وحقائق کے خزینے دامن میں لئے ہوئے مختصر اقوال بلاشبہ مریدوں کی سیرتوں پر بے پناہ اثرات مرتب کرتے تھے، ان سے جہاں ایمان تازہ ہوتا وہاں عرفان کو بھی غذا ملتی۔ جب ہم حضرت خواجہ صاحب کی مجالس ومحافل کے بارے میں سنتے اور ان کے ملفوظات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی محفل ومجلس ایسا چمنستان نظر آتی ہے جس میں ہر گل اپنا رنگ اور اپنی مہک

رکھتا ہے، جس کا رنگ آنکھوں کو سرور بخشتا اور خوشبو مشام جان کو معطر رکھتی ہے۔

جب حضرت خواجہ صاحب کی محفل عروج پر پہنچتی تو دل کش مثالوں اور دلچسپ حکایتوں کے ساتھ زندگی کے عمیق ترین حقائق چٹکیوں میں حل ہوتے جاتے۔ محفل پر کبھی جذب وجنون جاری ہوتا تو کبھی عقل وخرد کی جلوہ آرائی۔ محفل میں رحمت وشفقتِ حق کا ذکر آتا تو چہرے تمتما اٹھتے عذاب وعتاب کی بات چلتی تو آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ احترام انسانیت کا موضوع چھڑتا تو موتی لٹتے، تعلیم آدمیت کا مسئلہ آتا تو دریا بہتے۔ حضرت کی مجلس میں اپنوں اور غیروں کی یکجائی کا عجب سماں نظر آتا، نہ کسی پر تنقید، نہ کسی پر تعریف، گفتگو میں نہ مناظرانہ پن اور نہ کسی کی دل آزاری کا شائبہ، آپ کی باتیں ایجاز واختصار کا بہترین مرقع ہوتی تھیں قطرے میں دریا اور ذرے میں صحرا کو انہوں نے سمو کر دکھایا۔

حضرت خواجہؒ صاحب کس دلنشین انداز میں اپنے متعلقین اور عامۃ الناس کی اصلاح وتربیت کرتے تھے ایسی ہی چند محافل کی جھلکیاں ملاحظہ ہوں :

حال کی فکر کرو :

حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ صوفیاء حضرات فرماتے ہیں : "الماضی لایذکر والمستقبل لایفکر والحال تعتبر" جو گزر چکا ہے اس کو یاد مت کرو، اور مستقبل کی فکر مت کرو بس حال کی فکر کرو کہ یہ لمحہ غفلت میں نہ گزر جائے۔ جو آدمی ہر وقت موجودہ لمحے کی فکر کرے، اس کی آئندہ زندگی سنور جائے گی، اس فارمولے کو یادِ الٰہی کے علاوہ بھی تمام امور پر لاگو کر سکتے ہیں، انشاء اللہ کامیابی قدم چومے گی۔

اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا طریقہ :

اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا طریقہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ آج بی بی کلثوم (حضرت کی صاحبزادی) میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ باباجی گرمی بہت زیادہ ہے، میرے کمرے میں اے سی لگوادیں، پھر چلی گئیں اور واپس آ کر کہنے لگیں: باباجی گرمی بہت زیادہ ہے، میرے کمرے میں اے سی لگوادیں، کئی بار میرے پاس آئیں اور مجھے آمادہ کر کے چھوڑا۔ بس یہی طریقہ دعا مانگنے کا ہے کہ اللہ کریم کی بارگاہ میں لجاجت سے اپنی حاجت پیش کریں، پھر پیش کریں، پھر پیش کریں حتیٰ کہ وہ کریم ذات جل شانہٗ آمادہ ہو جائے اور بندے کی دعا کو قبولیت عنایت فرمائے ....

جو مانگنے کا طریقہ ہے اُس طرح مانگو　　درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

آدابِ اسلامی کا خیال :

حضرت آدابِ اسلامی کا بہت خیال رکھتے ،آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نے کسی بزرگ کی شہرت سنی تو ایک ساتھی کو لے کر ان کی ملاقات کیلئے گئے، جب ان کے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ قبلہ رُخ ناک صاف کر رہے ہیں، حضرت خواجہ صاحبؒ احرار واپس لوٹ آئے اور فرمایا: ''جو آدمی اتنے آداب کا خیال نہیں رکھتا، وہ اسرارِ الٰہی کو کس طرح اپنے سینے میں محفوظ رکھ سکتا ہے۔

یہ لو اپنا کرایہ :

حضرت خواجہ صاحبؒ نے ایک بزرگ کا واقعہ سنایا (جو بعد میں پتا چلا کہ آپ کے والد صاحب تھے) کہ وہ لاہور میں کسی تاریخ کیلئے تشریف لے گئے، جب تاریخ سے فارغ ہوئے تو سوچا کہ آدھا سفر ہو چکا ہے کیوں نہ سرہند شریف چلا جاؤں ٹکٹ

لیا اور سرہند شریف چلے گئے، جب واپس ہوئے تو ریل میں سوار ہوئے راستے میں نیند آ گئی خواب میں دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی کی زیارت ہوئی، آپ فرما رہے تھے کہ لاہور اپنا کام لے کر آئے تھے اور ہمارے اوپر احسان کر چلے ہو ہمیں یہ آنا قبول نہیں، یہ لو اپنا کرایہ۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا جتنا آنے جانے کا کرایہ تھا وہ سرہانے پڑا ہوا تھا۔

اچھی بیوی کی خصوصیات :

ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ سے عرض کیا کہ بچیوں کی تعلیم و تربیت کیا ہونی چاہیے؟ قرآن مجید حفظ کرایا جائے یا عالمہ بنایا جائے؟ حضرت نے فرمایا: ''عورت کی خصوصیت زنانہ امور خوش اسلوبی سے ادا کرنا ہے، ضروری نہیں کہ حافظہ یا عالمہ اچھی بیوی بھی ہو، حضرت کی یہ نصیحت رہ رہ کر یاد آتی ہے کہ بیوی کی خصوصیت اپنے خاوند اور سسرال سے محبت اور خدمت کرنا ہے، مہمانوں کی خدمت کرنا، گھر کی صفائی ستھرائی، بچوں کی پرورش، لباس کی سلائی دھلائی، کھانے کی عمدہ پکوائی ہے، یہ وہ امور ہیں کہ دس بارہ گھنٹے روزانہ سخت محنت کر کے ایک خاتون اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوتی ہے۔ خود حضرت خواجہ کی پہلی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا تو رشتہ داروں نے دوسری عزیزہ سے نکاح کا اصرار کیا اس وقت بھی حضرت کا یہی تقاضا تھا کہ ایسی بیوی سے شادی کروں گا جو میرے مہمانوں کی خدمت میں کسر نہ اٹھائے، دوسری اہلیہ محترمہ صاحبزادگان نجیب احمد اور سعید احمد مدظلہما کی والدہ محترمہ تھیں، ان کی پوری زندگی میں مہمانوں کے بستر ے صاف ستھرے اور کھانے حسب توفیق نہایت عمدگی سے تیار ہوتے تھے۔ بعض ساتھی دور دراز سے سفر کر کے رات کے وقت خانقاہ شریف میں پہنچتے تھے، ان کے لئے سالن موجود نہ ہوتا تو لنگر والے کے پاس روٹیاں اور اچار رکھوا دیتیں تا کہ میرے بیٹے بھوکے نہ سو جائیں۔ رحمۃ اللہ علیہا رحمۃ واسعۃ۔

ہائے دنیا ہائے دنیا :

حضرتؒ نے ایک تاجر کے بیٹے کا واقعہ سنایا کہ تاجر نے اسے قاری صاحب کے پاس قرآن مجید حفظ کرنے کے لئے بٹھایا، قاری صاحب نے بچے کو سبق دیا کہ پڑھو: ''ہائے دنیا، ہائے دنیا، بچہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور پڑھنے لگ گیا'' ہائے دنیا، ہائے دنیا، ہائے دنیا،...... اگلے ہفتے بچہ گھر گیا اور والد صاحب نے فرمائش کی کہ ہمیں جو کچھ قرآن مجید پڑھا ہے سناؤ۔ تو بچہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور پڑھنے لگا: ''''ہائے دنیا، ہائے دنیا، ہائے دنیا،...... بچے کے والد صاحب قاری صاحب سے ملے اور ''ہائے دنیا '' والے سبق کی شکایت کی کہ ہم نے تو بچے کو قرآن مجید پڑھنے کے لئے بھیجا تھا یہ کیا یاد کر رہا ہے؟ قاری صاحب نے فرمایا کہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر آپ کے بچے کو قرآن پڑھاؤں اور جب وہ ماہر حافظ بن جائے تو آپ اسے دوکان پر بٹھا دیں گے اس لئے میں نے شروع ہی سے وہی سبق دیا ہے جو تین سال بعد آپ نے دینا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کا مقصود یہ تھا کہ بچے کو قرآن مجید یاد کرانے کے بعد روزی کمانے کے پیشوں پر نہیں لگانا چاہیے۔

صفائے باطن کا اہتمام :

حضرت خواجہ صاحبؒ ہمیشہ شکوہ فرماتے تھے کہ ہمارے صوفی محنت نہیں کرتے، ہم سوتر (زیادہ سونے والے) لوگ ہیں، ہمیں محنت کر کے ترقی کرنی چاہیے فرمایا: مختلف مذاہب میں باطنی صفائی کرنے والے لوگ ہوتے ہیں جس طرح مسلمان اپنے طریقے سے باطنی صفائی کرتے ہیں عیسائی، ہندو وغیرہ اپنے اپنے طریقے سے باطنی صفائی کرتے ہیں، ہندو مذہب میں ایسے لوگ ''سادھو'' کہلاتے

ہیں۔ایک سادھو کا واقعہ سنایا کہ وہ سخت گرمی کے موسم میں ایک سایہ دار درخت کے پاس پہنچا تا کہ سایہ میں آرام کرے وہاں ایک مسلمان لیٹا ہوا تھا، اب سادھو اس سایہ میں جانا نہیں چاہتا جہاں مسلمان بیٹھا ہے یا سویا ہوا ہے، مسلمان کہتا ہے کہ دھوپ میں کیوں جل رہے ہو سائے میں آجاؤ تو سادھو نے کہا: میرا مذہب اجازت نہیں دیتا لیکن ایک بات بتاؤ کہ تمہارے دل میں اتنا سکون اور اطمینان دیکھ رہا ہوں، یہ کہاں سے حاصل کیا ہے، مسلمان نے جواب دیا کوئی خاص بات نہیں میں تو سیدھا سادا انسان ہوں اتنی محنت ومشقت والا آدمی نہیں ہوں۔سادھو نے کہا: بالآخر یہ اطمینان اور سکون یونہی تو نہیں آگیا کیا کسی بڑے آدمی سے یہ بات حاصل کی ہے؟ مسلمان نے جواب دیا ایک بزرگ نے میرے دل پر انگلی رکھ کر اللہ اللہ کیا تھا جس کا جو اثر آپ محسوس کرر ہے ہیں یہ اسی کی وجہ سے ہے تو سادھو نے کہا: آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہمارے بزرگان اپنے مریدوں کو لطائف پر انگلی رکھ کر اللہ اللہ سکھاتے ہیں جس سے قلوب کا تزکیہ ہوتا ہے، اب مرید کا کام ہے کہ محنت کر کے ترقی حاصل کرے۔یہ جو قرآن مجید میں اطمینان قلوب کا ذکر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پاک ذکر کی طرف اشارہ ہے ہمارے مسلمان اس کی قدر نہیں کرتے مگر ہندو سادھو اس کو محسوس کرر ہا تھا۔

دُعا ذرا تاخیر سے قبولیت کا شرف حاصل کرتی :

حضرت خواجہ صاحبؒ عموماً جو دعا فرماتے وہ ذرا تاخیر سے قبولیت کا شرف حاصل کرتی تا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ حضرت ہی سب کچھ کرنے والے ہیں۔ایک مرتبہ ایک مجذوب کا واقعہ سنایا کہ لوگوں نے ان سے بارش کے لئے دعا کرنے کی درخواست کی۔مجذوب نے کہا: آج کل اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہے، کسی اور سے دعا کراؤ،

لیکن غرض مند تو دیوانے ہوتے ہیں وہ برابر اصرار کرتے رہے کہ حضرت! دعا فرمائیں، مجذوب نے کہا کہ میری ٹوپی دھو کر دھوپ پر سوکھنے کیلئے ڈالو جونہی ٹوپی دھو کر دھوپ میں ڈالی گئی آناً فاناً بادل چھا گئے اور بارش شروع ہوگئی۔ مجذوب نے کہا: میں نے نہیں بتایا کہ آج کل اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ناراض ہے، لو دیکھو میں نے ٹوپی سوکھنے کیلئے دھوپ میں ڈلوائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے سوکھنے نہیں دیا۔ لوگوں کو بارش بھی مل گئی اور اپنی طرف بات بھی نہیں آنے دی۔ کہ لوگ گمراہ نہ ہوجائیں کہ مجذوب کو خدا سمجھ بیٹھیں یہی کیفیت ہمارے حضرت خواجہ صاحب کی تھی (رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃ)

عامۃ المسلمین کے لئے راہ نما اصول :

فرمایا: حضرت امام ابوحنیفہ حج پر تشریف لے گئے، اور حضرت امام جعفر صادق سے ملاقات ہوئی، تعارف شروع ہوا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا: نعمان بن ثابت کوفہ سے۔ پوچھا: آپ وہی نعمان بن ثابت ہیں جنہوں نے میرے نانا کے دین میں اپنی مرضی سے تبدیلی کی ہے؟ عرض کیا: معاذ اللہ! میں کون ہوں جو دین میں اپنی رائے کو دخل دوں، پھر وضاحت کی کہ پیشاب منی سے زیادہ ناپاک ہے، آپ کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم نے منی نکلنے پر غسل فرض قرار دیا ہے اگر میں عقل سے بات کرتا تو زیادہ ناپاک چیز (پیشاب) کے نکلنے پر غسل فرض قرار دیتا۔ پھر عرض کیا کہ روزہ سال میں ایک مہینہ فرض ہے اور نماز دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے۔ آپ کے نانا محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپاکی کے ایام میں عورتوں پر رمضان کے روزوں کے چھوٹ جانے پر قضا کا حکم دیا ہے، اگر میں عقل کے ساتھ فیصلہ کرتا تو نماز کے چھوٹنے پر قضاء کا حکم دیتا کیونکہ نماز، روزے کی نسبت اہم فریضہ ہے۔ پھر عرض کیا کہ آپ کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کے دوران

آنے والے روزوں کو قصر کرنے کا حکم نہیں دیا جبکہ نماز کو قصر کرنے کا حکم دیا ہے اگر میں عقل سے فیصلہ کرتا تو روزں کو قصر کرنے کا حکم دیتا کیونکہ یہ نماز کے مقابلے میں کم اہمیت رکھتے ہیں اس لئے میں نے دین کے مسئلے میں عقل کو دخل نہیں دیا۔ حضرت امام جعفر صادق ان دلائل پر خوش ہوئے تو فرمایا: کیا میں آپ کا امتحان لے سکتا ہوں؟ عرض کیا: جی ہاں! پوچھا کہ: مسلمان کی کیا تعریف ہے؟؟ عرض کیا کہ: جو خیر اور شر میں تمیز کرے۔ فرمایا: جواب درست ہے لیکن تھوڑا سا اضافہ کرلیں کہ جو آدمی دو خیروں اور دو شروں میں تمیز کرلے، وہ مسلمان ہے دو خیریں پیش آجائیں تو بڑی خیر کو اختیار کرے اور دو شروں سے واسطہ پڑ جائے تو ہلکے شر کو قبول کرے، ہمارے حضرت نے دو عظیم شخصیات کے تعارف کو عامۃ المسلمین کے لئے رہنما اصول بنا کر پیش فرمایا۔

قرآن، ذوق وشوق اور لگن سے پڑھنا چاہیے:

آپ محنتی آدمی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور بڑے آدمیوں کی مثالیں دے کر محنت کے ثمر کا اظہار فرماتے۔ ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت تحریک کے سلسلے میں جب جیل جانا پڑا تو آپ کیساتھ حضرت قاری رحیم بخش صاحب پانی پتی بھی تھے اور ان کے اکرام اور خدمت کیلئے دو شاگرد بھی تھے۔ قاری صاحب دونوں شاگردوں سے پندرہ پارے ہر روز سنتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے قاری صاحب کو کہا کہ ایک تو جیل کی سختی ہے اور دوسرے آپ ان بچوں سے روزانہ پندرہ پندرہ پارے سنتے ہیں (اس میں نرمی کریں) تو قاری صاحب نے جواب دیا کہ جب میں نے حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی سے قرآن مجید ختم کیا تو قاری فتح محمد صاحب نے فرمایا کہ کل

ایک پارہ تیار کر کے سنانا، میں خوش ہو گیا اور اگلے دن ایک پارہ سنایا تو حضرت قاری صاحب نے فرمایا: کل تیس پارے سنانا، میں نے اگلے روز تیس پارے سنائے، اب میں سوچ رہا تھا کہ شاید اگلے دن حضرت ایک ایک پارہ کم کر دیں گے مگر ایسا نہ ہوا جب تیس پارے سنا دیئے تو حضرت قاری صاحب نے فرمایا: ''کل تیس پارے سنانا، بس اب ہر روز یہی فرماتے کہ کل تیس پارے سنانا اور میں ایک سال تک روزانہ تیس پارے سناتا رہا۔ جب سال ختم ہوا تو حضرت قاری صاحب نے فرمایا: لو قاری صاحب اب تم فارغ ہو، اب قرآن شریف کو بھلانا بھی چاہو گے تو نہیں بھلا سکو گے۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ قاری رحیم بخش صاحب الٹا قرآن مجید روانی سے پڑھ سکتے تھے۔ مثلاً آخری آیت پڑھی پھر اس سے پہلی، پھر اس سے پہلی اور پڑھتے چلے جاتے یہی وجہ ہے کہ آج ہر جگہ آپ کے لہجے میں رنگے ہوئے شاگرد ملتے ہیں۔ ہمارے حفاظ کو قرآن مجید اسی ذوق شوق اور لگن ومحنت سے پڑھنا چاہیے تاکہ کل اس کی خدمت کر سکیں۔

انسان اپنے طور پر کچھ بھی نہیں :

ایک مرتبہ نفی اثبات کے بارے میں فرمایا کہ جب آدمی کلمہ طیبہ کی ''لا' کرتا ہے تو اس سے اپنی نفی کرنی چاہیے کہ میں کچھ بھی نہیں اس کے بعد باقی موجودات کی نفی کی باری آتی ہے جب تک آدمی اپنی نفی کا اقرار نہیں کرتا، اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے اثبات کا اقرار نہیں ہو سکتا جب انسان پیدا نہیں ہوا تھا اس وقت بھی اس کا وجود نہیں تھا اور جب مر جائے گا تو اس وقت بھی اس کا وجود نہیں رہے گا۔ دنیا میں چلتا پھرتا انسان اپنی مرضی سے زندہ نہیں رہتا مرنے والا اپنی مرضی سے نہیں مرتا، موت تو در کنار انسان کو بیماری بھی اپنی مرضی سے نہیں آتی۔ اگر بیماری آجائے تو شفا اس کی اپنی مرضی

سے نہیں آتی۔ جسم کے اندر جتنے اعضائے رئیسہ کام کر رہے ہیں ان کے عمل میں انسان کو دخل نہیں ہے۔ کئی مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ آنکھ ہوتی ہے مگر دیکھ نہیں سکتی، کان ہوتے ہیں مگر سن نہیں سکتے، زبان ہوتی ہے مگر بول نہیں سکتی، پورے کا پورا انسان اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم پر چل رہا ہے اور اپنے طور پر کچھ بھی نہیں، یعنی ''لا'' ہے۔

اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمائے گا:

حضرت خواجہ صاحبؒ عموماً ساتھی کی بات سن کر فرماتے: ''اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمائے!'' وہ ساتھی کہتا: ''حضرت! دعا فرمائیں، حضرت پھر یہی فرماتے: ''اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمائے!'' وہ ساتھی پھر زور دے کر عرض کرتا کہ حضرت! میری پریشانی کو دیکھیں، آپ سے خصوصی دعا کی التجا ہے حضرت پھر یہی فرماتے: ''اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمائے'' بالآخر ساتھی بول پڑتا کہ: حضرت! میں دعا کی التجا کر رہا ہوں اور آپ بس یہی فرما دیتے ہیں اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، کوئی خصوصی دعا فرمائیں۔ تب جا کر ساتھی کو سمجھ آتی کہ ''اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمائے'' بھی دعا ہے۔

تجھ کو ناز ہے جنت پہ اے رضوان!

ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب نے جناب نبی کریم ﷺ کا ذکرِ خیر کیا اور فرمایا کہ آپ رحمۃ للعالمین تھے۔ صرف مسلمانوں کے لئے نہیں، بلکہ تمام مخلوقات اور تمام غیر مسلموں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ ایک ہندو شاعر (شاید بھیم داس نرائن) حج کے موسم میں ایک حاجی کے پاس کسی کی مدد سے پہنچا کیونکہ وہ نابینا ہو چکا تھا، حاجی کو بتایا کہ میں ہندو ہوں لیکن نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ مجھے اس رحمت سے محروم نہیں رکھیں گے۔ لہذا میں ایک نعت لکھ کر لایا ہوں یہ حضور

اقدس ﷺ کے روضۂ اطہر پر پڑھنا، میں آپ کا ممنون ہوں گا۔کافی دنوں بعد یہ ہندو اپنی محفل میں بیٹھا تھا کہ اچانک کہنے لگا کہ آج میری نعت روضۂ اطہر پر پڑھی جارہی ہے۔لوگوں نے پوچھا: کیسے محسوس ہوا؟ ہندو نے جواب دیا کہ میری نظر واپس آرہی ہے، جب نعت پوری ہوئی تو نظر بھی پوری واپس آگئی۔اس نعت کا ایک شعر یہ ہے:

تجھ کو ناز ہے جنت پہ اے رضوان! کیا چیز ہے وہ روضۂ اطہر کے سامنے

کریم کے دروازے کو کھٹکھٹاتے رہو :

ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے تشریف لائے مولانا الیاس فیصل مدظلہٗ نے سامنے آٹوگراف بک رکھی تو موصوف نے لکھا: ''دنیا میں قابلیت شرط ہے اور دین میں قبولیت!''

معیارِ قابلیت کا فیصلہ اہل دنیا کرتے ہیں اسلئے قابلیت میں ہر ایک مقدر کا سکندر نہیں بن پاتا۔قبولیت تو بارگاہِ الٰہی میں ہوتی ہے اور بقول حضرت مدنی: تمہارا کام یہ ہے کہ اس کریم کے دروازے کو کھٹکھٹاتے رہو، کیونکہ جو دروازے پر دستک دیتا رہتا ہے لامحالہ کھول دیا جاتا ہے''۔

حضرت نفیس الحسینی کیا خوب فرما گئے: ''لوگ بڑوں کی زندگی کے آخری حالات پر رشک تو کرتے ہیں لیکن ان کی زندگی کے آغاز و ابتداء سے سبق نہیں سیکھتے''۔

وتروں میں دُعائے قنوت :

آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ثانی وتروں میں دعائے قنوت:

''اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ

مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ"۔

پڑھنے کے بعد :

"اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَاقَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَايَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَايَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ"

پڑھا کرتے تھے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اہل اللہ کے اقوال وملفوظات اوران کے فوائد ومنافع لوگوں کی تربیت اوراصلاح کے لئے بہت اہمیت کے حامل ہوا کرتے ہیں۔

ہمارے حضرت خواجہ صاحبؒ بہت کم گو تھے، جو کچھ کہتے ایک ایک حرف نپا تلا ہوتا اور ترکش کے تیروں کی طرح نشانہ پر بیٹھتا چلا جاتا تھا۔ان کی زبان سے بعض تاریخی جملے ادا ہو جاتے تھے وہ صاحب کشف وکرامات تھے،ان کی مجلس میں بیٹھنے والوں نے ان سے گاہے گاہے ملاقات میں ایسے ایسے فقرات، جملے اور باتیں سنیں جو اس وقت عجیب سے نظر آتے تھے مگر بعد کے واقعات نے ان کی نہ صرف توثیق کی بلکہ ہو بہو واقعات وحالات کا وہی سانچا بنتا چلا گیا جو اس فقیر اور درویش خدامست کی نگاہ نے برسوں پہلے دیکھا تھا آج ان کا اٹھ جانا دین وفقر کی فضا میں ایک ایسا خلا پیدا کر گیا ہے کہ بے اختیار اپنی خانہ ویرانی کا ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔

باب : ۱۰

اوراد، وظائف اور مسنون دُعائیں

شیخ صفوری نے ایک جگہ لکھا ہے اس بحث سے قطع نظر کہ یہ روایت کس قدر مستند ہے؟ اس کا راوی کون ہے؟ کس کتاب میں منقول ہے اور اس کی صحت کا کیا عالم ہے؟ بہرحال بات یہ ہے کہ ایک بت پرست کو حاجت آپڑی اور وہ اپنے بت کے سامنے ہاتھ باندھ کر بیٹھ گیا اور ''یاصنم یاصنم'' کا ورد الاپنے لگا۔ مٹی کے مادھو نے کیا جواب دینا تھا۔ سبقت لسانی میں اس بت پرست کے منہ سے یاصنم یاصنم کے بجائے دوچار مرتبہ یَا صَمَدُ ، یَا صَمَدُ کا جملہ نکل پڑا۔ ربّ ذوالجلال نے فوراً جواب عطا فرمایا ''نَعَمْ یَا عَبْدِیْ'' جی میرے بندے کیا کہنا ہے میں حاضر ہوں، فرشتوں نے عرض کیا اے بارالٰہا! وہ تو اپنے بُت کو پکار رہا ہے بے خیالی میں تیرا نام اس کی زبان پر آ گیا ہے۔ اس پر ربّ ذوالجلال نے فرمایا وہ ایک مدت تک بت کو پکارتا رہا مگر اس کو جواب نہ ملا اب اس نے بے دھیانی میں سہی مجھے پکارا ہے اگر میں بھی جواب نہ دوں تو پھر صنم اور صمد میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان ہاتھوں کا بہت اکرام فرماتا ہے جو دعا کے لئے اٹھے ہوئے ہوں۔ اس زبان پر ربّ کو پیار آتا ہے جو اس کا نام لے کر پکارتی ہے جو خود کو رب کے سامنے فقیر محتاج اور منگتا بنا کر پیش کرتا ہے، اللہ اسے ہر ایک سے غنی کر دیتا ہے جو جتنی لمبی جھولی پھیلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے اتنا ہی زیادہ پیار کرتا ہے ......

آتا ہے فقیروں پہ اسے پیار کچھ ایسا
خود بھیک دے اور خود کہے منگتے کا بھلا ہو

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس بندے سے ناراض ہوتا ہے جو اس سے نہ مانگے، لوگ مانگنے پر منہ بناتے ہیں جبکہ رب مانگنے پر خوش اور دستِ سوال دراز کرنے پر مسرور اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے پر راضی ہوتا ہے۔

دُعا بظاہر ایک دینی اصطلاح ہے اور اہل دنیا اسے پیروں، فقیروں، صوفیوں اور مولویوں کا وظیفہ گردانتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ غریب محتاج، سائل اور کمزور لوگوں کا نفسیاتی سہارا بلاشبہ پاکباز لوگوں اور صوفیوں کا وظیفہ ہے اور محتاج لوگوں کی روحانی ڈھارس۔

دُعا وہ وظیفہ ہے جو بندے کو احساس بندگی دلاتا ہے اور رحمتِ حق کو مہمیز دیتا ہے دعا وہ نقطۂ اتصال ہے جو بندے کی تمنا اور اللہ کی عطا کو ایک جگہ جمع کر دیتا ہے انسان جس قدر بے بسی سے ہاتھ پھیلاتا ہے ربّ ذوالجلال بڑی تیزی سے اس کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ دعا بندے کے لئے کیف پرور اور روح افزا لمحہ ہوتا ہے کسی نے کیا خوب ترجمانی کی ہے:.........

کیسے مزے کے دن تھے کہ راتوں کو صبح تک
میں تھا تیری جناب تھی دست سوال تھا

انسان خواہ سیہ کار ہو یا نیک کار، تہجد گزار ہو یا بدکار، پرہیزگار ہو یا گناہ گار، خوش اطوار ہو یا بدکردار، دینے والا منہ دیکھ کر نہیں دیتا اپنی شان کرم دیکھتا ہے، دعا مانگنا کمیت نہیں کیفیت ہے مانگنے کیلئے ضروری نہیں کہ کوئی عربی ادب کا ماہر ہو اردو ادب کا غالب و ابوالکلام ہو، گونگا بھی اپنے انداز میں مانگ سکتا ہے اور ہکلانے والا شخص

بھی اپنا دل کھول کر رکھ سکتا ہے، ربّ کی رحمت سب کے لئے ہے۔ رحمتِ ربّ کو پیسہ یا حوالہ نہیں بس ایک حیلہ مطلوب ہوتا ہے رب چاہتا ہے بندہ مانگے تو اس حال میں کہ دل کی دھڑکن تیز ہو، جسم پر کپکپی ہو، روح بے قرار ہو، آنکھیں اشکبار ہوں، ہاتھوں میں گدایانہ ارتعاش ہو، لہجے کا اضطراب ہو، گناہوں کا اعتراف ہو تو کوئی لمحہ قبولیت دُعا کا زینہ بن جاتا ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ صاحب ساری زندگی اپنے متعلقین اورمریدین کو دعاؤں کا سلیقہ سکھاتے رہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے، دعا جب تک کیفیت نہ بنے، لذت کے سانچے میں نہ بیٹھے اور تمنا کے پیکر میں نہ ڈھلے پھر وہ دعا اور وظیفہ نہیں محض مدعا بن جاتا ہے اور وہ بھی بے رنگ اور بے کیف۔ فرمایا کرتے تم اپنے ہاتھوں کو مجسم سوال بناؤ، دامن کو کشکول میں بدل دو تو پھر ایک آہ سرد اور ایک قطرہ اشک دعا کی قبولیت کے ضامن بن جاتے ہیں وظیفہ اور دعا لفظوں کے تکرار کا نہیں بندگی کے اظہار کا نام ہے۔ اور خانقاہ سراجیہ کے بعض اکابر اور حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنی زندگی میں بعض دعائیں وظائف اور اوراد اپنے مریدوں کو بتائے، سکھائے۔ ذیل میں وہ وجد انگیز وظیفے ذوق آفرین اوراد اور روح پرور دعائیں افادۂ عام کیلئے پیش کی جارہی ہیں :

برائے دفعِ شیاطین وحوادثِ دیگر :

حضرت شاہ احمد سعید صاحب مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک بار صبح کی نماز کے بعد اور ایک بار مغرب کی نماز کے بعد یہ تینتیس (۳۳) آیات پڑھے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت وامان میں رہے گا۔ بحکمِ الٰہی اس پر زہر اور بددعا کا اثر نہیں ہوگا۔ شیاطین اور دشمنوں کے شر سے محفوظ و مامون رہے گا۔ (مناقب شریف)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ تینتیس آیتیں

مع سورۂ فاتحہ و چہار قل ردِ سحر میں بے حد نفع بخش ہیں۔ شیاطین، چوروں اور درندوں سے پناہ ہو جاتی ہے۔ (القول الجمیل) دفعِ امراض و سحر کے لئے پانی پر دم کر کے پئیں۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۚ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ إِلَّا بِإِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ إِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ

يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ ط وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا أَوْلِيٰٓـئُهُمُ
الطَّاغُوْتُ لا يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ إِلَى الظُّلُمٰتِ ط أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ
النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ع ○

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ أَوْ
تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ط فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ط
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ
أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ
الْمَصِيْرُ ○ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا
مَا اكْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِنْ نَّسِيْنَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ج رَبَّنَا وَلَا
تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا
تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفة وَاغْفِرْ لَنَا وقفة وَارْحَمْنَا وقفة
أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ع ○

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ
اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ قف يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهٖ ط أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ
رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ط إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا
وَّطَمَعًا ط إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط أَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ج
وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ○ وَقُلِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا ۝

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝ فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا ۝ اِنَّ اِلٰهَکُمْ لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْکَوَاکِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ ۝

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا

عَجَبًا ۙ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۚ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۭ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۧ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ڏ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۧ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۙ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۧ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ڏ الْخَنَّاسِ ۽ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۧ

برائے دفعِ جن وجنون :

اگر کسی پر جن و آسیب کا اثر ہو یا دماغ خراب ہو گیا ہو تو اس کو سامنے بٹھا کر اس پر یہ آیتیں پڑھ کر دم کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مریض آسیب و جن سے تندرست ہو جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ، مسند احمد)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ ○
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ ○ صِرَاطَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ع ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ○ ج ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ج فِيْهِ ج هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ ○ الَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ ○
وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ج وَبِالْاٰخِرَةِ
هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ○

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ع ○

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۙ۬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَهٗ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ج وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ
اِلَّا بِمَا شَآءَ ج وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا
وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قف قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ
الْغَيِّ ج فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
الْوُثْقٰى ج لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لا
يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓئُهُمُ
الطَّاغُوْتُ لا يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۝

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۗ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۗ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۗ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝ۙ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝ۙ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۝ۙ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ۗ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ۗ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ

مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ
جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ
فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ط
اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ
الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ
الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى
يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ لا وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ
يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا
وَقَبَ ۝ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ
الْوَسْوَاسِ لا الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ
الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ۝

ظالم بادشاہ، سرکش دشمن اور ہر قسم کے فتنے سے حفاظت کیلئے:

مندرجہ ذیل دُعا صبح وشام ایک ایک مرتبہ پڑھ لینے سے ظالم بادشاہ، سرکش

دشمن اور ہر قسم کے فتنے سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى دِيْنِىْ وَنَفْسِىْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَهْلِىْ وَمَالِىْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ اَعْطَانِيْهِ رَبِّىْ بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرُ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَايَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَاءٌ بِسْمِ اللّٰهِ اِفْتَتَحْتُ وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَرَبُّ الْاَرْضِيْنَ وَمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اِجْعَلْنِىْ فِىْ جِوَارِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِىْ شَرٍّ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، اِنَّ وَلِيِّ َۦ اللّٰهُ الَّذِىْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِىَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ (کنز العمال)

ناگہانی آفات اور حادثات سے حفاظت کے لئے :

درجہ ذیل دُعا جو شخص صبح کو پڑھ لے تو شام تک اس کو کوئی مصیبت نہ پہنچے گی اور اگر شام کو پڑھ لے تو صبح تک اس کو کوئی مصیبت نہ پہنچے گی۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَالَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ

قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ أَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

(عمل اليوم والليلة لابن سني)

غم وحزن کی مدافعت کے لئے:

اگر کسی کو فکر ورنج، غم وحزن لاحق ہو، وہ یہ دعا پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے فکر کو دفع کرے گا اور خوشی وفرحت عنایت فرمائے گا۔

- اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُكَ أَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَلَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْأَنْزَلْتَهُ فِيْ كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ أَوِاسْتَأْثَرْتَ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ بَصَرِيْ وَجَلَاءَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ هَمِّيْ (مسند احمد)

کفایتِ مہمّات کے لئے:

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ جو شخص ہر روز صبح اور شام سات بار پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کے لئے کافی ہوجائیں گے۔ (ابوداؤد ابن السنی)

حصولِ عنایت نبوی ﷺ کے لئے:

درج ذیل آیات ہر نماز کے بعد ایک بار پڑھے، سلامتی وعنایتِ نبوی ﷺ شامل حال رہے گی۔ پڑھنے والا اس دن زندہ رہے گا، مقتول ہوگا نہ مضروب ہوگا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ

عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ (منقول از حضرت قبلہ)

بے خوابی اور نیند میں ڈرنے کا علاج :

اگر نیند نہ آنے کی شکایت ہو یا سوتے میں ڈر جائے تو سوتے وقت یا ڈرنے کے وقت یہ دعا پڑھے: أَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَأَنْ يَّحْضُرُوْنِ۔ (الترغیب)

مختلف امراض سے حفاظت کے لئے :

صبح کی نماز کے بعد تین بار پڑھے: سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ جذام، جنون، اندھے پن اور فالج سے محفوظ رہے گا۔ (ابن السنی)

درد بدن کے لئے :

اگر بدن میں کہیں درد ہو تو درد کی جگہ داہنا ہاتھ رکھ کر بِسْمِ اللّٰهِ تین مرتبہ اور أَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ سات مرتبہ پڑھیں۔

دفع بخار و درد کے لئے :

بخار اور درد کے لئے یہ دعا پڑھے :

بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ۔ (ابن السنی)

زخم اچھا ہونے کے لئے :

اگر کہیں زخم ہو تو شہادت کی انگلی پر اپنا تھوک لگائے پھر مٹی پر رکھ کر زخم کی جگہ

رکھیں اور یہ دعا پڑھیں: بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا۔ (صحیح مسلم)

مریض کی شفا کے لئے دعا :

مریض پر سات مرتبہ یہ دعا پڑھے۔ اگر موت مقدر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ضرور شفا دے گا : أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ (ابوداود)

درود شریف کے فضائل :

1 ..... درود شفا : یَاسَلَامُ ۱۰۰ بار، یَاشَافِيْ ۱۰۰ بار، یَاحَيُّ ۱۰۰ بار پڑھ کر اس درودِ شفا کو جو شخص تین بار پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کو بیماریوں سے محفوظ رکھے گا۔ بحالتِ مرض ۳۱۳ بار یومیہ اگر پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس بیماری سے شفا دے گا۔ درودِ شفا یہ ہے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَآئِهَا وَعَافِيَةِ الْاَبْدَانِ وَشِفَآئِهَا وَنُوْرِ الْاَبْصَارِ وَضِيَآئِهَا وَكَشْفِ الْاَحْزَانِ وَجَلَآئِهَا وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ۔

2 ..... جو شخص نمازِ صبح پڑھ کر اس سے قبل کہ کسی سے بات کرے سو بار درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پورے کرے گا، تیس حاجتیں دنیوی اور ستر حاجتیں آخرت کی پوری فرمائے گا۔ مغرب کی نماز کے بعد بھی پڑھنے کا یہی فائدہ ہے۔ (القول البدیع)

3 ..... یہ درود شریف یومیہ ہزار بار پڑھنا امورِ دنیا و آخرت میں برکت اور فراخی معاش و ترقی رزق کے لئے نہایت مفید و مجرب ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلٰوتِكَ بِعَدَدِ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ (فوائد عثمانی شریف)

کلمہ طیبہ کے فضائل :

1...... جوشخص یومیہ ہزار بار وضو کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے اس پر اسبابِ رزق آسان ہوں گے۔ (کشکول کلیمی)

2...... حدیث میں ہے کہ سب سے بہتر ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ (ترمذی)

فراخیِ رزق کے لئے :

یومیہ ۱۰۰ بار صبح کو یہ وظیفہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ روزی میں برکت اور فراخی عنایت فرمائے گا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ (بیاض محمدی)

گناہوں کی معافی وفراخیٔ رزق کے لئے :

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ یہ وظیفہ اگر بوقتِ سحر ۱۰۱ بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور روزی میں برکت اور فراخی بخشے گا۔

ادائیگی قرض کے لئے :

اگر کوئی قرض دار ہر نماز کے بعد ۲۵ بار اور عشاء کے بعد ۱۲۵ بار یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس کا قرض ادا ہو جائے گا :

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ (مسند احمد، ترمذی)

فضائل سورۂ یٰسین، سورۂ واقعہ، سورۂ ملک :

جوشخص سورۂ یٰسین صبح کو پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی تمام حاجتیں پوری فرمائے گا

شام کو پڑھے تو اس کی بخشش ہو جائے گی۔ (مسند داری)

سورۂ واقعہ بعد مغرب پڑھے تو کبھی فاقہ میں مبتلا نہ ہوگا۔ (جمع الفوائد)

سورۂ ملک رات کو پڑھے تو عذاب قبر سے نجات ہوگی۔ (ترمذی)

گم شدہ چیز کی بازیابی کے لئے :

اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے، وہ یَا حَفِیْظُ ۱۹۹ بار پڑھ کر یہ آیت ۱۹۹ بار پڑھے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے گم شدہ چیز اسے مل جائے گی۔

یَا بُنَیَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ (القول الجمیل)

سونے کے وقت کی دعائیں :

بہتر ہے باوضو یا تیمم کر کے بستر پر لیٹے۔ پھر وضو ٹوٹ جائے تو مضائقہ نہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ بار، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۴ بار پڑھے علاوہ ثوابِ اخروی کے دن بھر کے کام کی تھکن محسوس نہ ہوگی۔ سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس پڑھ کر ہاتھ پر دم کرے اور سارے بدن پر پھیرے اور تین بار آیۃ الکرسی پڑھے۔ رات کو ہر قسم کے شر، بلا اور آفت سے محفوظ رہے گا۔ پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَوَجَّهْتُ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَیْكَ لَامَلْجَاَ وَلَا مَنْجٰی مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔

پھر داہنی کروٹ سو جائے، رات کے کسی حصے میں یا صبح اٹھ کر یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ

اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی ترقی اور وسعت عنایت فرمائے گا۔ (صحیح بخاری)

دیگر وظائف برائے آفات وسحر وغیرہ :

درود شریف ۳ بار، سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ ۷ بار، آیۃ الکرسی ۷ بار، چاروں قل ۷ بار ان تمام کلمات مبارکہ کو پڑھ کر اپنے اور دوسرے مریضوں پر دم کر دیں۔ انشاء اللہ ہر قسم کی آفات وامراض سے نجات نصیب ہوگی۔ رہائش گاہ اور دوسرے احاطوں پر بھی دم کر دیں، بفضلہٖ تعالیٰ جملہ مصائب وآلام اور ہر طرح کے فتنہ اور شر سے محفوظ ومصئون رہیں گے۔

بیانِ استخارہ :

استخارہ مسنون ہے اور اس کا مفہوم اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنا ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام امور میں استخارہ کی تعلیم دیتے تھے اور قرآن حکیم کی سورتوں کے طرح اسے سکھایا کرتے تھے۔ آسان اور اعلیٰ طریقِ استخارہ وہی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم تک پہنچا ہے۔ اکابرِ امت سے دیگر طریقہ ہائے استخارہ بھی منقول ہیں جو مجرب ہیں۔ دینی ودنیوی معاملات کے آغاز کے وقت جہاں کہیں کوئی واضح صورت متعین نہ ہو اور تردد لاحق ہو جائے تو اس وقت استخارہ لازمی ہے۔ استخارہ کرنے والا کبھی مایوس اور پریشان نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کے ظاہری وباطنی امور میں مشورہ کرنے کا حکم دے تو اس سے اعراض کرنے والا یقیناً گنہگار اور بد بخت ہوگا۔

دو رکعت نفل ادا کرنے کے بعد اس دعا کو پڑھنا چاہیے۔ انشاء اللہ معاملے کی

مثبت یا منفی صورت منکشف ہو جائے گی۔ اگر استخارہ کرنے والا خواب میں سبز وسفید رنگ، جاری پانی یا اس قسم کی کوئی پاکیزہ ولطیف صورت دیکھے تو معاملے کو خیر وبرکت پر محمول کرے اور اسے اختیار کرے اور اگر سیاہی، آگ یا دھواں دیکھے تو اس سے باز رہے، دعا استخارہ تین دن یا سات دن مسلسل پڑھنے سے حقیقتِ حال واضح ہو جاتی ہے۔ جب کوئی صورتِ حال خواب میں واضح نظر نہ آئے مگر دل میں ایک قوی جذبہ اور غالب رجحان کام کے اختیار کرنے کے بارے میں محسوس ہوتا ہو تو پھر اسے اختیار کر لینا موجبِ خیر وبرکت ہوگا، وگرنہ اس سے اجتناب بہتر ہے۔ دعا استخارہ میں ھذا الامر دو مرتبہ وارد ہوا ہے استخارہ کرنے والا دونوں جگہ اپنے مقصد کا تصور کرے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْقَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْقَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔ (بخاری شریف)

برائے زیارتِ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

1...... جو شخص جمعرات کو دو رکعت نفل اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ۱۱ بار آیۃ الکرسی اور ۱۱ بار سورۂ اخلاص پڑھے پھر نماز کے بعد یہ درود شریف سو

مرتبہ پڑھے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ وہ خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوگا اگر پہلی بار شرف یاب نہ ہو تو تین جمعوں تک یہ عمل مسلسل کرنے سے انشاء اللہ اسے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔

2...... جو شخص جمعرات کو دو رکعت نفل اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ۲۵ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد یہ درود شریف ایک ہزار مرتبہ: صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وہ انشاء اللہ خواب میں جناب سرور کونین ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوگا۔ (جذب القلوب إلى ديار المحبوب ،مؤلفه شاه عبدالحق محدث دهلوى رحمه الله)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نسخۂ صحیحہ

بمطابق اجازت سیدنا ومرشدنا حضرت مولانا محمد عبداللہ علیہ الرحمۃ

دُعائے حِزبُ البَحْرِ

بارشاد مقدسہ

حضرت سیدی ومرشدی مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ

سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ أَنْتَ رَبِّيْ وَعِلْمُكَ حَسْبِيْ فَنِعْمَ الرَّبُّ رَبِّيْ وَنِعْمَ الْحَسْبُ حَسْبِيْ تَنْصُرُ مَنْ تَشَاءُ وَأَنْتَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ 0 نَسْئَلُكَ الْعِصْمَةَ فِي الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ وَالْكَلِمَاتِ وَالْإِرَادَاتِ وَالْخَطَرَاتِ مِنَ الشُّكُوْكِ وَالظُّنُوْنِ وَالْاَوْهَامِ السَّاتِرَةِ

لِلقُلُوبِ عَنْ مُطَالَعَةِ الغُيُوبِ فَقَدِ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالاً شَدِيدًا وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا فَثَبِّتْنَا وَانْصُرْنَا وَسَخِّرْلَنَا هٰذَا الْبَحْرَ كَمَا سَخَّرْتَ الْبَحْرَ لِمُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَسَخَّرْتَ النَّارَ لِإِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَسَخَّرْتَ الْجِبَالَ وَالْحَدِيْدَ لِدَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَسَخَّرْتَ الرِّيْحَ وَالشَّيَاطِيْنَ وَالْجِنَّ لِسُلَيْمٰنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَسَخِّرْلَنَا كُلَّ بَحْرٍ هُوَ لَكَ فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ وَبَحْرَ الدُّنْيَا وَبَحْرَ الْآخِرَةِ وَسَخِّرْلَنَا كُلَّ شَيْءٍ يَا مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ

اس کے بعد تین مرتبہ کٓھٰیٰعٓصٓ پڑھے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کرنی شروع کرے۔ک پر خنصر ہ پر بنصر ی پر وسطیٰ ع پر سبابہ صٓ پر ابہام۔ دوسری مرتبہ کھولنی شروع کرے اور سب سے پہلے ک پر ابہام کو کھولے ہ پر سبابہ ی پر وسطیٰ ع پر بنصر اور صٓ پر خنصر پھر اسی طرح تیسری مرتبہ بترتیب بالا انگلیاں بند کرلے :

أُنْصُرْنَا فَإِنَّكَ خَيْرُ النَّاصِرِيْنَ پر ابہام کھولے، وَافْتَحْ لَنَا فَإِنَّكَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ پر سبابہ کھولے، وَاغْفِرْلَنَا فَإِنَّكَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ پر بنصر کھولے، وَارْزُقْنَا فَإِنَّكَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ پر خنصر کھولے، وَاهْدِنَا وَنَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَهَبْ لَنَا رِيْحًا طَيِّبَةً كَمَا هِيَ فِيْ عِلْمِكَ وَانْشُرْهَا عَلَيْنَا مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَتِكَ وَاحْمِلْنَا بِهَا حَمْلَ الْكَرَامَةِ مَعَ السَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ لَنَا أُمُوْرَنَا مَعَ الرَّاحَةِ لِقُلُوْبِنَا وَأَبْدَانِنَا وَالسَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ فِيْ دِيْنِنَا وَدُنْيَانَا وَكُنْ لَنَا صَاحِبًا فِيْ سَفَرِنَا وَخَلِيْفَةً فِيْ أَهْلِنَا وَاطْمِسْ عَلٰى وُجُوْهِ أَعْدَائِنَا وَامْسَخْهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْمُضِيَّ

وَلَا الْمُجِيءَ إِلَيْنَا وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلٰى أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنّٰى يُبْصِرُوْنَ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ أُنْذِرَ اٰبَاؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰى أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلٰلًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔

شَاهَتِ الْوُجُوْهُ تین مرتبہ پڑھے اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور سبابہ اور بنصر کے سروں کو آہستہ آہستہ تین مرتبہ زمین پر مارے، وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا طٰسٓ تین بار حٰمٓ عٓسٓقٓ مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لايبغيان حٰمٓ سر سے سامنے کی طرف اشارہ کرے، حٰمٓ دائیں جانب، حٰمٓ بائیں جانب، حٰمٓ پیچھے، حٰمٓ نیچے کی طرف، حٰمٓ اوپر آسمان کی طرف حٰمٓ حُمَّ الأمر وَجَاءَ النَّصْرُ فَعَلَيْنَا لَا يُنْصَرُوْنَ حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيْرُ بِسْمِ اللّٰهِ بَابُنَا تَبَارَكَ حِيْطَانُنَا يٰسٓ سَقْفُنَا كٓهٰيٰعٓصٓ كِفَايَتُنَا حٰمٓ، عٓسٓقٓ حِمَايَتُنَا فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ تین بار، سِتْرُ الْعَرْشِ مَسْبُوْلٌ عَلَيْنَا وَعَيْنُ اللّٰهِ نَاظِرَةٌ إِلَيْنَا بِحَوْلِ اللّٰهِ لَا يَقْدِرُ عَلَيْنَا وَ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ اس کے بعد تین بار فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ تین بار إِنَّ وَلِيِّ ۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ سات بار حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ تین بار بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ

وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ تین بار أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ تین بار وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَآ أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

مبادیاتِ اوراد واشغال :

عالمِ امکان میں یہ اصول کارفرما ہے کہ کسی مقصد کی عظمت اس کے لائحہ عمل پر منحصر ہے۔ مبادیات اور قواعد وضوابط جس قدر مستحکم اور حقیقت پر مبنی ہوں گے اسی قدر حصولِ مقصد میں سہولت اور پائیداری نمایاں ہوگی۔ ذکرِ الٰہی کے بھی مقتضیات ہیں، جن کی رعایت، مداومتِ ذکر سے بھی اہم تر ہے اور اشغال تمام کے تمام مُثمر سعادت اور نجاتِ اخروی کا موجب ہیں۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نزدیک نجاتِ اُخروی علمائے اہلِ السنت والجماعت کی آرا کے مطابق درستی عقائد اور اعمالِ صالحہ کی فراہمی سے مربوط ہے اعمال میں تساہل ومداہنت اختیار کرنے والے کی مغفرت کا امکان ہے مگر فاسد العقائد کی مغفرت محال ہے کہ اس کے بارے میں نصِ قطعی إِنَّ اللّٰهَ لَايَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وارد ہے۔

عقائد کے سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی ذات وصفات اور اس کے افعال میں کسی کو شریک وسہیم نہ ٹھہرائے، وہ ذات واجب الوجود ہے اور مخلوقات تمام ممکن الوجود، وہ ہر نقص وزوال سے منزہ ہے اور غیر ذات میں اس کا حلول مستبعد ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق کے ساتھ جس وسع وقرب اور احاطے کو بیان فرمایا ہے اس کے ادراک سے فکرِ بشر قاصر ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے اس مقام کو یوں نظم کیا ہے ...... ؎

ہست ربُّ الناس رابا نوعِ ناس اتّصالے بے تکیف بے قیاس

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ کے مطابق وہ مخلوق اوراس کے اعمال کا خالق ہے اس نے بندوں کو قدرت وارادہ سے نوازا تو ضرور ہے مگر ان کی یہ صفت حقیقی نہیں۔ازل سے اس کا دستور ہے کہ بندہ جب کسی فعل کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اپنی قدرت کاملہ سے اس میں فعل تخلیق فرمادیتا ہے۔انسان کا یہ فعل دائرہ کسب میں داخل ہے۔ خلق وکسب کا تفاوت اس مثال سے واضح طور پر سمجھ میں آسکتا ہے کہ کوئی شخص ایک مکان کے کواڑ بند کرلے تو اندھیرا ہوجائے گا۔یہ اندھیرا بعض عوامل واسباب کے بروئے کار لانے کے بعد ظہور پذیر ہوا ہے۔اگر انسان ظلمت کے خلق پر قدرت رکھتا تو کھلے میدان میں بھی اندھیرا پیدا کرسکتا مگر فی الواقع ایسا نہیں۔یہی فرق خلق وکسب کا ہے اور مذکورہ بالا کسب پر ہی جزا وسزا کا ترتب ہے۔اسی حقیقت کی طرف قرآن حکیم کی آیت مبارکہ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ اشارہ کررہی ہے۔

وہ خیر وشر کا خالقِ مطلق ہے اور ہر دو کی تخلیق میں اس کے ارادے کو دخل ہے مگر وہ معصیت سے راضی نہیں اور طاعت وعبادت میں اس کی رضا مضمر ہے یہ ارادے اور رضا کی حدِ فاصل ہے۔قدریہ اسی باعث مجوسِ امت ٹھہرے کہ انہوں نے انسان کو مستقل خالق مان کر مجوسیوں کے طرز پر یزدان واہرمن دو خالق بنالیے۔صرف خالقِ شر کہنا اس کی ذات میں سوءادب ہے بلکہ خالقُ الخیر والشر کہنا چاہیے۔

(مالا بدمنہ،مؤلفہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ)

اسی طرح اللہ رب العزت کا استوائے عرش،آسمانِ دنیا پر آخرِ شب نزول، سمع وبصر اور چہرہ ودست سب پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان کی تاویل کی بجائے تفویض کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم، انبیائے سابقین علیہم السلام، کتب سماویہ، ملائکہ، سوال وجواب در قبر، حشر ونشر، میزانِ اعمال، گزارِ صراط، شفاعتِ انبیاء واولیا وصلحا، خلودِ اہل ایمان در جنت واہل معاصی در دوزخ، ان سب پر ایمان رکھنا معتقدات میں شامل ہے۔ اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ گنہگار مومن دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ دراصل ایمان کمی بیشی سے بالاتر ایک ایسا لطیف جوہر ہے کہ جب وہ زمینِ قلب میں قرار پکڑ لیتا ہے تو پھر کسی قسم کی معصیت اسے زائل نہیں کر سکتی۔

چنانچہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کلمہ گو جس کے قلب میں جَو کے دانے کے برابر یا ذرہ بھر یا گندم کے دانے کے برابر بھی نیکی ہوگی بالآخر دوزخ سے نجات پا جائے گا۔

اہل السنّت والجماعت کا راسخ عقیدہ ہے کہ اہل ایمان جنت میں داخل ہونے کے بعد رؤیت باری تعالیٰ سے سرفراز ہوں گے، یہ نعمت دارین کی تمام نعمتوں سے فزوں تر اور یہ سعادت دونوں عالم کی سعادتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ اس دولتِ دیدار کے بارے میں حدیث شریف میں یوں وارد ہے:

عن جرير بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انكم سترون ربكم عياناً وفى رواية قال كنا جلوسا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فنظر الى القمر ليلة البدر فقال انكم سترون ربكم كما ترون هذا القمر لاتضامون فى رؤيته فان استطعتم ان لا تغلبوا على صلوٰة قبل طلوع الشمس وقبل غروبها فافعلوا ثم قرأ: وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس و قبل غروبها فافعلوا (متفق عليه)

وعن صهيب عن النبى صلى الله عليه وسلم قال إذا دخل اهل الجنة الجنة

يقول الله تريدون شيئا أزيدكم فيقولون الم يبيض وجوهنا الم تدخلنا الجنة وتنجنا من النار قال فيرفع الحجاب فينظرون الى وجه الله فما اعطوا شيئا أحب إليهم من النظر إلى ربهم ثم تلا للذين أحسنوا الحسنىٰ وزيادة (رواه مسلم) مشكوٰة المصابيح صفحہ ۵۰۰ مطبوعہ اصح المطابع : باب رؤية الله تعالى۔

ترجمہ : حضرت جریر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو عیاں دیکھو گے اور دوسری روایت میں انہوں نے اس طرح بیان کیا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف نگاہ اٹھا کر فرمایا: بے شک تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیدار میں کوئی چیز تم سے مزاحم نہ ہوگی۔ اگر تم طلوع وغروب آفتاب سے پیشتر نمازوں کے سلسلہ میں (اشتغال امور کے باعث) مغلوب نہ ہو جاؤ۔ پس یہ ضرور انجام دو (انہیں ادا کرو) پھر آپ نے قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھی: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا (اور طلوع وغروب آفتاب سے پہلے آپ اپنے پروردگار کی تسبیح بیان کریں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اللہ رب العزت

ان سے فرمائے گا، کیا تم ارادہ رکھتے ہو کہ میں تمہیں کچھ زیادہ بھی عطا کروں؟ وہ کہیں گے کہ اے مولا کریم! کیا تو نے ہمارے چہروں کو منور نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا؟ کیا تو نے ہمیں دوزخ سے نجات عطا نہیں فرمائی؟ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ حجابات اٹھا دیئے جائیں گے پس وہ اپنے پروردگار کے چہرے کی جانب دیکھیں گے اور عنایات الٰہیہ میں سے کوئی چیز ان کے نزدیک رویت باری تعالیٰ سے محبوب تر نہ ہوگی۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ (جن لوگوں نے احسان اختیار کیا، انہیں اس کا عمدہ معاوضہ ملے گا اور اس پر عطائے مزید ہوگی)

جناب رسالت مآب ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بدولت ارشادات نبوی ﷺ ہم تک پہنچے، وہ راویانِ کلامِ الٰہی بھی ہیں اس بنا پر ان کی عظمت وشان کا منکر قرآنِ حکیم کا منکر ہے آیات اُمِ الکتاب ان کی صداقت، باہمی اخوت اور اعدائے دین پر ان کی شدت کے بارے میں جابجا شاہد ہیں۔ ان کے نفوسِ قدسیہ فیضانِ صحبتِ نبوی ﷺ سے مزکیٰ ہو چکے تھے۔ اقوال واعمال شانِ رسالت ﷺ کے آئینہ دار تھے اور سیرت وکردار میں ہوا وہوس کا شائبہ تک موجود نہ تھا۔ ان کے اختلافات سب کے سب تعمیری اور مصالحِ دینیہ کی خاطر تھے، جن کے پسِ منظر میں کسی قسم کی ذاتی غرض یا نفسانی خواہش نام کو نہ تھی، ان کے دامن دنیوی کدورت کی گرد سے کبھی آلودہ نہ ہوئے، ان کی محبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور ان سے بغض جناب خاتم الرسل ﷺ سے بغض ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ فتح کی آخری آیت کے کلمات لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ (ان کلماتِ قدسیہ کا سیاق اس طرح ہے: كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ

سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔

ترجمہ: جیسے کھیتی، اس نے اپنا ایک پٹھا نکالا، پھر اسے طاقت دی، پھر دبیز ہوئی، پھر ساق پر کھڑی ہوئی، کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ اس سے کافروں کے دل جلیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی مثال انجیل میں یہ لکھی ہے کہ ایک قوم کھیتی کی طرح پیدا ہوگی وہ نیکیوں کا حکم کریں گے، برائیوں سے منع کریں گے، کہا گیا کہ کھیتی سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کی شاخوں سے مراد حضرات صحابہ کرامؓ اور مومنین ہیں' سے استدلال فرمایا ہے کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وشوکت دیکھ کر غیض وغضب کا اظہار کرنے والے لوگ کفار ہیں۔

خلافت وامامت کا موضوع اصولِ دین سے متعلق نہیں مگر متشیعین کی افراط وتفریط کے پیش نظر علمائے حق نے اسے بھی عقائد کے درجہ میں رکھا ہے۔ جناب خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ اول حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ ہیں، ان کے بعد حضرت سیدنا فاروقِ اعظمؓ پھر حضرت سیدنا عثمان ذوالنورینؓ اور ان کے بعد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم، ان کی افضلیت ان کی ترتیب خلافت کے مطابق ہے۔

(حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ثابت ہے، جن صدیوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہترین قرار دیا ہے ان میں پہلی صدی کے چھوٹے بڑے اور مرد وزن کے اتفاق سے اس کا ظہور ہوا ہے۔ اسی بنا پر علماء نے فرمایا ہے کہ جس قدر اتفاق رائے اور اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت پر واقع ہوا ہے ایسا اتفاق واجماع دیگر تین خلفائے راشدینؓ میں سے کسی کی خلافت پر نہیں ہوا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کی

خلافت کے آغاز میں ایک قسم کا تردد تھا اور اس صدی کے حضرات نے اس سلسلے میں غایت درجہ حزم واحتیاط بروئے کار لا کر یہ اقدام فرمایا ہے۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے بھی شیخین رضی اللہ عنہما کی افضیلت کا حکم دیا ہے۔ امام ذہبی (جو اکابر محدثین میں سے ہیں) نے فرمایا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو اسی (۸۰) سے زیادہ افراد نے روایت کیا ہے۔ (مکتوب امام ربانی دفترِ سوم)

مذکورہ بالا عقائد تمام کے تمام توحید سے متفرع ہیں۔ باقی چار ارکان جو نماز پنجگانہ، ادائے زکوٰۃ، صومِ رمضان اور حجِ بیت اللہ شریف پر مشتمل ہیں عبادات واعمال سے متعلق ہیں۔ ان میں آداب وشرائط مقررہ کے مطابق نماز کی ادائیگی افضل ترین عبادت اور جامع ترین عمل ہے۔ روزِ محشر سب سے پہلے اسی کا محاسبہ ہوگا، وہ کافر ومومن کے درمیان فرق کرتی ہے اور مومن کو قربِ ذاتِ الٰہی بخشتی ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، یہ بھی فرمایا کہ جو مومن اچھی طرح وضو کرے، پھر نماز کو اس طرح ادا کرے کہ جو پڑھے اسے جانتا بھی ہو تو وہ گناہوں سے یوں پاک ہو جائے گا جس طرح اپنی پیدائش کے دن تھا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مبتدی کو دورانِ سلوک اذکار ووظائف سے حظِ وافر نصیب ہوتا ہے لیکن منتہی ہونے پر اسے اقلیم فقر وعرفان میں کوئی چیز صلوٰۃ پنجگانہ پر مداومت سے عزیز تر نظر نہیں آتی۔ کسی شخص نے امام ربانی سے لاصلوٰۃ إلا بحضور القلب کی حقیقت کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: نماز میں حضورِ قلب سے مراد یہ ہے کہ نماز ادا کرنے والا اس کے فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات کی طرف دھیان رکھے، قیام، رکوع وسجود اور دیگر ارکان کو بہ سکونِ تمام خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرے تا کہ جس جس رکن پر تجلیاتِ ربانیہ کا

نزول ہے روح ان سے متلذذ ہو کر ملأ اعلیٰ کی طرف رجوع کر سکے۔

جناب حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ دارِ آخرت میں جو کیفیت رؤیت باری تعالیٰ کی ہے دنیا میں نماز اسی کیفیت کی حامل ہے جس طرح حضور سرورِ عالم ﷺ شبِ معراج تمام عوالم سے منقطع ہو کر حریم ذات کبریا میں پہنچے تھے، مومن کو بعینہٖ وہی تجلی وانقطاع نماز میں میسر آتا ہے اسی باعث وہ اہل ایمان کی معراج سے موسوم ہے۔ بایں طور حج، زکوٰۃ اور روزہ کو فقہی مقتضیات کی رعایت کے ساتھ ادا کرنے سے مومن کو پاکبازانِ حق کے زمرہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ان امور کی انجام دہی کے طفیل دنیوی معاملات میں بھی راستبازی، تقویٰ اور ورع اختیار کر لیتا ہے۔ ورع جو پرہیز گاری سے عبارت ہے اس کے بارے میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوھریرہ! ورع اختیار کر، عبادت گزاروں میں افضل تر ہو جائے گا۔ علمائے ربانی نے حصولِ ورع تام کے دس عظیم اصول منضبط فرمائے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۲۲)

(۱) غیبت سے حفظِ لسان (۲) بدگمانی سے اجتناب (۳) تمسخر سے کنارہ کشی (۴) محارم سے نگاہ کی حفاظت (۵) راست گوئی (۶) اپنی ذات پر احساناتِ خداوندیہ کا عرفان کہ نفس مغرور نہ ہو (۷) باطل کی بجائے حق پر انفاقِ مال (۸) نفس کو بڑائی اور استکبار سے باز رکھنا (۹) پابندیٔ نماز اور (۱۰) اہل السنۃ والجماعت کے طریق پر استقامت۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے پرہیزگاری کے موضوع پر کس خوبی سے نظم کیا ہے .... ؎

جاتے ہیں۔اس کی قبولیت حتمی ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس دعا کے اول وآخر درود شریف پڑھا جائے وہ سریع الاجابت ہوتی ہے۔مولا کریم کی شانِ رأفت سے یہ امر بعید ہے کہ اول وآخر پڑھے جانے والے درود شریف کو تو قبول فرمالے اوردرمیانی التجا کو مسترد کردے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ درود شریف پڑھنے والے کو ایک نور عطا ہوگا جس کی بدولت وہ پل صراط سے مانند برق گزر جائے گا۔اذکار ووظائف میں استغفار نہایت اہم ہے۔جناب ختمی مرتبت ﷺ نے فرمایا: قلوب بھی لوہے کی طرح زنگ آلود ہوجاتے ہیں اوران کی جلا استغفار ہے، یہ بھی فرمایا کہ اس شخص کو مبارک ہو جس کے نامہ اعمال میں بکثرت استغفار ہو۔ زہر معاصی کے خلاف تریاق کا حکم ہے۔استغفار مسنونہ سے جسے بھی پڑھا جائے مستحسن ہے۔کوئی بھی یاد نہ ہوتو استغفر اللہ کے دو کلمات بھی کافی ہیں۔علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "شرح الصدور فی احوال الموتٰی و القبور" میں لکھا ہے کہ جو شخص سونے سے پہلے سو بار استغفر اللہ پڑھ لے اور وہ اس رات فوت ہوجائے تو اللہ رب العزت اسے اپنے فضل وکرم سے بخش دے گا۔ تمام اذکار مسنونہ سربسر رحمت اور شفاء ہیں۔قرآن حکیم کی سورتوں اور بعض آیات مبارکہ کی فضیلت احادیث نبویہ ﷺ میں بھی مذکور ہے۔بعض اذکار اور خصوصی دعائیں ارشادات مصطفویہ پر مشتمل ہیں۔ان سب کی وساطت سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں لطف وکرم کا طلبگار ہونا عین سعادت ہے۔اور اعراض حرماں نصیبی، مگر ذکر کرنے والا انہیں پڑھتے وقت صرف رضائے خداوندی ہی کو مقصود ومطلوب سمجھے۔بحرمتِ جناب سید المرسلین ﷺ تمام افرادِ امت کو ذکر کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور فرمائے ......

ذکر کن ذکر، تا ترا جان است
پاکی جاں، ز ذکرِ رحمٰن است

باب : ۱۱

سفرِ آخرت، نمازِ جنازہ

اس بزمِ کائنات میں آئے دن لوگ پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ کسی شاعر نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی موت پر کہا تھا کہ اگر کسی کو عدل کی وجہ سے موت نہ آتی تو وہ آپ تھے لیکن موت بہر حال زندگی کا حرف آخر ہے اس خیال کو مستعار لے کر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر کسی شخص کو احسان، سلوک، تصوف، عبادت وریاضت اور کارِ ختم نبوت کے لئے ان تھک جدوجہد کے باعث موت نہ آتی تو وہ حضرت خواجہ تھے۔ افسوس آج خواجہ صاحبؒ ہم میں موجود نہیں، موت ہر شخص کے ساتھ لگی ہوئی ہے جو پیدا ہوتا ہے ایک دن مرجاتا ہے، لیکن ہمارے خواجہ صاحب کی طرح جن لوگوں نے زندگی کسی عظیم مقصد کے لئے بسر کی ہوتی ہے وہ مرکر جیتے ہیں۔ ....

فروغ شمع جو اب ہے رہے گا صبح محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

ہم سمجھتے تھے کہ ہم بھی ہیں وفاداروں میں :

تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ کے مصنف جناب محمد نذیر رانجھا حضرت خواجہ

سے کہا: ”جی ہاں! حضرت خواجہ حضرت خان محمد صاحب ہدایت وارشاد کے مرکز ومرجع، علمائے ربانی کے سرتاج، اخلاص وللّٰہیت اور وادیٔ احسان کے لئے وجہ امتیاز، طہارت وتقویٰ اور زہد وایثار، ایمان ویقین، تسلیم ورضا کے پیکر، روحانی مجالس، مراقبوں اور حلقوں کی آن وشان، صبر وشکر، علم وعمل، قناعت وبے نفسی کے نشان، مسندِ ارشاد وسلوک کی رونق وجان، کتاب اللہ کے عامل اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ اور خاص وعوام کے پیر ومرشد اور شیخ وہادی ۹۰ برس سے زیادہ افقِ خانقاہِ سراجیہ سے طلوع ہونے والے آفتابِ روحانیت اور ماہتابِ طریقت آج اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں“۔

روحانیت کا سایہ:

بس فراٹے بھرتی ہوئی جارہی تھی اور سفر تھا کہ جیسے ختم نہیں ہو رہا تھا، گم صم، گوناگوں خیالوں میں کھویا ہوا اور نعمتِ عظمیٰ کے کھو جانے پر اندر سے ٹوٹا ہوا دل اور جسم وجان! کبھی حضرت شیخ کے حضور اور کبھی آپ سے کوسوں دور، اس مسکراتے ہوئے رخِ انور سے جھڑتے ہوئے موتیوں کی جھنکار، اس سروقد وقامت کی خنک رفتار، اس مرشدِ عالی مقام کی مجلسِ سلوک وتصوف کی برکات، اس زہبر وہادیٔ بے مثال کی محفلِ وعظ وتذکیر کی تاثیر، اس شیخِ کامل مکمل کے مراقبہ وحلقہ کا فیض ناچیز کے دل ودماغ پر چھایا تھا۔

ناگاہ خیالوں کا بندھن ٹوٹا تو بس کے مسافروں کی جانب نظر اٹھی سوائے چند کے باقی سب حضرت خواجہ کے سوگوار پائے۔ میانوالی داخل ہوئے تو اڈے پر منتشر لوگوں کی ٹولیوں کی ٹولیاں بسوں سے اترتی اور بسوں پر چڑھتی ہوئی دکھائی دیں، اڈے سے نکل کر کندیاں کے روڈ پر آئے تو بسیں، کوچیں، کاریں، ویگنیں اور دوسری

ٹرانسپورٹ کو اپنے شیخ و مرشد کے عقیدت مندوں سے لدا ہوا پایا، چھتیں اور پائیدان تک پُر تھے، ہر چہرہ مغموم اور افسردہ۔ کندیاں موڑ پر آئے تو درختوں، کھیتوں، کھلیانوں میں انسان ہی انسان، درختوں، مکانوں اور دیواروں کے سائے آج انسانوں کو جگہ مہیا کرنے سے عاری نظر آ رہے تھے۔ جی ہاں! حضرت خواجہ صاحب کے چھپر کا سایہ جو دوسروں سے اٹھ گیا تھا، روحانیت کا سایہ نہ رہے تو دنیاوی سائے بھی سکڑ جاتے ہیں۔

ہر ذرہ تیرے کوچے کا آنکھوں سے لگالوں :

کندیاں موڑ پر بس سے اترے، دن کے بارہ بج رہے تھے، رکشے میں بیٹھے اور خانقاہ سراجیہ شریف کے موڑ پر پہنچے تو اچھی بھلی کھلی شاہراہ تنگی داماں کا شکار تھی، ٹریفک کا رش اپنی جگہ، لیکن پیدل چلنے والوں کا چیونٹیوں کی مانند سڑک پر قطار در قطار حضرت خواجہ کے حضور رواں دواں ہونے کا سلسلہ اتنا وسیع وعریض کہ نہر تک پہنچنا محال ہو گیا، لہٰذا کنارے پر چند گز جانے کے بعد مجبوراً رکشے سے اترنا پڑا، نہر کے کنارے پر ملحقہ ڈیرے، گھر، حویلی، حتیٰ کہ کھیتوں کھلیانوں میں انسانوں، بسوں، گاڑیوں اور ٹریفک کا ہجوم ہی ہجوم! خانقاہ شریف تک پیدل پہنچے، ڈیڑھ بج گیا تھا وضو کی جگہ اور استنجا خانوں کا رش، میلوں تک نہر کے دونوں کنارے پر وضو کرتے ہوئے اہل ایمان، انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، ہر طرف سر ہی سر، جی ہاں! مرشدِ عالی مقام کی پچپن سال کی بانٹی ہوئی شفقتوں، عنایتوں، محنتوں، ریاضتوں اور خلقِ خدا کے ساتھ مہر و فا کی حقیقت نکھر کر آنکھوں کے سامنے آ گئی ہے، تبھی تو مرید، عقیدت مند، اپنے پرائے، علماء و مشائخ، خاص و عام اور حاکم و محکوم سبھی ایک ساتھ یہاں آ گئے تھے۔

شیخِ طریقت وشریعت خواجہ خواجگان کی رہائش گاہ سے متصل جنازہ گاہ اپنی وسعتوں کے باوجود تنگی داماں کی شکایت کر رہی تھی، لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔

یہ فیصلہ کرنا تو بے حد دشوار ہے کہ شیخ التفسیر حضرت لاہوری کے جنازے کے شرکاء کی تعداد شمار سے فزوں تر تھی یا خواجہ خواجگان کا جنازہ افرادی اعتبار سے لاتعداد تھا، وسائل وذرائع کے فقدان کے پیشِ نظر تو جمِ غفیر حضرت لاہوری کے جنازے میں بے مثل و بے مثال تھا جبکہ موجودہ سفری سہولیات کو مدنظر رکھا جائے تو حضرت خواجہ خواجگان کے شرکائے جنازہ عددی اعتبار سے بہت زیادہ تھے۔

نادان دوستوں کا انداز :

حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم ملک کے مایہ ناز خطیب ہیں وہ جنازے میں شریک ہوئے تو جذبات چھلک پڑے لکھتے ہیں:

خانقاہِ سراجیہ میں پورے ملک سے شمع طریقت کے پروانے قطار اندر قطار آرہے تھے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مفکر اسلام حضرت مفتی محمود رحمہم اللہ کے بعد آج اس فقیر کی نماز جنازہ پر جو ہجوم دیکھنے میں آیا وہ اپنی مثال آپ تھا۔

ایک ایمبولینس میں سفرِ آخرت کا اہتمام تھا، طے یہ پایا کہ میت ایمبولینس ہی میں رہے گی تاکہ بدمزگی سے بچا جا سکے، تاہم جب ایمبولینس گھر سے نکالی تو لوگ والہانہ چمٹ گئے، بڑی مشکل سے آہستہ آہستہ گاڑی جنازہ گاہ (ایک کھلا میدان) پہنچی، لیکن اس امید پر کہ شاید آخری دیدار کا شرف نصیب ہو لوگ شدتِ جذبات میں

گاڑی کے اطراف پر ٹوٹ پڑے، اس شدت کے ساتھ نمازِ جنازہ کی ادائیگی مشکل ہوگئی، کسی کی بات نہیں مانتے تھے۔

بالآخر میں نے مائیکروفون ہاتھ میں لے کر لوگوں سے کہا: ''یہ نادان دوستوں کا انداز ہے، اپنے محبوب کی روح کو اذیت دے کر آپ کیا حاصل کریں گے؟ دیدار یہاں نہیں ہوگا اب آخرت میں ملاقات ہوگی، تم اچھے اور اطاعت گزار دوستوں کی طرح یہاں سے ہٹ جاؤ تا کہ نمازِ جنازہ ادا کی جاسکے'' بحمد اللہ! یہ اپیل کارگر ہوئی، حضرت مرحوم ومغفور کے فرزند، مخدوم زادہ خلیل احمد سلمہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی (جنہیں بعدازاں حضرت کا جانشین بھی بنایا گیا)

میں نے حضرت کی تدفین کے بعد کچھ دیر کے لئے ''آج کے دن'' کی مناسبت سے گفتگو کی، جس کی صدارت مخدوم زادہ عزیز احمد سلمہٗ اور دیگر متعلقہ عزیزوں نے کی، پہلی بار خانقاہ سراجیہ سے بوجھل دل اور لرزیدہ قدم سے راولپنڈی واپس آگئے۔ خانقاہ سراجیہ تا راولپنڈی ذہن حضرت خواجہ صاحب مرحوم کے ساتھ تقریباً نصب صدی پر پھیلی یادوں کے زیر وبم میں کھویا رہا۔ (لولاک: ص ۲۱۹)

حضرت خواجہ صاحبؒ وفات پاچکے ہیں:

مولانا شیخ رشید الحق خان نقشبندی تحریر فرماتے ہیں:

حضرت خواجہ صاحب کی وفات سے دو دن قبل بندہ نے ایک خواب دیکھا دفعتہً ذہن حضرت خواجہ کی وفات کی طرف منتقل ہوا، دل دھک سے رہ گیا، فوراً خانقاہ شریف رابطہ کیا لیکن نہ ہوسکا۔ چنانچہ اسلام آباد میں حضرت کے میزبان حاجی یعقوب صاحب سے معلوم ہوا کہ حضرت واقعی بیمار ہیں اور ملتان ہی میں کلینک میں زیرِ علاج

صبح خانقاہ کی جانب عازمِ سفر ہوئے اور ۱۲ بجے تقریباً خانقاہ پہنچے، تاحد نظر علماء، صلحاء، طلباء، متوسلین اور عقیدت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دل و دماغ کو ورطۂ حیرت میں ڈالے ہوئے تھا، خانقاہ کی انتظامیہ کا حسنِ اہتمام لائق ستائش تھا، ادھر اللہ تعالیٰ نے بھی اس عظیم جنازے کی مناسبت سے بادلوں کی صورت میں سائبان لگادیئے اور دھیمی دھیمی ہوا کے ٹھنڈے جھونکے ماحول کو خوشگوار اور پُرکشش بناتے ہوئے اپنے انداز میں اظہارِ غم کررہے تھے، ہر آنکھ آشکبار تھی اور بزبانِ حال گویا یوں کہہ رہے تھے ......

بچھڑے ہوؤں کی یاد میں رہنے دے اشکبار
اے رفتگاں مجھے تنہا نہ کر ابھی

دارالعلوم دیوبند کے نوے علماء کی جنازے میں شرکت :

دارالعلوم دیوبند سے نوے علماء کرام کے ایک وفد نے جنازہ میں شرکت کی۔ اجمیر شریف کی درگاہ عالیہ سے دس رکنی وفد جنازہ میں شریک ہوا۔ اندرون و بیرون ملک خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے پچیس لاکھ مرید شمار کئے جاتے ہیں۔ موسم گرما کے باوجود تقریباً چار لاکھ آدمیوں کی جنازہ میں شرکت سے ثابت ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ اللہ پاک کے مقبول بندے اور وقت کے قطب تھے۔ جن کی ساری زندگی مسلمانوں کی اصلاح اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گزری۔ تحصیل تونسہ شریف، تحصیل جام پور، ضلع ڈیرہ غازی خان، ضلع راجن پور کی دینی قیادت نے دینی مدارس، مساجد میں حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے ایصالِ ثواب کیلئے قرآن خوانی اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا اور خانقاہ سراجیہ کے فیض کی ترقی کیلئے دعائیں کی گئیں۔ (بشکریہ ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی)